باب ۹

خلیفہ رابع و امام اوّل

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ ابنِ عمران ابوطالب رضی اللہ عنہما

آپ کا اسمِ گرامی علی رضی اللہ عنہ، کنیت ابوتراب اور ابوالحسن، لقب اسداللہ ہے نسب مبارک اس طرح ہے۔

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن لوی بن غالب بن فھر بن مالك بن نضر بن کنانۃ۔

آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبد مناف یعنی سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص نسبت حاصل تھی اور وہ یہ کہ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے آپ ہاشمی ہیں۔ حضرت سیّدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چھبیسویں فرزند عبدِ مناف سے ہاشم اور ہاشم کے فرزند عبد المطلب کی اولاد میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان سے حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابوطالب عمران سے حضرت علی پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہ و ابوطالب عمران رضی اللہ عنہما حقیقی بھائی تھے۔ حضرت عبد المطلب کے بعد انہی کو شیخِ قریش، رئیسِ مکہ، سیّد العرب ہونے کے القابات حاصل ہوئے۔ (الجواہر۔الحیات)

سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد کا اصلی نام عمران ہے۔ لیکن کنیت نام پر غالب آ گئی۔ ابوطالب عمران تمام عرب میں نضر بن کنانہ کی اولاد جن کو قریش کہتے ہیں۔ شجاعت، سخاوت اخلاق، مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ خانہ کعبہ کے کلید بردار اور حجاج کے ساقی بھی یہی لوگ تھے۔ قریش میں بھی بنی ہاشم کو خاص اعزاز حاصل تھا اور بنی ہاشم میں عبد المطلب ان تمام اعزازوں کے مالک تھے جو بنی ہاشم کے لیے طرۂ امتیاز ہے۔ عبد المطلب کے قائم مقام عمران ابوطالب والد سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔ (الجواہر۔الحیات)

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حمل شریف میں ہی آپ کے والد حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ مَاتَ اَبُوْہُ عَبْدُ اللہِ بْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَلَہٗ خَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ سَنَۃً وَتَوَفّٰی قَبْلَ اَنْ یَّوْلِدَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (الاستیعاب) اس وقت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر پچیس سال تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد میں پیدا ہوئے اور جب چھ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا اور جب آٹھ سال کے ہوئے تو حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ دادا جان انتقال کر گئے اس وقت دادا جان کی عمر بیاسی سال کی تھی۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى کا نقشہ قرآن نے کھینچ کر رکھ دیا۔ پھر سیّدنا علی المرتضیٰ کے والدین نے آپ کی پرورش فرمائی۔ حضرت فاطمہ بنتِ اسد زوجہ عمران ابوطالب رضی اللہ عنہما نے اپنے بچوں سے زیادہ محبت وشفقت کے ساتھ آپ کی پندرہ سال تک نگہبانی فرمائی جب آپ بڑے ہوئے تو عمران ابوطالب رضی اللہ عنہ نے زبانی، مالی، اخلاقی، سماجی ہر طریقہ اور ہر موقعہ پر حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معاونت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی عرصۂ پندرہ سال تک وہ خدمات سرانجام دیں کہ حضور اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ یہ فاطمہ بنتِ اسد میری وہ ماں ہے جس نے مجھے پالا اور میرے ساتھ وہ پیار اور والہانہ محبت کا ثبوت دیا جس کا میں حق ادا نہیں کر سکتا ہاں ان کا حق اللہ تعالیٰ ان کو ضرور دے گا۔ (الجواہر) جب حضورِ اقدس ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ایمان لانے کے بعد دوسری خاتون حضرت فاطمہ بنتِ اسد والدہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تھیں جو آپ پر ایمان لا کر اس دولتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوئیں۔ یاد رہے کہ حضور ﷺ کا پہلا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ انہوں نے اپنی نگہبانی میں کرایا۔ گویا کہ بچپن شریف سے شادی تک اور بعد تا وصال آپ کا ساتھ دیا۔

حضور ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو اس وقت بھی فاطمہ بنتِ اسد نے آپ کے ساتھ ہجرت فرمائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ ان کو ماں کہہ کر پکارتے اور یاد فرمایا کرتے تھے اور ان کی تعظیم فرمایا کرتے تھے جب آپ کا انتقال ہوا تو سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا حضور ﷺ میری اماں فوت ہو گئیں ہیں۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ میری اماں انتقال کر گئیں ہیں۔ آپ کو شدید صدمہ پہنچا اور فرمایا آج میری ماں اس دنیا سے مجھ کو چھوڑ کر خالقِ کائنات سے جا ملی ہیں فوراً خود ہی تجہیز وتکفین کا انتظام فرمایا اور ان کی قبر کے اندرونی حصہ میں تدفین سے پہلے خود جا کر کچھ دیر لیٹ گئے اور پھر اٹھے اور پھر اپنا قمیضِ اطہر ان کو پہنایا اور فرمایا اے اللہ! یہ میری والدہ ہیں انہوں نے مجھے کھلایا اور پلایا ان پر تو اپنا رحم فرما۔ اور پھر جہاں خود قبر میں لیٹے تھے اسی جگہ پر سیّدہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کو قبر میں رکھا۔ (۱)

گویا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان امور بالا کی بناء پر بھی حضور سیّدِ عالم ﷺ سے رشتہ محبت وتعلق تھا یعنی آپ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور آپ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک امتیازی حیثیت تھی۔

(عمران ابوطالب رضی اللہ عنہ کے متعلق تفصیلی بیان اعلیٰ حضرت بریلوی کی کتاب شرح المطالب فی مبحث ابی طالب کا مطالعہ کریں)

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادتِ باسعادت:

حضرت فاطمہ بنتِ اسد زوجہ عمران ابوطالب حاملہ تھیں اور خانۂ کعبہ میں طواف کی غرض سے آئیں۔ دورانِ طواف آپ کو دردِ زِہ محسوس ہوا اور چوتھے چکر پر آپ کی حالت زیادہ متغیر ہو گئی آپ نے عرض کیا اے اللہ مجھ پر یہ وقتِ ولادت آسان فرما۔ اچانک کعبہ معظّمہ کی دیوار شق ہوئی اور حضرت فاطمہ بنتِ اسد اندرونِ کعبہ چلی گئیں جو افراد باہر موجود تھے وہ حیران ہوئے کہ فاطمہ بنتِ اسد کہاں چلی گئی جب کسی طریق سے آپ کا پتہ نہ چل سکا تو حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ کی محترمہ چچی کہاں گئی ہیں آپ نے فرمایا مطمئن رہو آ جائیں گی۔ انہوں نے بار بار اصرار کیا کہ ہیں کہاں، آپ نے فرمایا جہاں بھی ہیں آ جائیں گی انہوں

(۱) المعجم الکبیر ۲۴: ۳۵۱، رقم ۸۷۱ —

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے کہا آپ ظاہر کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا حکمِ الٰہی نہیں ہے چنانچہ تین روز کعبۃ اللہ میں گزارنے کے بعد چوتھے روز حضرت فاطمہ بنتِ اسد خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائیں تو آپ کی گود میں بچہ تھا۔ بچہ کے باپ عمران ابوطالب رضی اللہ عنہ نے خوشی سے گود میں لیا اور پیار کیا اور کچھ پریشان ہو گئے فوراً اس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔ آپ تشریف لائے اور بچہ کو اپنی گود میں لے کر پیار کیا اور خوش ہوئے عرض کیا بچہ تو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لیکن اس کی آنکھیں کیوں بند ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اب دیکھو میری گود میں اس بچہ نے دونوں آنکھیں کھولی ہوئی ہیں اور وہ ٹکٹکی لگا کر مجھے دیکھ رہا ہے عمران ابوطالب رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور کہا میرا گمان تھا کہ یہ بچہ کہیں نابینا تو نہیں ہے اب میرے دل کو ٹھنڈک ہو گئی ہے اس کے بعد حضور سیدِ عالم الصلوٰۃ والسلام نے اس بچہ کو خود غسل دیا۔ غسل فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا آج اس بچہ کو میں غسل دے رہا ہوں ہوسکتا ہے کہ وہ وقت بھی آجائے کہ یہی بچہ مجھ کو آخری غسل دے۔ کپڑے پہنا کر بچہ کو اپنے آغوشِ اقدس میں لیا اور اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں ڈال دی۔ اور مولودِ کعبہ کی آنکھیں مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جوانی کے عالم میں حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھے یہ تو بتاؤ کہ جب تم پیدا ہوئے تو اس وقت تم نے آنکھیں کیوں نہ کھولیں۔ تمہارے ماں باپ پریشان ہو گئے تھے اور جب میں نے تم کو اپنی گود میں لیا تو تمہاری دونوں آنکھیں کھلی تھیں عرض کیا حضور اس لیے کہ میری پہلی نگاہ رخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑے۔ (الجواہر)

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت

بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

الغرض سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت ۲۲ رجب المرجب بروز اتوار کی شب بیت الحرام میں ظہورِ نبوت سے دس سال قبل ہوئی۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نام علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب:

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فاطمہ بنتِ اسد اور عمران سے فرمایا اس بچے کا نام کیا رکھو گے عرض کیا جو نام آپ کو پسند ہوگا۔ وہی رکھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا میں اس کا نام علی رضی اللہ عنہ رکھتا ہوں۔ فاطمہ بنتِ اسد نے عرض کیا حضور واللہ مجھے خانہ کعبہ میں غیبی آواز آئی اس کا نام علی رضی اللہ عنہ رکھنا۔ لیکن میں نے اس کا اظہار نہ کیا۔ آپ نے وہی نام رکھا جس پر غیبی نداء آئی تھی۔

فِاسْمُهُ مِنْ شَامِخٍ عَلِيٍّ

عَلِيٌّ اُشْتُقَّ مِنَ الْعُلٰى

یعنی یہ نامِ علی رضی اللہ عنہ اس بچہ کا نام ہے۔ اور یہ نام علی بمعنی بلندی سے مشتق ہے۔

(الجواہر:۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ پیارا نام علی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا ہے۔ یاد رہے کہ بعض جہلا قرآن کی آیت **هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ** سے مراد علی رضی اللہ عنہ لے کر اُسے خدا اور رسول قرار دیتے ہیں یہ سراسر غلط اور ظلمِ عظیم ہے۔ اس طرح کے استدلال سے شان نہیں بنتی۔ شان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عطا سے ہو۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آغوشِ نبوت میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعلیم وتربیت:

عرب کے زمانہ قحط میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّد الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا مناسب نہیں کہ ہم ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بوجھ کو ہلکا کریں۔ چنانچہ ابوطالب رضی اللہ عنہ سے یہی کہا گیا۔ تو انہوں نے کہا ہاں عقیل رضی اللہ عنہ کو میرے پاس رہنے دو اور باقی جس کو تم چاہو لے جاؤ۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ طالب کو لے آئے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جعفر رضی اللہ عنہ کو لے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس وقت عمر مبارک چھ سال تھی جب سے ان کی کفالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمہ لی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک حضور کی آغوشِ رحمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تربیت حاصل کی۔ جس ذات مقدسہ کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ سے لگایا اور محبت سے اپنے ساتھ سلایا اور اپنی خوشبو ان کو سنگھائی اور اپنے منہ اقدس کا لقمہ چبا کر ان کے منہ میں ڈالا اور شب و روز اپنی آغوشِ نبوت میں پناہ دی۔ ظاہر ہے کہ ان کی زندگی کے کسی لمحہ میں مکر وفریب نہیں ہو سکتا اور ان کے کمالِ اعلیٰ ہونے میں شبہ نہیں۔

یہ بات جاننے کے بعد اگر کوئی سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شانِ اقدس میں کسی قسم کی مجالِ گستاخی کرے تو لازماً اس کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ عزت نہیں یہ بات اس امر کا بھی ثبوت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ اقدس چھ سال ہوئی تو آپ ابوطالب رضی اللہ عنہ کی کفالت میں ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ چھ سال کے ہوئے تو ان کی نبی علیہ السلام نے کفالت فرمائی گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب رضی اللہ عنہ کو یہ صلہ عطا فرمایا تھا۔

شرفِ اسلام:

حضرت علی کو اسلام قبول کرنے کا شرف بچپن میں ہی حاصل ہوا۔ حَتّٰى بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَتْبَعَهٗ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَآمَنَ بِهٖ وَصَدَّقَ بِهٖ وَكَانَ عُمُرُهٗ اِذَا ذَاكَ ثَلَاثَةَ عَشَرَةَ سَنَةً[1]

ابن اسحٰق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی جب کہ ان کی عمر تیرہ سال تھی۔ معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا اسد اللہ الغالب کو نوعمری میں ہی قبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا۔

شبِ ہجرت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانثاری:

جس شب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور کفار آپ کے قتل کرنے کے ناپاک ارادے سے جمع تھے تو اس وقت حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا میرے اس بستر پر سو جائیں میں جا رہا ہوں اور آپ میرے بعد لوگوں کی امانتیں دے کر میرے پاس پہنچ جائیں۔ ایسے حال میں جب کہ دشمن بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیے ہوئے ہوں اور اس خیال میں ہیں کہ آپ گھر کے اندر موجود ہیں۔ ایسے حالات میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے جان کا خطرہ ہے۔ جس میں انہوں نے کمالِ محبت و جانثاری کا ثبوت دیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے باہر ہونے کے باوجود ان کے پاس سے ہو کر چلے گئے۔ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ لیکن ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر جاتے نظر نہ آئے آنکھیں رکھنے کے باوجود سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ نہ سکے۔ صبح ہوئی تو دشمن دروازہ توڑ کر

(۱) نور الابصار:۸۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اندر داخل ہوئے کہنے لگے آج یہ نبی ہمارے ڈر سے باہر نہیں نکلے ورنہ یہ تو نمازِ تہجد کے لیے کب کے چلے گئے ہوتے ہیں۔ بستر بھی وہی اور اس میں آرام بھی وہی کر رہے ہیں انہوں نے جب سبز چادر کو اٹھایا تو دیکھا کہ یہ نبی اللہ ﷺ نہیں بلکہ علی ابن عمران رضی اللہ عنہ ہیں، دشمنوں نے کہا بتاؤ نبی ﷺ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا پہرہ تو ساری رات باہر کھڑے تلواریں لیے تم دے رہے تھے اور پوچھتے مجھ سے ہو۔ عجیب بات ہے۔ **وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ**۔ جب کفار نے یہ سنا تو تعجب ہوا کہ نبی اللہ ﷺ کدھر اور کس راستہ سے باہر نکلے ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ تمہارے پاس سے ہو کر گئے ہیں جب وہ لاجواب ہو کر چلے گئے پھر آپ کچھ روز بعد حضور اقدس ﷺ کے پاس پہنچ گئے اس عظیم واقعہ سے معلوم ہوا کہ ہجرت کی رات جبکہ کفار نے بڑی تعداد میں مسلح ہو کر بیتِ نبوی ﷺ کا محاصرہ کیا اور جان چلی جانے کا سخت خطرہ تھا ایسے نازک وقت میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بسترِ مصطفیٰ ﷺ پر سو کر ثابت کر دیا کہ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی خاطر اگر علی رضی اللہ عنہ کی جان بھی قربان ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔ حضرت علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کو اپنے بسترِ مبارک پر سلا کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے فرمایا جاؤ اس میرے رسول ﷺ کے علی رضی اللہ عنہ کے پاس جو میرے محبوب پر جان نثار و فدا کرنے کے لیے تیار ہیں ان کی حفاظت تم کرو۔

فَقَامَ جِبْرَائِيْلُ عِنْدَ رَأْسِهٖ وَمِيْكَائِيْلُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ يُنَادِيْ: بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ يُبَاهِيْ بِكَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ۔ (۱)

جبرائیل علیہ السلام آپ کے سر کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی جانب کھڑے ہو گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے واہ! واہ! اے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ آج کون تم جیسا خوش نصیب ہے؟ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے تمہاری اس جانثاری پر فخر فرما رہا ہے۔

اخوّتِ دنیا و آخرت بانبوت ﷺ اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کا آپس میں بھائی چارہ فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے آپ نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی تو عرض کیا حضور ﷺ آپ نے تمام کے ساتھ بھائی چارہ فرمالیا ہے اور مجھے کس کا بھائی بنایا ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنْتَ أَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ (۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

اس فرمان سے حضرت علی المرتضیٰ کو تسکین حاصل ہوئی لیکن اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ نبی کریم ﷺ عام بھائی کی مثل ہو گئے۔ جیسا کہ بعض جہلا نبی ﷺ کا مرتبہ ایک بھائی جیسا قرار دیتے ہیں بلکہ یہ تو سرورِ کونین ﷺ کا اپنے غلام کے ساتھ کمال محبت و شفقت کا اظہار تھا کہ انہیں یہ خصوصیت عنایت فرمائی ورنہ حضرت علی نے باوجودیکہ رشتہ میں آپ کے چچا زاد بھائی تھے اس فرمان عالیشان کے بعد بھی کبھی نبی کریم ﷺ کو بھائی کہہ کر نہیں پکارا۔

(۱) سمط النجوم العوالی، ۱: ۳۴۵ (۲) المستدرک ۳: ۱۵، ۱۶، رقم ۴۲۸۸، ۴۲۸۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مولائے کائنات سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت براء ابنِ عازب رضی اللہ عنہما اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس روز مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم میں قیام فرمایا غدیر کے معنی ہیں تالاب اور خم ایک جگہ ہے۔ جحفہ منزل سے تین میل دور اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع سے واپسی پر ہوا۔ اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے۔ اس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ ارشاد فرمایا اور

أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؛ قَالُوْا بَلَى. قَالَ أَلَسْتُ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؛ قَالُوْا: بَلَى قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ.(۱)

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو کیا میں مومنوں کے نزدیک ان کی جانوں سے بھی زیادہ نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا میں ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ اس کے نزدیک نہیں ہوں؟ سب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک۔ پھر آپ نے فرمایا: تو سن لو جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے۔ اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے۔ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس کو اپنا دشمن جان۔

اس حدیث کے آگے آتا ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا: اے علی رضی اللہ عنہ آج کے بعد آپ ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے محبوب ہو گئے ہیں۔

اس حدیثِ مبارکہ میں حضرت علی کی جو شان بیان فرمائی گئی ہے اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خصوصی قرب اور اہلِ ایمان پر آپ کی فضیلتِ شان واضح ہوتی ہے۔

لیکن یاد رہے کہ مولیٰ کے معنی نبی نہیں۔ بلکہ یہاں مولیٰ کے معنی مددگار کے ہیں جیسے فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ (التحریم:۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہارا مددگار ہوں اور جبرائیل علیہ السلام تمہارے مددگار ہیں اور نیک ایمان والے تمہارے مددگار ہیں اور دیگر فرشتے تمہارے مددگار ہیں۔ ایک اور آیتِ کریمہ میں آتا ہے إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ. (المائدہ:۵۵)

تمہارے مددگار نہیں ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ لفظ مولیٰ اور ولی دونوں مددگار کے معنی میں ہیں اگر معنی دوست کیا جائے تو دوست بھی وہی ہوتا ہے جو مددگار ہو۔ آیتِ قرآنی اور اس حدیث کی روشنی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مومنین کے مولا ہیں۔ مولا علی رضی اللہ عنہ کے لفظ سے بعض جہلا گھبرا جاتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا جس کا میں مولیٰ اس کا علی رضی اللہ عنہ مولیٰ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(واقعہ) وہ مومن نہیں جس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس دو آدمی کسی دیہات سے لڑتے ہوئے آئے آپ نے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ان کا جھگڑا سن لیجئے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یہ کیا فیصلہ کریں گے؟ یہ الفاظ سننے تھے کہ

(۱) مسند احمد بن حنبل ۴:۲۸۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو گریبان سے پکڑ لیا خَوْشَبَ اِلَیْهِ عُمَرُ وَاَخَذَ بِتَلْبِیْبِهٖ وَقَالَ وَیْلَكَ مَا تَدْرِیْ مَنْ هٰذَا هٰذَا مَوْلَاكَ وَمَوْلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ مَن لَّمْ یَكُنْ مَوْلَاهُ فَلَیْسَ مُؤْمِنٌ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچا آپ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں یہ علی ہیں جو تیرے مولا اور ہر مؤمن کے مولیٰ ہیں جس کے یہ مولیٰ نہیں وہ مومن نہیں ہے (۲)

بارگاہ نبوت میں بھنا ہوا گوشت اور سیّدنا علی المرتضیٰ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْ عَلَيَّ أَحَبَّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ يَاكُلُ مَعِيْ مِنْ هٰذَا الطَّيْرِ (۳)

اے میرے اللہ میرے پاس تو اس شخص کو بھیج دے جو تجھے اپنی مخلوق میں سے زیادہ پیارا ہو کہ وہ میرے ہاتھ سے یہ پرندے کا گوشت کھائے۔

آپ نے کسی کو پیغام نہ دیا اور نہ ہی کسی کا نام لیا بلکہ خود بارگاہِ رب العزت میں دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ جو تجھے زیادہ پیارا ہے اس کو بھیج تا کہ میں اس کے ساتھ یہ بھنا ہوا گوشت کھاؤں تو پس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو پھر آپ نے ان کے ساتھ گوشت کھایا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو کتنے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ نے پھر انہی کو بھیجا جو اس کا پیارا تھا۔ یہ واقعہ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ کی فضیلتِ شان پر دال ہے۔

عطائے علمِ فتحِ خیبر

محبوبِ خدا و پیارے مصطفیٰ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کی فتح سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں یہ جھنڈا کل اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ خیبر فتح فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس کے ساتھ محبت رکھتے ہوں گے۔

جب اصحاب نے زبان نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے یہ جملے سنے تو سبھی اپنی اپنی جگہوں پر سوچتے رہے کہ ہم تو سب اللہ اور اس کے رسول کی محبت رکھتے ہیں اور یقیناً اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ وہ کون شخص ہے جس کی یہ خصوصیت بیان فرمائی گئی اور اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اصحابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بڑا تفکر کا مسئلہ بن گیا۔ بالآخر

(۱) صواعق محرقہ ص ۱۷۷ (۲) الریاض النضرۃ ۳: ۱۲۸ (۳) مسند بزار ۹: ۲۸۷ رقم ۳۸۴۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سب اس انتظار میں ہیں کہ کب صبح ہو اور دیکھیں کہ وہ کون سی شخصیتِ عظمیٰ ہے جس کے متعلق یہ نشانی بیان فرمائی گئی ہے۔ آگے حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ أَنْ يُعْطِيَنَا

پس جب صبح ہوئی تو سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور اس انتظار میں رہے کہ جھنڈا ہم کو ملے گا۔

یعنی اپنے اپنے دلوں میں سب یہ آس لیے ہوئے تھے کہ جھنڈا مجھ کو ملے گا چنانچہ سب حاضر ہو گئے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ عَلِيٌّ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟

لوگوں نے عرض کیا حضور ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ اس درد اور تکلیف کی وجہ سے وہ نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا ان کو بلا کر لاؤ۔ جب علی المرتضیٰ بحالت درد آنکھ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے تو:

فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ حَتّٰى كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ۔ (۱)

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اسی وقت آنکھ کی تکلیف جاتی رہی گویا کبھی ہوئی ہی نہیں تھی پھر آپ نے فتحِ خیبر کا علم (جھنڈا) علی المرتضیٰ کے ہاتھ میں عنایت فرمایا۔

ثابت ہوا کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم وہ شخصیت ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام نے محبت رکھی اور خیبر کی فتح کا جھنڈا بھی ان ہی کے ہاتھ میں آیا ان کی شان و عظمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نگہبانِ اہلِ بیتِ نبی ﷺ:

ابنِ اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ ہمارے ساتھ نہ جائیں اور ازواجِ مطہرات و اولاد کی نگہبانی کے لیے ہی ٹھہرے رہیں۔ یاد رہے کہ ماسوا تبوک کے باقی تمام غزوات میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شریک ہوئے اور اعلیٰ و نمایاں خدمات سرانجام فرمائیں۔ لیکن اس موقع پر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت نہ دی اور ازواج و اولاد کی نگہداشت پر مقرر فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى غَيْرَ أَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (۲)

اے علی رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تمہارا مقام میرے نزدیک وہی ہو جو مقام ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی اے علی رضی اللہ عنہ تم میں اور ہارون علیہ السلام میں اتنا ہی فرق ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے نائب بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ تم میرے نائب ہو لیکن نبی نہیں ہو تو کیا تم کو نائب ہونے کی خوشی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ نماز کی امامت کے لیے مدینہ طیبہ میں آپ علیہ السلام نے عبد اللہ ابنِ ام مکتوم کو مقرر فرمایا اور گھر والوں اور مدینہ طیبہ والوں کی نگہبانی کے لیے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر مقرر فرمایا تھا۔

(۱) صحیح مسلم ۳:۱۸۷۲، رقم ۲۴۰۶ (۲) السنن الکبریٰ ۵:۱۲۴، رقم ۸۴۴۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

محبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور محبت اللہ و رسول ﷺ:

طبرانی نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَحَبَّنِي فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِي وَمَنْ اَبْغَضَنِي فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰه (١)

جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت رکھی اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھے گا اور جس نے علی کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا اور جس نے میرے ساتھ بغض کر لیا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا۔

معلوم ہوا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت عینِ ایمان ہے اور ان کی محبت سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کی دلیل ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کے پیارے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو حاصل ہوگی جو ان سے محبت کرتا ہے کیونکہ بغض و عنادِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نفاق اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض اور غضبِ خداوندی کی دلیل ہے۔

اطاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اطاعت الرسول ﷺ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِي فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ اَطَاعَ عَلِيًّا فَقَدْ اَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَا عَلِيًّا فَقَدْ عَصَانِي (٢)

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

معلوم ہوا کہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نافرمانی مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی نافرمانی ہے۔

مومن اور منافق کی علامت

حضرت زر بن جیش راوی ہیں کہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو چیرا اور ہر جان کو پیدا کیا۔ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يُحِبُّنِي اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يَبْغِضُنِي اِلَّا مُنَافِقٌ (٣)

کہ مجھے (یعنی علی سے) محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن، اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

معلوم ہوا کہ حبِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علامتِ ایمان ہے اور بغض علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علامتِ نفاق۔

(١) مستدرک حاکم ٣: ١٣٠ (٢) مستدرک حاکم ٣: ١٣١ رقم ٤٦١٧ (٣) صحیح مسلم ١: ٨٦ رقم ٧٨

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اجازت در مسجد بحالتِ جنابت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یُّجْنِبُ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ (۱) اے علی میرے اور تیرے سوا کسی شخص کو مسجد میں جنابت کی حالت میں آنے کی اجازت نہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونے کی اجازت عنایت فرمائی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے کسی اور کو اس حالت میں مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔

شامل در عبادت ذکر و زیارتِ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ وَذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ میرے علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے اور علی کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جن کا ذکر کیا جائے تو عبادت میں شامل ہے اور اگر ان کے چہرہ کی زیارت نصیب ہو جائے تو یہ بھی عبادت ہے۔ یاد رہے کہ عام طور پر سوال کیا جاتا ہے۔

کہ حضرت علی کو کرم اللہ وجہہ الکریم کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب اس مذکورہ حدیث سے مل گیا کہ ان کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے اس لیے آپ کو کرم اللہ وجہہ الکریم کہا جاتا ہے۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم پر گرمی و سردی بے اثر:

احمد نے حضرت عبد الرحمن بن لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم گرمیوں میں کپڑے گرم اور سردیوں میں کپڑے سرد پہنا کرتے تھے آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا جب مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ دہن آنکھ پر لگایا تو ساتھ ہی یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ علی سے سردی اور گرمی دور کر دے اس روز سے نہ مجھے سردی محسوس ہوئی اور نہ گرمی (۲)

معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اقدس سے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس تکلیف سے محفوظ فرما دیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شدید سردی اور سخت گرمی دونوں انسان برداشت نہیں کر سکتا۔

حبِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گناہوں کو کھا جاتی ہے:

حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

حُبُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ تَاْکُلُ الذُّنُوْبَ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

ثابت ہوا کہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت ہمارے گناہوں کو دھونے کا بہترین سبب ہے۔

(۱) جامع ترمذی ۵:۶۳۹ رقم ۳۷۲۷ (۲) نزہۃ المجالس بمشکوٰۃ شریف (۳) الریاض النضرۃ ۳:۷:۲۸۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

واقعۂ خیبر اور فاتحِ خیبر حیدرِ کرار سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

یہودیوں کا ایک بہت بڑا قلعہ تھا جس کو خیبر کہا جاتا تھا۔ حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے دن سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا سخت جنگ ہونے کے باوجود کامیابی نہ ہوئی پھر آپ نے سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا لیکن کچھ کامیابی نہیں ہو سکی لڑائی خوب ہوئی لیکن خیبر فتح نہ ہوا تیسرے روز حضور آقائے دو جہان علیہ السلام نے اعلان فرمادیا کہ میں کل یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ یہ نصیب اور قسمت اب جس کے حق میں تھی اسی کو خیبر کی فتح کا علم ملنا تھا۔ چنانچہ آپ نے فتح خیبر کا علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ دیا اور فرمایا اس خداداد قوت کے علمبردار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس قلعۂ خیبر کو فتح کریں گے آپ یہ جھنڈا لے کر قلعۂ خیبر کے پاس پہنچے اور وہ جھنڈا قلعہ کے پاس گاڑ دیا اور خود ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں ڈھال تھامی یہودیوں نے جب قلعہ سے جھانکا تو کہنے لگے یہ کون بہادر ہے جس نے یہاں آکر فتح کا علم بلند کر دیا ہے آپ نے فرمایا میں علی ابنِ عمران رضی اللہ عنہ ہوں یہودیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ نام علی رضی اللہ عنہ سن کر گھبرا گئے اور کہنے لگے قسم ہے ہم کو اس سے پیشتر تو ہم مغلوب نہ ہوئے لیکن جو شخص آج مسلمانوں کی طرف سے آیا ہے یہ ہم کو مغلوب کر دے گا۔ اور خیبر کا بہت بڑا مضبوط قلعہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

سب سے پہلے خیبر کا مشہور بہادر یہودی حارث نامی جو مرحب کا بھائی تھا چند ساتھیوں کے ساتھ آیا اور حیدرِ کرار سے کہنے لگا آؤ میرا مقابلہ کرو۔ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دو ساتھیوں کو اس کے مقابل بھیجا لیکن وہ شہید ہو گئے پھر سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں آئے تو آپ نے اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے ٹکڑے کر دیے جب مرحب کو پتہ چلا تو وہ آگ بگولا ہوا اور انتقامی کارروائی کے لیے دہرے فولادی خول سر پر رکھ کر اور دہری تلواریں ہاتھوں میں لیے اور دہری زرّہ فولادی پہن کر شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آیا اور اپنے بہت بڑے وزنی بھالہ فولادی کو اٹھا کر کہنے لگا تم جانتے ہو میں کون ہوں تمام خیبر مجھے جانتا ہے اور اپنی طاقت و بہادری پر یہ شعر کہا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرَ اِنِّیْ مَرْحَبٌ
شَاكِی السِّلَاحَ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ

خیبر والے خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں سلاح پوش فنِ جنگی میں ماہر طاقت و شجاعت میں مشہور ہوں۔

اِذَا السُّيُوْفُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ
وَاَحْمَعَتْ عَنْ صَوْلَتِ الْمُغَلَّبِ

جب معرکہ جنگ میں شیر آتے ہیں اور آگ کے شعلے بھڑکاتے ہیں تو اس وقت اسی مرحب کے حملہ غالب سے پیچھے بھاگ جاتے ہیں۔

ابھی تک تو یہودی مرحب شعر پڑھ پڑھ کر اپنی تعریف کرتا جا رہا ہے اور سامانِ فولادی لے کر بے بس ہو کر شعروں کی بوچھاڑ شروع کر رکھی ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے شعر سن رہے ہیں کہ یہ بجائے حملہ کرنے یا مجھ اکیلے کو مارنے کے یہ کیا کر رہا ہے اب یہ سوائے شعروں کے اور کرے گا بھی کیا اب پھر شعر:

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خَلَتْ حِمَايَ أَبَدًا لَا تَقْرُبُ
أَطْعَنُ أَحْيَانًا وَ حِينًا أَضْرِبُ

میرے خوف سے میرے کوئی قریب نہیں آتا میں کبھی تلوار اور کبھی نیزہ کے ایک وار سے کام تمام کر دیتا ہوں۔

ظالم شعروں سے اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ کو اپنی شان بتا رہا ہے۔ پھر یہ شعر کہا:

إِنِّي أَغْلِبُ الدَّهْرَ فَإِنِّي أَغْلَبُ
وَالْقِرْنُ عِنْدِي بِالدِّمَاءِ مُخَضَّبُ

اگر سارا زمانہ مغلوب ہو جائے تو بھی میں غالب آتا ہوں اور میرا مدِ مقابل خون میں رنگا ہوا ہے۔

دیکھا اس شعر میں کہتا ہے کہ اگر سارا زمانہ مغلوب ہو جائے تو میں غالب آتا ہوں اور یہ جو میرے مقابل ہے یہ تو خون میں رنگین پڑا ہے۔ جب اسد اللہ حیدر کرّار نے اس کے شعر سنے تو آپؓ نے فرمایا یہ ظالم بھی جانتا ہے کہ میں کون ہوں پھر بھی اپنی تعریفوں کے پل باندھ رہا ہے۔

آپ نے میدان میں اس کے مقابل جا کر یہ اشعار پڑھے۔

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ
كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهُ الْمَنْظَرَهْ

میں وہ ہوں کہ جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے اور شیر کی طرح مہیب اور ہیبت ناک ہوں۔

أَكِيلُكُمْ بِالسَّيْفِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ
أَضْرِبُكُمْ ضَرْبًا يُبِينُ الْفَقَرَهْ

میں تلوار کے ایک وار سے تم کو ناپوں گا کہ تم کس پانی میں ہو اور تمہیں اگر میری ایک بھی پڑ گئی جو کہ بصورتِ ناپ ہو گی تو وہ تمہارے ٹکڑے کر دے گی۔

وَأَتْرُكُ الْقِرْنَ بِقَاعٍ جُزُرَهْ
أَضْرِبُ بِالسَّيْفِ رِقَابَ الْكَفَرَهْ

میں نیزے کے وار سے زمین میں گاڑ دیتا ہوں اور تلوار سے کافروں کے پرخچے اڑا دیتا ہوں اتنے میں پھر آپ کے اور اس کے درمیان مقابلہ شروع ہوا۔ شاہِ مرداں شیرِ یزداں امام الائمہ حیدر کرّار اللہ کی تلوار ذوالفقار کا ایک ہی وار شعر پڑھ پڑھ کر لاف زنی کرنے والے اس مرحب پر پڑا اور تلوار کی ضرب نے اس کے سر کے دہرے اور بھاری خود کو کاٹتے ہوئے اس کے منہ کو چیر کر رکھ دیا۔ یعنی جس طرح گرما کو کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ اس ضرب کے کھڑکے نے قلعہ کے یہودیوں کو ہلا کر رکھ دیا جب دیکھنے آئے تو دیکھا کہ ہمارا سب سے بڑا بہادر مرحب دو ٹکڑے ہوا پڑا ہے۔

پڑی شمشیر جس پر کر دیے ٹکڑے برابر کے
یہ ادنٰی سی کرامت تھی علی کی تیغ براں کی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مرحب کے مارے جانے پر یہودی مسلح ہو کر اسلام کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ دونوں طرف سے خوب تلواریں چلیں۔ جس سے آپ کی ڈھال ہاتھ سے گر کر گھمسان میں گم ہو گئی۔ لڑتے لڑتے جب انتہا ہو گئی تو شیرِ خدا حیدر کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے قلعہ خیبر کا لوہے کا بہت وزنی دروازہ اپنے ایک ہاتھ سے پکڑ کر ہلایا اور اکھاڑ کر قلعہ کی دیوار سے باہر رکھ دیا اور خیبر فتح ہو گیا اور قلعہ کی بلندی پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور خیبر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا خیبر کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ شیر خدا حیدر کرار فاتحِ خیبر نے ہی ہم کو اسلام کے قبضہ میں دیا اب اس وزنی لوہے کے دروازہ کو ستر مسلمان مل کر ہلانا چاہیں تو وہ حرکت میں نہ آئے وہ حیران ہوئے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے کس طرح اسے اکھاڑا اور پھر اٹھا کر علیحدہ کر دیا ابو رافع کہتے ہیں کہ ہم چالیس آدمیوں نے مل کر ہلانا چاہا لیکن خیبر کا وزنی دروازہ ہم سے ہل نہ سکا آپ سے پوچھا گیا یہ کیا بات ہے۔ علامہ رازی علیہ الرحمہ آپ کا جواب نقل کرتے ہیں سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَيْبَرَ بِقُوَّةٍ جَسَدَانِيَّةٍ وَلٰكِنْ بِقُوَّةٍ رَبَّانِيَّةٍ [1]

اللہ کی قسم! میں نے بابِ خیبر کو جسمانی قوت سے فتح نہیں کیا بلکہ قوتِ ربانی سے اٹھایا۔

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارُ

اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یوں فرمایا اور کیا خوب فرمایا:

شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پرتو دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

سیّدنا مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر، مقام صہبا پر ڈوبا ہوا سورج واپس:

حضرت اسماء بنتِ عمیس زوجہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ فتح خیبر سے واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ صہبا (ایک راستہ کی منزل) پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ ظہر ادا فرمائی اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لیے کہیں بھیجا۔ اسی دوران نمازِ عصر کا وقت بھی آ گیا اور پھر آپ نے نمازِ عصر ادا فرمائی اس کے بعد سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا سر انور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حرکت تک نہ کی تاکہ میرے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آرامِ اقدس میں خلل نہ آئے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ کیا تم نے نمازِ عصر پڑھی ہے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اب سورج غروب ہو گیا ہے لیکن تم نمازِ عصر وقت پر ہی ادا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ. قَالَتْ اَسْمَاءُ فَرَاَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَاَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَمَا

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ یہ علی رضی اللہ عنہ تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں تھا تو اس پر سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ وہ سورج جو

(۱) تفسیر الکبیر ۲۱:۷۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

غَرَبَتْ حَتّٰی وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْاَرْضِ — غروب ہو چکا تھا وہ غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا یہاں تک کہ پہاڑوں اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی۔

ثُمَّ قَامَ عَلِیٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتْ وَذٰلِكَ فِي الصَّهْبَا۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے پھر آپ نے وضو کیا اور نمازِ عصر پڑھی پھر سورج غروب ہو گیا اور واقعہ مقامِ صہبا کا ہے (مشکل الآثار: ۳۳۸) حضرت سیدنا امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

تاجدارِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۃ العلم اور سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ باب مدینۃ العلم

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (۱) — میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کے دروازہ ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کے دروازہ ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام علوم کے سرچشمہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات ہے۔

دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَ بَابٍ يُفْتَحُ كُلُّ بَابٍ اِلٰى اَلْفِ بَابٍ (۲) — مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے ہزار باب دیے اور ہر باب سے آگے علم کے ہزار باب کھلتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باب مدینۃ العلم کا یہ حال تھا۔

كَانَ قَدْ مُلِئَ جَوْفُهُ حِكَمًا وَ عِلْمًا وَ بَأْسًا وَنَجْدَةً مَعَ قَرَابَتِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۳) — کہ ان کی ذات علم و حکمت، قوت و شجاعت کا خزانہ عظیم تھی اور یہ قرابتِ رسول کا صدقہ تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے:

عَلِيٌّ غَيْبَةُ عِلْمِيْ۔ — میرا علی رضی اللہ عنہ میرے علمی بھید کا خزانہ ہیں۔

(۱) ترمذی، مشکوٰۃ، حاکم (۲) سیر اعلام النبلاء ۸: ۲۶ (۳) (الاستیعاب ۳: ۱۱۳۰)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کی خبر بابِ مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ روایت کرتے ہے کہ میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں بیٹھا تھا اور اپنے کانوں سے سنا اور دیکھا کہ آپ نے فرمایا:

سَلُوْنِیْ فَوَاللهِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ یَکُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اِلَّا حَدَّثْتُکُمْ بِهٖ (۱)

مجھ سے سوال کرو اللہ کی قسم! قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس کی خبر دے دوں گا۔

حضرت مسلم بن اوس رضی اللہ عنہ و جاریہ بن قدامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنِّیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ دُوْنَ الْعَرْشِ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ عَنْهُ (۲)

مجھے کھو دینے سے قبل مجھ سے سوال کرو ما دون العرش کسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں کیا جائے گا مگر میں اس کی خبر دوں گا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ تابعی فرماتے ہیں:

لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ یَقُوْلُ سَلُوْنِیْ اِلَّا عَلِیًّا (۳)

اصحاب میں سے سوائے سیّدنا علی المرتضیٰ کے کسی نے ایسا نہ کہا کہ پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے میں تم کو خبر دوں گا۔

ثابت ہوا کہ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم قیامت تک کے احوال کی خبر رکھتے تھے اور بالاتفاق آپ علوم کے بحرنا پیدا کنار ہیں اور تمام علم کی نہریں انہی کے چشمہ سے چلی ہیں۔ ولی، قطب، غوث، ابدال، اوتاد، درویش، قلندر اور سالک سب آپ ہی کے باجگزار ہیں۔ قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی آپ ہی کے شجرِ طریقت کی شاخیں ہیں۔ شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کے میدانوں میں سرگرداں آپ ہی کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

ذات او دروازۂ شہر علوم
زیر فرمانش حجاز و چین و روم

آپ کی ذات علوم کے شہر کا دروازہ ہے۔ حجاز و چین اور روم آپ کے زیرِ فرمان ہیں۔

خزائنِ قرآن و تفسیر و حدیث اور حوضِ کوثر پر قرآن و علی رضی اللہ عنہ کی معیت:

معجم در اوسط اور تاریخ الخلفاء میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ وَلَا یَفْتَرِقَانِ حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ (۴)

علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں جدا نہ ہوں کہ یہاں تک کہ مجھ سے حوضِ کوثر پر آ ملیں گے۔

(۱) (کنز العمال ۶:۴۰۵) (۲) کنز العمال ۶:۴۰۵
(۳) کنز العمال ۶:۴۰۵ (۴) مستدرک حاکم ۳:۱۳۴، رقم ۴۶۲۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ابنِ سعد رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا نَزَلَتْ اٰيَةٌ اِلَّا وَقَدْ عَلِمْتُ فِيْمَا نَزَلَتْ وَاَيْنَ نَزَلَتْ وَ عَلٰى مَنْ نَزَلَتْ اِنَّ رَبِّيْ وَهَبَ لِيْ قَلْبًا عَقُوْلًا وَ لِسَانًا نَاطِقًا (۱)

خدا کی قسم! مجھے ہر ایک آیت کا شانِ نزول اور کہاں نازل ہوئی اور کس کے حق میں نازل ہوئی سب کچھ معلوم ہے کیونکہ میرے رب نے مجھے قلب اور عقل اور زبانِ ناطق عطا فرمائی ہے۔

حضرت ابنِ سعد رضی اللہ عنہ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَلُوْنِيْ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اٰيَةٍ اِلَّا وَ قَدْ عَرَفْتُ بِلَيْلٍ نَزَلَتْ اَمْ بِنَهَارٍ اَمْ فِيْ سَهْلٍ اَمْ فِيْ جَبَلٍ (۲)

جس کسی نے قرآن کے متعلق پوچھنا ہو وہ مجھ سے پوچھ لے کیونکہ کوئی آیت ایسی نہیں جو مجھے معلوم نہ ہو کہ یہ دن میں نازل ہوئی یا رات میں میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

مذکورہ بالا روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ بابِ مدینۃ العلم سیّدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم قرآن حکیم کے سب سے بڑے عالم تھے کوئی آیت مکی ہو یا مدنی، سفری ہو یا حضری، ناسخ ہو یا منسوخ محکم ہو یا متشابہ، لیل کی ہو یا نہار کی، آپ سب کو جاننے والے تھے اور ہر آیت کو منشائے خداوندی کے مطابق جانتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو خود قرآن نے راسخ العلوم فی القرآن کا لقب بخشا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوری شب بسم اللہ کے حرف با کی تفسیر شروع فرمائی۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی آپ نے فرمایا اگر اور رات ہوتی تو بیان کرتا۔ واللہ یہ سمندر سے قطرہ بھی بیان نہیں کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں کہ اگر میں سورت فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو ستر اونٹ کتابوں سے لادے جائیں مگر تفسیر سورت فاتحہ ختم نہ ہو سکے (۳)

حضرت سرکار مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رکاب میں ایک پاؤں رکھتے اور دوسرا پاؤں دوسری رکاب میں رکھنے تک پورا قرآن پڑھ کر ختم فرما لیتے۔ اللہ اللہ یہ شانِ کرامت کمال تھی۔

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ مَا مِنْهَا حَرْفٌ اِلَّا لَهٗ ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَاِنَّ عَلِيًّا عِنْدَهٗ مِنَ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ

قرآن سات قراتوں میں نازل ہوا اور ہر حرف جو ہے اس کے ایک ظاہری اور دوسرے باطنی معنی ہیں اور ہر حرف کے ظاہر و باطن کا علم سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ہے۔

یہ ہے خاموش قرآن اور وہ قرآنِ ناطق ہیں
نہ ہوں جس دل میں یہ اس میں نہیں قرآن کا رشتہ

(۱) طبقات ابن سعد ۳۸۸:۲ (۲) طبقات ابن سعد ۳۸۸:۲ (۳) سیرت حلبیہ ۶۵:۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

واقعہ میراث اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن:

ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میری میراث کا ایک جز فلاں شخص کو دے دینا۔ اس کے انتقال کے بعد جز کے تعین میں اختلاف ہوا جب فیصلہ نہ ہو سکا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ساتواں حصہ دے دو کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا ہے:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۔

اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے(۱)

معلوم ہوا کہ مسئلہ میراث کے موقعہ پر مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم سے جواب دے کر اختلاف ختم کر دیا اور مسئلہ میراث حل فرما دیا۔

لڑکے کی ماں کی پہچان اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں دو عورتوں نے بچے جنے۔ رات اندھیری تھی ایک کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور ایک کے ہاں لڑکی دونوں میں جھگڑا اس بات پر ہوا کہ ہر ایک کہتی تھی کہ لڑکا میں نے جنا ہے آخر کار دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لائی گئیں ہر ایک یہی کہتی تھی کہ لڑکے کی ماں میں ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَاَمَرَ كُلَّ وَاحِدَةٍ اَنْ تَحْلِبَ لَبَنَهَا شَيْئًا ثُمَّ وَزَنَ اللَّبَنَيْنِ فَرَجَحَ اَحَدُهُمَا فَحَكَمَ لِصَاحِبَةِ الرَّاجِحِ بِالصَّبِيِّ فَقِيْلَ مِنْ اَيْنَ اَخَذْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ (۲)

تم دونوں تھوڑا تھوڑا دودھ چھاتیوں سے نکال کر دو برتنوں میں رکھو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ نے دونوں دودھوں کو تولا تو ایک وزنی اترا فرمایا جس کا دودھ وزنی ہے لڑکا اسی کا ہے یہ فیصلہ سن کر لوگوں نے دریافت کیا یا حضرت آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا تو فرمایا

قرآن کی اس آیت سے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

اس آیت میں یہ بھی استدلال ہے کہ خدا نے مرد کو ہر چیز میں فضیلت دی ہے حتی کہ غذا میں بھی پس میں نے اس حقیقت کے پیش نظر سوچا تھا کہ لڑکے کی ماں کا دودھ ضرور وزنی ہوگا۔

معلوم ہوا کہ ایسے مشکل ترین موقعہ پر بھی سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآن عظیم سے کیسی عقدہ کشائی فرمائی ہے ایسے دقیق مسائل کا حل قرآن سے پیش کرنا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ آپ قرآن حکیم کے ہر راز سے واقف تھے اور یہی صفت راسخون فی العلم والوں کی ہے۔

یہودی کی کھودی داڑھی اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن:

ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی۔ ٹھوڑی پر چند ایک گنتی کے بال تھے اور حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی مبارک بہت گھنی اور بھری ہوئی تھی ایک دن وہ یہودی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا۔ اے علی رضی اللہ عنہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں جمیع علوم

(۱) المناقب: ۳۴ (۲) نزہۃ المجالس ص ۱۸۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہیں اور تم باب مدینۃ العلم ہو تو بتاؤ قرآن میں کیا تمہاری گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ہے۔ لو سنو۔ قرآن میں آتا ہے۔

اَلْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا۔ (۱)

یعنی جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل۔

تو اے یہودی! وہ اچھی پاکیزہ زمین میری ٹھوڑی ہے جس سے خوب گھنے بال داڑھی اگے ہیں اور خراب و پلید زمین تیری ٹھوڑی ہے جس سے کوئی اگتا ہے تو مشکل سے۔ سبحان اللہ (مناقب اسد اللہ)

معلوم ہوا کہ سرکار باب مدینہ علم نے ثابت کر دیا کہ قرآن میں جمیع علوم موجود ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔

یاد رہے کہ داڑھی کا رکھنا اور مونچھوں کا کٹوانا یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بھی سنت ہے روایات شاہد ہیں کہ سیّدنا علی المرتضیٰ کی داڑھی مبارک بھری ہوئی اور گھنی تھی اور آپ کی مونچھیں پست تھیں اور سیّد عالم علیہ السلام کی صحیح حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللِّحَىٰ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ

مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کون سا لشکر ہے تو آپ نے فرمایا اس قوم کی بڑی نشانی یہ تھی۔

فَقَالَ لَهُ قَوْمٌ حَلَقُوا اللِّحْيَةَ وَفَتَلُوا الشَّوَارِبَ (۲)

یہ وہ قوم تھی جو داڑھی چٹ کرا دیتے تھے اور مونچھوں کو لمبا رکھتے تھے اس قوم کی صورتیں بھی مسخ کر دی گئیں۔

سیّدنا امام جعفر صادق علیہ السلام سے داڑھی کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کی مقدار کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

تَقْبِضُ بِيَدِكَ وَتَجُزُّ مَا نَقَلَ (۳)

داڑھی کی مقدار بقدر ایک مشت رکھو اور اس سے زائد کاٹو۔

بلکہ حیات القلوب میں تو یہاں تک بھی بیان ہے۔

از سنتہائے ابراہیم است، شارب را گرفتن و ریش را بلند داشتن (۴)

داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کٹوانا سنتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

امام الائمۃ العظام ہادی انام سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ اصلی نشان ہے کہ داڑھی مبارک گھنی اور بھرپور اور مونچھیں پست۔ ان کے نقشہ کو اپنانا لازمی ہے۔

علوم و قضاء و فقہ و حکمت اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ترمذی اور مشکوٰۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

میں حکمت کا شہر ہوں اور حکمت کے شہر کے دروازہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۱) الاعراف ۷:۵۸ (۲) اصول کافی ۲۸۱ (۳) فروع کافی ۲:۵۳ (۴) حیات القلوب ۱:۱۲۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے جب یمن کی طرف اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ یمن کی طرف بھیجتے ہیں اور میں ایک ناتجربہ کار آدمی ہوں۔ معاملات طے کرنے نہیں جانتا۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَهْدِ قَلْبَهٗ وَ ثَبِّتْ لِسَانَهٗ فَوَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ مَا شَكَكْتُ فِيْ قَضَاءٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ (۱)

الٰہی اس کے قلب کو روشن کر دے اور اس کی زبان کو استقلال مرحمت فرما دے۔

اللہ کی قسم پھر اس روز کے بعد مجھے تمام معاملات طے کرنے میں کبھی بھی دشواری پیش نہ آئی۔

حضرت ابوہریرہ وابنِ مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے:

عَلِيٌّ اَقْضَانَا عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَقْضٰى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ عَلِيٌّ .

بے شک ہم میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ میں علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ معاملہ فہم کوئی نہیں تھا۔ (۲)

مذکورہ بالا احادیث وروایاتِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ حضرت پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے اپنی حکمت کا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دروازہ فرمایا ہے اور آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ اسی فیضِ نبوت کا صدقہ تھا کہ آپ فقیہہ فی الدین اور امام الحکمت کی شان سے نوازے گئے کوئی مشکل مسئلہ ہی کیوں نہ ہوا سے صرف حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی حل فرمایا کرتے تھے۔ عظیم المرتبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اکثر دشواری اور مشکل کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جواب اور مشورہ لیا کرتے تھے اس لیے کہ آپ کا جواب ومشورہ دانائی، حکمت سمجھداری اور عقل پر مبنی ہوا کرتا تھا۔

عیسائی عالم پادری کے سوالات اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جوابات:

سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں نجران کا ایک یہودی عالم اسلام پر اعتراضات کرنے کے لیے چند سوالات سوچ کر آیا۔ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خلیفۃ المؤمنین کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے اجازت طلب کی۔ اس وقت حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی عالم کو اپنی عدالت میں آنے کی اجازت دے دی۔ جب یہ یہودی اندر داخل ہوا تو حضرت امیر المؤمنین سے خطاب کر کے عرض کرنے لگا۔ میں چند سوالات کرنے آیا ہوں۔ اجازت ہو تو بیان کروں اور آپ ان کا جواب دیں امیر المؤمنین نے فرمایا ہاں اپنے سوال بیان کرو۔

۱۔ آپ کا قرآن جنت کا کچھ ایسا طول وعرض بیان کرتا ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ کا قرآن کہتا ہے کہ جنت کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہوگا یہ بتلایئے کہ جب جنت اتنی بڑی ہوگی تو دوزخ کہاں واقع ہوگی؟

۲۔ وہ کیا چیز ہے جو میوہ ہائے جنت کی مثل ہے؟

۳۔ آسمان کا کوئی قفل ہے؟

۴۔ زمین پر سب سے پہلے کس کا خون گرا تھا؟

(۱) مستدرک حاکم ۳: ۱۳۵ (۲) تاریخ الخلفاء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ اس کے چاروں سوالوں کے جواب دیجئے۔
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی وقت یہودی سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے اے یہودی اپنے جملہ سوالات کے جوابات سن لے اور اگر دل چاہے تو نوٹ کرلے۔ تم نے قرآن پاک کی اس آیت پر اعتراض کیا ہے کہ جب جنت کا عرض زمین وآسمان کے برابر ہے تو دوزخ کہاں واقع ہوگا۔ یہودی مجھے اس بات کا جواب دو کہ جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے۔ اور جب دن آتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے۔ پادری یہ جواب باصواب ہی سن کر حیران رہ گیا۔ آپ نے فرمایا یہودی تمہارا دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو میوہ ہائے جنت کی مانند ہے۔ آپ نے فرمایا وہ قرآن ہے۔ کہ تمام مخلوق اس سے استفادہ کرنا چاہے تو بھی اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی۔ گویا جنت کے میوہ جات بھی اسی طرح کے ہیں۔
یہودی تمہارا تیسرا سوال یہ ہے کہ آسمان کا قفل کیا ہے فرمایا وہ قفل شرک ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا جائے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ قفل کی مفتاح (کنجی) کلمہ شہادت ہے جس کی پرواز ورسائی فرش سے عرش تک ہے۔
یہودی تمہارا چوتھا سوال یہ ہے کہ زمین پر سب سے پہلے خون کس کا گرا۔ آپ نے فرمایا تمہارا یہ گمان ہے کہ چمگادڑ کا خون سب سے پہلے زمین پر گرا۔ یہ غلط ہے سب سے پہلے خون حضرت حوا کا تھا جو حضرت ہابیل کی ولادت کے وقت زمین بوس ہوا تھا۔
یہودی نے کہا بخدا سچ ہے۔ مگر میرے ایک سوال کا جواب اور دیجئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا آخری سوال بھی پوچھ لو تاکہ تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہے کہنے لگا بتایئے خدا کہاں پر ہے؟ حضرت مولائے کائنات نے متبسم ہوکر فرمایا۔
یہی سوال میں نے اپنے آقا مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا اور اپنی آنکھوں کے سامنے یہ منظر دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ فرشتہ نے کہا ساتویں آسمان کا مکین ہوں اور اپنے رب کے پاس سے آیا ہوں۔ پھر دوسرا فرشتہ آیا۔ آپ نے اس سے بھی یہی سوال کیا کہ کہاں سے آرہے ہو اس نے کہا اپنے رب کے پاس سے ساتویں طبق زمین سے آرہا ہوں پھر اس کے بعد ایک فرشتہ مغرب سے آیا اور ایک مشرق سے آیا دونوں سے یہی سوال کیا گیا۔ انہوں نے بھی جواب دیا کہ ہم اپنے رب کے پاس سے مغرب اور مشرق سے آرہے ہیں۔
پس اے یہودی! اللہ تعالیٰ یہاں بھی ہے وہاں بھی ہے، زیرِ زمین بھی ہے۔ بالائے آسمان بھی ہے۔ پس وہ کون سی جگہ ہے کون سی جہت جہاں وہ نہیں۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔
یہودی عالم حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام المشارق والمغارب باب مدینۃ الحکمت کے یہ جوابات سن کر اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ (۱)

یہودی عالم کے سات سوال اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جوابات

ایک یہودی عالم نے جس کا نام مفر تھا نے ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ میرے چند سوالوں کے جواب دیجئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو، پوچھا بتایئے:
۱۔ وہ کون سا فرد ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں؟
۲۔ وہ کون سی عورت ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں؟

(۱) مطالب السوال، ص: ۱۴۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۳۔ وہ کونسا مرد ہے جس کی ماں تو ہے باپ نہیں؟

۴۔ وہ کون سا پتھر ہے جس نے جانور جنا ہے؟

۵۔ وہ کون سی عورت ہے جس نے ایک ہی دن میں تین گھڑیوں میں بچہ جن دیا؟

۶۔ وہ کون سے دو دوست ہیں جو آپس میں کبھی دشمن نہ بنیں گے؟

۷۔ وہ کونسے دو دشمن ہیں جو آپس میں کبھی دوست نہ بنیں گے؟

حضرت مولائے مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا سنو۔

۱۔ وہ مرد جس کا نہ باپ ہے نہ ماں وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

۲۔ وہ عورت جس کا نہ باپ ہے نہ ماں وہ حوا علیہا السلام ہیں۔

۳۔ وہ مرد جس کی ماں ہے اور باپ نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۴۔ وہ پتھر جس نے جانور جنا ہے یہ وہ پتھر ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیدا ہوئی۔

۵۔ وہ عورت جس نے ایک ہی دن میں تین گھڑیوں میں بچہ جنا وہ حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ جن کو ایک گھڑی میں حمل ٹھہر گیا۔ دوسری گھڑی میں دردزہ پیدا ہوئی اور تیسری گھڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۶۔ وہ دو دوست جو کبھی آپس میں دشمن نہ بنیں گے۔ وہ جسم اور روح ہیں۔

۷۔ وہ دو دشمن جو آپس میں کبھی دوست نہ بنیں گے۔ موت اور حیات ہیں۔

مفر یہودی نے یہ سن کر عرض کیا۔ واقعی اے مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ: آپ نے بالکل صحیح جواب دیئے۔ اور واقعی آپ باب مدینۃ العلم ہیں۔ (۱)

تقسیمِ حصہ اور علمِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

دو آدمی ہم سفر تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین کھانے کا وقت آیا تو راستے میں دونوں ایک جگہ ٹھہرے اور وہ روٹیاں اکٹھی کر کے دونوں مل کر کھانے بیٹھے اتنے میں ایک تیسرا شخص بھی آ گیا انہوں نے اس سے کہا آؤ بھائی جان کھانا حاضر ہے۔ اس شخص نے یہ دعوت قبول کر لی اور وہ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا اور پھر تینوں نے وہ روٹیاں مل کر کھائیں کھانا کھا لینے کے بعد وہ تیسرا شخص آٹھ روپے ان کو دے گیا اور کہہ گیا کہ آپس میں بانٹ لینا۔ چنانچہ جب وہ دونوں ان آٹھ روپوں کو بانٹنے لگے تو پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں میں پانچ روپے لیتا ہوں اور تیری تین تھیں تو تین لے۔ تین روٹیوں والا کہنے لگا ایسا کیوں؟ بلکہ یہ روپے آدھے تیرے اور آدھے میرے۔ ہم دونوں نے مل کر روٹی کھائی ہے اس لیے دونوں کا حصہ بھی برابر ہو گا۔ دونوں میں تکرار بڑھ گئی اور پھر دونوں اپنے اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچے۔

(۱) اسد اللہ الغالب، ص: ۳۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سارا واقعہ سن کر تین روٹیوں والے سے فرمایا کہ اگر تمہیں تین روپے ملتے ہیں تو تین ہی لے لو۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے ورنہ اگر حساب کر کے لوگے تو تمہارے حصہ میں صرف ایک ہی روپیہ آتا ہے وہ حیران ہو کر بولا بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے مجھے یہ حساب سمجھا دیجئے تو میں ایک روپیہ ہی لے لوں گا۔

قَالَ لِاَنَّ الثَّمَانِيَةَ اَرْبَعَةٌ وَ عِشْرُوْنَ ثُلُثًا لِصَاحِبِ الْخَمْسَةِ عَشَرَ وَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَقَدِاسْتَوَيْتُمْ فِي الْاَكْلِ فَاَكَلْتَ ثَمَانِيَةً مَا بَقِيَ لَهُ سَبْعَةٌ وَاَكَلَ الثَّالِثُ ثَمَانِيَةً سَبْعَةٌ لِصَاحِبِكَ وَوَاحِدٌ لَكَ فَقَالَ رَجُلٌ رَضِيْتُ الْاٰنَ.

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ، نے فرمایا اچھا سنو۔ تمہاری تین روٹیاں تھیں اور اس تمہارے ساتھی کی پانچ کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تم کھانے والے تین تھے اور تم آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرو تو چوبیس ٹکڑے بنتے ہیں اور اب چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں میں تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے۔ آٹھ تم نے آٹھ تمہارے ساتھی اور آٹھ تمہارے مہمان نے اب سنو تمہاری تین روٹیاں تھیں۔ ان تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں ان پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں اور تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا۔ جو مہمان نے کھایا لہٰذا ایک روپیہ تمہارا۔ تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اس کے سات ٹکڑے بچے جو مہمان نے کھائے لہٰذا سات روپے اس کے یہ فیصلہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔ اور مجبوراً اسے ایک ہی روپیہ لینا پڑا۔ اور دل میں کہنے لگا کہ تین ہی لے لیتا تو اچھا تھا۔ (۱)

ایک نوجوان، اس کی ماں اور فیصلہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں ایک نوجوان آیا۔ اور عرض کیا یا امیر المؤمنین مجھ میں اور میری ماں میں فیصلہ فرما دیں۔ میری ماں نے باوجود اس کہ مجھے نو ماہ شکم میں رکھا بعد اس کے اپنی گود میں دو سال دودھ پلایا اور جب میں جوان ہوا تو اس نے مجھے گھر سے نکال دیا اور کہتی ہے تم میرے بیٹے نہیں ہو۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی ماں کو بلایا۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں اس عورت کو اس کے چار بھائیوں اور چالیس مصنوعی گواہوں سمیت لایا گیا جو اس بات کی قسم کھاتے تھے کہ یہ عورت اس نوجوان کو جانتی بھی نہیں بلکہ یہ نوجوان جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے۔ نوجوان نے عرض کیا امیر المؤمنین اللہ کی قسم یہ میری ماں ہے آپ نے عورت سے کہا۔ بتا کیا درست ہے کہنے لگی امیر المؤمنین واللہ میں اس نوجوان کو نہیں جانتی۔ میں ابھی تک کنواری ہوں۔ شادی نہیں کرائی تو بچہ کیسے جن سکتی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا گواہ پیش کر سکتی ہو تو چالیس گواہ عورت کی حمائت میں بولے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں اب فیصلہ

(۱) الاستیعاب: ۳:۵۷، کنز العمال ۵:۸۹۸

کرتا ہوں۔ جس کو میرا اللہ پسند کرے گا۔ کیوں عورت تیرا کوئی ولی ہے؟ کہنے لگی یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا بتاؤ میرا فیصلہ تمہارے لیے اور تمہاری بہن کے لیے قابلِ قبول ہوگا، چاروں بھائی بولے کیوں نہیں آپ کا فیصلہ قبول ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ نے فرمایا واللہ میں نے خدا اور حاضرین کی موجودگی میں بلاشک اس عورت کو اس نوجوان کے ساتھ بیاہ دیا مہر چار سو نقد درہموں سے۔ اے قنبر میرے مال سے چار سو نقد درہم اس نوجوان کو دو۔ نوجوان نے درہم لے لیے آپ نے فرمایا اپنی عورت کی گود میں ڈال دو۔ اور چلے جاؤ اب میرے پاس اس حالت میں آنا کہ تجھ میں غسل کا اثر ہو (یعنی بعد مباشرت و غسل کے) نوجوان یہ ارشاد سن کر اٹھا اور درہم عورت کی گود میں ڈال دیے۔

عورت چلا کر بولی یا امیر المؤمنین جہنم جہنم۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ مجھ کو میرے فرزند سے بیاہ دیں۔ میرے بھائیوں نے مجھے ایک کمینے آدمی سے بیاہ دیا جس میں یہ فرزند پیدا ہوا۔ پھر جب یہ بالغ ہوا تو بھائیوں نے مجھے کہا کہ اس کی فرزندگی سے انکار کر کے اس کو گھر سے نکال دو۔ اللہ کی قسم یہ میرا فرزند ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اور اپنے بیٹے کو گھر لے جاؤ۔ (مناقب اسد اللہ)

زن حاملہ بالزنا اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا۔ لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے رجم کا ارادہ کیا اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا معاملہ اس طرح ہے آپ فیصلہ دیں کہ کیا کرنا چاہیے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا چھ ماہ کے بعد بھی بچہ پیدا ہو سکتا ہے وہ کس طرح؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ فرمایا قرآن میں ہے کہ: وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا بچہ حمل میں رہنے اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔ اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس ہے۔ وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ لہٰذا چوبیس ماہ دودھ چھڑانے اور چھ ماہ حمل میں رہنے کے پورے تیس ماہ ہوئے نیز یہ مجنونہ اور مرفوع القلم ہے۔

فَتَرَكَ عُمَرُ رَجْمَهَا وَقَالَ لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہوئے اور اس عورت کو رجم نہ کیا اور فرمایا اگر آج علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا کہ بے گناہ عورت کا سنگسار ہونا میرے لیے ہلاکت کا سبب بن جاتا۔ (۱)

ایک عورت سے دو آدمیوں کا فریب اور فیصلہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

دو آدمیوں نے ایک قریشی عورت کے پاس سو دینار کی امانت رکھی اور کہا جب تک ہم دونوں اکٹھے تیرے پاس نہ آئیں یہ امانت ہم میں سے کسی ایک کو نہ دینا۔ ایک سال گزر گیا اُن میں سے ایک نے عورت سے آ کر بیان کیا کہ میرا دوست مر گیا ہے لہٰذا یہ امانت مجھے دے دے۔ عورت نے سو دینار اسے دے دیے۔ ایک سال گزرنے کے بعد دوسرا شخص آیا اور کہا سو دینار مجھے دے دے۔ اس نے کہا تیرا دوست میرے پاس آیا تھا اس کا خیال تھا کہ تم مر چکے ہو چنانچہ وہ مجھ سے امانت لے گیا ہے۔ اس نے کہا کیا ہمارا وعدہ نہ تھا کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں تو کسی ایک کو امانت نہ دینا۔ اس مرد اور عورت میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام روداد سن کر سمجھ گئے کہ ان دونوں مردوں نے عورت کے ساتھ مکر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

اَلَيْسَ قُلْتُمَا لَا تَدْفَعِيْهَا اِلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا دُوْنَ صَاحِبِهٖ قَالَ بَلٰى قَالَ فَاِنَّ مَالَكَ عِنْدَنَا اِذْهَبْ فَجِئْ بِصَاحِبِكَ حَتّٰى تُدْفَعَهَا لَكُمَا

کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں تم یہ مال کسی کو نہ دینا کہا ہاں تو آپ نے فرمایا تمہارا حال ہمارے سامنے ہے جا اور اپنے ساتھی کو لا اور دونوں اپنا مال لے جاؤ۔ (۲)

(۱) الاستیعاب ج ۲ ص ۴۷۴ (۲) نزہۃ المجالس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک بچہ اور دعویدار دو عورتیں، فیصلہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا امام المسلمین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں دو عورتوں میں ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا ان میں سے ہر عورت اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ مقدمہ حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ کے پاس پیش کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کوئی ایک آدمی میرے پاس بلا لاؤ۔ تاکہ اس بچہ کے دو ٹکڑے کر دے۔ ایک حصہ ایک عورت کو دے دو اور دوسرا حصہ دوسری عورت کو دے دیا جائے۔

لڑکے کی ماں چلا کر کہنے لگی۔ حضور آپ اس لڑکے کے دو ٹکڑے نہ کروائیں یہ سالم بچہ اس عورت (یعنی دوسری دعویٰ دار) کو ہی دے دیں۔ دوسری عورت کہنے لگی نہیں واقعی ہی دو ٹکڑے کر دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسی وقت وہ بچہ اس عورت کی گود میں ڈال دیا جو یہ کہتی تھی کہ خدارا اس کے ٹکڑے نہ کروانا۔ یہ دلیل تھی اس کی کہ یہی لڑکے کی اصل ماں ہے۔ اور وہ جھوٹی اور دشمن ہے جو کہتی ہے کہ ہاں اس کو کاٹ کر برابر ٹکڑے کر دیں۔ لہٰذا جس کا بیٹا تھا اس کی گود میں دے دیا گیا۔ (مناقب اسد اللہ)

بحالتِ احرام شتر مرغ کے انڈوں کا استعمال اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کیا ہم لوگوں نے احرام کی حالت میں شتر مرغ کے انڈے کھائے ہیں اب اس کا حل کیا ہے؟ حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اب اس کا حل یہ ہے کہ انڈوں کے برابر نوجوان باکرہ اونٹنیوں کے ساتھ نر اونٹوں کو ملائیں۔ جب ان سے بچے پیدا ہوں تو ان کی قربانی کریں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اونٹ کا نطفہ کبھی فاسد بھی ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان کی تعداد کیونکر ٹھیک رہے گی۔ حضرت مولا علی نے فرمایا کبھی انڈا بھی تو گندہ ہو جاتا ہے۔ (ایضاً)

اسلامی سن ہجری اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جمع کر کے فرمایا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اسلامی سن جاری کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں چاہیے کہ اسلامی سن کی ابتداء ہجرت نبوی کے تاریخی واقعہ سے کی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے یہ رائے بہت پسند کی اور اسلامی سن ہجری جاری کر دیا گیا۔ (ایضاً)

عجیب الخلقت بچہ اور فیصلہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا امام جلیل امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ عہدِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ میں لوگ ایک لڑکے کو لائے جس کے دو سر، دو پیٹ، دو پاؤں، چار ہاتھ، ایک قبل اور ایک دبر تھی۔ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا۔ اس کا فیصلہ کریں آپ نے فرمایا جب یہ بچہ سو جائے تو تم لوگ زور سے شور و غل کرو۔ اگر جاگتے وقت اس کے دونوں سر ایک ہی ساتھ حرکت کریں تو سمجھ لو کہ یہ ایک ہے اور اگر ایک جنبش کرے اور دوسرا نہ کرے تو جان لو کہ دو ہیں اور اسی لحاظ سے وراثت تقسیم کی جائے۔ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے۔ اے ابوالحسن خدا آپ کے بغیر مجھے نہ رکھے۔ (ایضاً)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک عورت کا مسئلہ میراث اور جواب سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی جب کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک پاؤں رکاب میں رکھے ہوئے تھے۔عورت نے عرض کیا یا امیر المؤمنین میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے۔مگر لوگوں نے مجھے صرف ایک دینار دیا ہے میں آپ کے پاس اپنے حق اور انصاف کے لیے درخواست لے کر آئی ہوں۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا۔تمہارے بھائی کی دو بیٹیاں رہ گئیں ہوں گی۔اس نے کہا ہاں۔آپ نے فرمایا :ثلث یعنی چار سو دینار ان کے لیے ہوئے اور تیرے بھائی کی ماں بھی ہوگی۔جس کو سدس یعنی سو دینار پہنچے۔پھر اس کی بیوی بھی ہوگی جسے ثمن یعنی پچھتر دینار ملے آپ نے فرمایا کیا تمہارے بارہ بھائی ہیں؟ عورت نے کہا ہاں۔آپ نے فرمایا چوبیس دینار بھائیوں کو ملے۔پس تمہارا حق صرف ایک دینار کا ہے تم اپنا حق لے چکی ہو۔(ایضاً)

مسئلۂ جائیداد اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ایک روز مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد کے منبر شریف پر تشریف فرما تھے۔ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی یا امیر المؤمنین میری لڑکی کا شوہر فوت ہو چکا ہے اور ترکہ میں اس کا حصہ آٹھواں ہے لیکن میرے داماد کے وارث اسے نواں حصہ دیتے ہیں فرمایا: داماد دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے جواب فرمایا اس کے ماں باپ بھی تو زندہ ہیں۔اس نے عرض کیا ہاں۔فرمایا اس لحاظ سے تمہارے بیٹی کا آٹھواں حصہ ہے اب نواں حصہ بن گیا۔اس لیے تجھے اس سے زیادہ نہیں مانگنا چاہیے۔(ایضاً)

علمِ نحو اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

یہ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایجاد کیا ہوا ہے آج مدینۃ العلم کے اس عظیم احسان پر عالمِ اسلام نہایت ممنون ہے اور کسی کو اس کا انکار نہیں کیونکہ اہلِ عرب کو اپنی زبان کی صحت میں غیر عرب کو عربی سیکھنے میں علمِ نحو کی ضرورت ہے۔معمولی سے معمولی عربی کے طالب علم کو علمِ نحو کی ضرورت پڑتی ہے پھر فارسی اور اردو زبان کا علم نحو بھی عربی علمِ نحو سے لیا گیا ہے اس لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا احسان ہوا۔چنانچہ علومِ نحو کے بارہ میں کثرت سے روایات آتی ہیں۔

ابوالاسود دائلی روایت کرتے ہیں۔کہ میں ایک روز حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔میں نے آپ کو متفکر دیکھ کر عرض کیا حضور آج پریشان سے نظر آرہے ہیں آپ نے فرمایا۔

میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں لغات کے اندر تبدل شروع ہو گیا ہے۔اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ عربیت کے اصول کے اندر کچھ قواعد منضبط کر دوں تاکہ زبان اپنی حیثیت سے نہ گرے میں نے کہا اگر ایسا کر دیں تو آپ کا بہت احسان ہوگا اور آپ کے بعد ہمیشہ یہ اصول باقی رہیں گے۔تین روز کے بعد جو میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرے سامنے ایک لکھا ہوا کاغذ رکھا جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد لکھا ہوا تھا۔کلام کی تین قسمیں ہیں۔اسم، فعل، حرف۔اسم، وہ ہے جو اپنے مسمیٰ کی خبر دے اور فعل وہ ہے جو اپنے مسمیٰ کی حرکت کی خبر دے۔اور حرف وہ ہے جو ایسے معنی بتائے جو نہ اسم ہوں نہ فعل۔پھر فرمایا اس کا تتبع کرو اور جو مناسب ہو اضافہ کرو۔پھر آپ نے فرمایا اشیاء تین قسم کی ہوتی ہیں۔ظاہر، مضمر اور ایک شے جو نہ ظاہر ہو اور نہ مضمر۔ابوالاسود کہتے ہیں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں پھر چلا آیا اور میں نے بھی کچھ جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کیا منجملہ ان کے حروف ناصبہ بھی میں نے لکھے تھے جو یہ تھے۔ اَنَّ۔ اِنَّ۔ لَیْتَ۔ لَعَلَّ۔ کَاَنَّ آپ نے فرمایا لٰکِنَّ بھی تو حرف ناصبہ ہے۔ اس کو کیوں ذکر نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا میں نے اسے حرف ناصبہ نہیں سمجھا تھا آپ نے فرمایا نہیں وہ بھی حرف ناصبہ ہے۔ (۱)

علمِ ریاضی اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

علمِ ریاضی میں آپ کو اعلیٰ مہارت حاصل تھی جب کسی نے کوئی سوال کیا اسی وقت جواب فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ کوفہ کی جامع مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے کسورِ تسعہ کا مخرج دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اپنے سال کے دنوں کو ہفتہ کے دنوں سے ضرب دو۔ اہلِ عرب کے نزدیک سال تین سو ساٹھ دنوں کا ہوتا ہے سات سے اگر ضرب دیں تو ۲۵۲۰ ہوتے ہیں۔ کسورِ تسعہ کا مخرج بھی یہی ہے (۲)

سترہ اونٹ کا مسئلہ اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تین آدمی آئے عرض کیا سترہ اُونٹ ہیں۔ ہم تینوں آدمی شریک ہیں۔ ایک کا نصف دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا نواں حصہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ اونٹ اس طرح تقسیم کر دیجئے کہ کاٹنا نہ پڑے۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ ان کا جواب دیجیے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بیت المال سے ایک اونٹ منگاؤ۔ اب اٹھارہ ہو گئے تو جس کا نصف حصہ تھا اسے نو اور جس کا تہائی حصہ تھا اسے چھ اور جس کا نواں حصہ تھا دو اونٹ دے کر باقی اونٹ بچا۔ اسے بیت المال واپس کر دیا۔ تینوں شخص خوش ہو گئے (۳)

غرضیکہ حضرت مولا علی المرتضیٰ تمام علوم کے بحرِ بے کنار تھے اور اسی لیے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (۴) میں علم کا شہر ہوں اور علی دروازہ یہ سب فیض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ تھا۔

علمِ قرآن، علمِ تفسیر، علمِ حدیث، اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر، علمِ فقہ، علمِ حکمت، علمِ کتابت، علمِ ریاضی، علمِ تصوف، علمِ اشعار علمِ منطق، علمِ فلسفہ، علمِ صرف، علمِ نحو، علمِ فصاحت، علمِ بلاغت، علمِ خطابت، علمِ قضا، علمِ ظاہر، علمِ باطن، ان سب علوم کے آپ سرتاج تھے جس نبی کے ایک غلام کے علم کی یہ شان ہے کیا ان کے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر یہ دروازہ علم کا حال ہے تو جو شہرِ علم ہے، اب آپ خود فیصلہ کر لیں۔

خریدا ہوا مکان واپس اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس ایک شخص آیا۔ عرض کیا حضور میں نے ایک مکان خریدا ہے آپ مجھے اس کا بیع نامہ لکھ دیں آپ نے فرمایا میں تمہیں لکھ دیتا ہوں لیکن لکھنے سے پہلے مجھ سے یہ سن لو کہ میں جو تحریر کروں گا اس بیع نامہ تحریری کو تم پسند بھی کرو گے یا کہ نہیں۔ اس نے عرض کیا ہاں حضور آپ فرمائیں کس طرح کا مضمون لکھیں گے۔ آپ نے فرمایا لو سنو:

(۱) تاریخ الخلفاء: ص ۷۱۲، سطر ۳ (۲) مناقب و تاریخ الخلفاء: ص ۷۱۲، سطر: ۳
(۳) مناقب اسد اللہ (۴) مستدرک، ۳: ۱۳۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اِشْتَرَی مَغْرُوْسٌ مِنْ مَغْرُوْرٍ دَارًا لَا بَقَاءَ لَهَا وَ لَا لِعَا مِلِهَا وَهِیَ فِی سِكَّةِ الْغَافِلِیْنَ اَلْحَدُّ الْاَوَّلُ الْمَوْتُ وَالْحَدُّ الثَّانِیْ فِی الْقَبْرِ وَالْحَدُّ الثَّالِثُ الْحَشْرُ وَ الْحَدُّ الرَّابِعُ غَیْرُ مَعْلُوْمٍ اِمَّا الْجَنَّةُ اَوِ النَّارُ (۱)

دھوکا کھانے والے نے ایک مکان دھوکا دہی سے خریدا مکان والا نہیں ہے اور وہ مکان غفلت کے محلہ میں ہے اور اس کا حدود اربعہ اس طرح ہے۔ پہلی حد اس کی موت ہے اور دوسری قبر اور تیسری حشر اور چوتھی حد اس کی یہ معلوم نہیں کہ وہ جنتی ہے یا کہ جہنمی۔

جب سیّدنا مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ مضمون بیع نامہ کا سنایا تو اس کے دل پر ایسا اثر ہوا۔ عرض کیا حضور اب میں مکان قطعاً نہیں خریدوں گا اب میں اسی مکان کو خریدوں گا جس کی بقاء کا آپ نے ذکر کیا وہ ہے جنت اور اسی مکان اخروی کی حدودِ اربعہ کا لحاظ رکھوں گا۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خوش طبعی اور حاضر جوابی:

ایک مرتبہ سرکار سیّدنا آقائے دو جہاں علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں باغِ رسالت کے پھول سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ کہ کھجوروں کا طباق پڑا ہوا تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اجازت فرمائی کہ لو کھجوریں کھاؤ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ سب کھجوریں کھا رہے تھے کہ تدبیر یہ سوچی کہ سب کھجوریں کھا کھا کر خالی گٹھلیاں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھتے جاؤ۔ جب خوب کھجوریں کھائی گئیں تو گٹھلیوں کا ڈھیر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لگ گیا۔ سب یہ منظر دیکھ کر خوب محظوظ ہوئے اور حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسکرائے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج کھجوریں بہت زیادہ کس نے کھائی ہیں؟ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا معلوم تو بظاہر یہی ہو رہا ہے کہ اس وقت تمام کھجوریں میرے علی رضی اللہ عنہ نے ہی کھائی ہوں گی۔ کیونکہ گٹھلیاں انہی کے پاس ہیں۔

باب مدینۃ العلم نے شہرِ مدینۃ العلم سرورِ کائنات سے عرض کیا حضور مجھے اجازت دیجئے میں ان کا جواب دوں۔ امام الانبیاء نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ ہاں آپ ضرور جواب دیں۔

عرض کیا حضور! اگر ایسا ہی ہے تو میں تو بھلا کھجوریں کھاتا رہا اور گٹھلیوں کو رکھتا گیا اور یہ سب گٹھلیوں سمیت ہی کھجوریں کھا گئے ہیں۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور باغِ رسالت کے پھول خوب ہنسے۔ آپ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ انہوں نے ہنسنے کے لیے ہی ایسا کیا تھا۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ اصحاب کے ساتھ خوش طبعی لاجواب کرتے ہیں (۲)

معلوم ہوا کہ اصحاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آپس میں خوش طبعی کے لیے بہترین مذاق فرماتے جو تمام بیہودہ باتوں سے پاک ہوتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو حاضر جوابی میں ملکہ حاصل تھا۔

حاضر جوابی، خوش دلی کا ایک اور واقعہ:

ایک مرتبہ سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے ساتھی سیّدنا ابوبکر صدیق اور دوسرے ساتھی سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکٹھے کسی جگہ جا رہے تھے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دائیں جانب اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بائیں جانب اور درمیان میں مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا قد مبارک بڑا تھا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا قد مبارک ان دونوں سے چھوٹا تھا۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بَیْنَنَا کَالنُّوْنِ فِی لَنَا ہم دونوں کے درمیان اس طرح ہیں جیسے لفظِ لَنَا میں نون۔ یعنی ہم دونوں

(۱) المطالب (۲) المطالب ص: ۹۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

درازقد ہیں ان کا قد اس طرح ہے جیسے لنا میں نون۔ سیّدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہنس کر فرمایا اچھا تو پھر میرا جواب بھی سن لو لَوْ لَمْ اَکُنْ بَیْنَکُمَا لَکُنْتُمَا لَا۔ اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم لا ہو جاتے لا کے معنی ہیں نہیں۔ یعنی تم دونوں نہیں رہتے۔ یہ میرے نون ہونے کا صدقہ ہے کہ تم دونوں ہو لنا سے اگر نون نکل جائے تو صرف لا رہ جاتا ہے اور لا نفی پر دلالت کرتا ہے (ایضاً)

باب مدینۃ العلم کا یہ علمی جواب سن کر دونوں اصحاب بہت خوش ہوئے اور حیران ہوئے کہ مولائے کائنات نے عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصحاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اتنا پیار رکھتے کہ اکثر ہنستے اور وہ ایسا پاک مذاق کرتے جس میں بیہودہ بات نہ ہوتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بابِ مدینۃ العلم کو حاضر جوابی کا وہ ملکہ حاصل تھا۔ جس کی مثال آپ خود تھے۔

میاں بیوی، ماں بیٹا: علمِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حرام سے بچالیا:

جب حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کوفے میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگوں نے پناہ لی۔ ان میں ایک نوجوان بھی اس لشکر میں شامل ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس نوجوان نے عرب سے آئی ہوئی ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ اس کے دوسرے روز نمازِ فجر کے بعد آپ نے ایک شخص کو بلا کر فرمایا کوفہ کے فلاں محلہ میں جاؤ اور فلاں مکان میں ایک مرد اور ایک عورت آپس میں لڑ رہے ہوں گے یہ نشانی ہے ان کی کہ وہ ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کر رہے ہوں گے۔ تم ان دونوں کو میرا نام لے کر بلا لاؤ۔ وہ آدمی حکم کے مطابق جب اس محلہ میں گیا تو واقعی وہی طرزِ عمل اور اسی نشاندہی پر وہ ان کے مکان تک پہنچ گیا ان کو جا کر کہا کہ تمہیں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلا رہے ہیں۔ وہ اسی وقت اٹھے اور دونوں مرد و عورت حاضرِ خدمت ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے عورت اور مرد مجھے یہ بتاؤ ساری رات اور اب دن چڑھ گیا ہے تم آپس میں کیوں لڑتے رہے؟ اس شخص نے عرض کیا حضور! یہ میری بیوی ہے اور کل اس کے ساتھ میرا نکاح ہوا۔ جب آپس میں ملنے کا وقت آیا تو اس نے مجھ سے نفرت کی۔ اور پھر مجھ کو بھی اس بات پر نفرت ہوئی اسی طرح ایک دوسرے کو طعنے دیتے ساری رات گزر گئی اور صبح بھی یہی چکر رہا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بات ہے جو تم لڑتے جھگڑتے رہے ہو۔ اب میں علیحدہ بات کرتا ہوں۔ آپ نے اس عورت کو یہ فرمایا کیا تم جانتی ہو کہ یہ نوجوان کون ہے؟ عرض کیا حضور قطعاً پتہ نہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ پر ایک بات ظاہر کرتا ہوں اگر وہ سچی ہو تو انکار نہ کرنا۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے اور اس کو برا بھی محسوس نہ کرنا۔ اس عورت نے اقرار کیا کہ حضور جھوٹ نہیں کہوں گی۔ سیّدنا بابِ مدینۃ العلم نے فرمایا کیا تو فلاں آدمی کی بیٹی ہے؟ کہنے لگی ہاں فرمایا تمہاری ماں کا یہ نام تھا؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا کیا تیرا ایک رازدار نہ تھا اور تم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہ تھی؟ عورت نے کہا درست ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا باپ اس سے تیرا نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ عورت نے کہا ہاں، فرمایا پھر تیرے باپ نے اس کو اپنے پڑوس سے بھی نکال دیا تھا۔ عورت نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر تو ایک رات قضائے حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلی اور وہ تمہاری انتظار میں تھا اور تم اس کو جا کر ملی تھی اور پھر اس سے وہ حرکت یعنی وطی کی اور تو حاملہ ہو گئی۔ پھر تم نے اپنے حمل میں جو تھا اسے چھپایا اور تیری ماں کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی اور وضعِ حمل کے وقت وہ تجھ کو اپنے ساتھ لے کر رات کو باہر نکلی اور تجھے لڑکا ہو گیا۔ اور تم نے کپڑے میں لپیٹ کر وہیں رکھ دیا اور خود وہاں سے چلی آئی کہ ایک کتا آیا اور اس کو سونگھنے لگا۔ تجھے خیال آیا کہ اس کو کھا نہ جائے تو نے کتے کو مارا لیکن وہ بچہ کو لگ گیا اور اس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ تو نے اور اس نے اسی وقت وہاں پہنچ کر اس کے سر پر پٹی باندھی اور پھر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وہیں چھوڑ کر تم دونوں گھر چلی گئیں کیا معلوم کہ وہ کہاں گیا اور اسے کیا ہوا۔

امام الائمہ باب مدینۃ العلم سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے گزشتہ کئی سالوں کا یہ واقعہ سن کر عورت سخت حیران ہوئی۔ ایک طرف آپ کا بیان اور دوسری طرف اس وقت عورت نے عرض کیا حضور جیسا آپ نے فرمایا ہے بالکل درست ہے بعینہ ایسا ہی ہوا ہے۔ ایک بات بھی بلکہ ایک لفظ بھی غلط نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا سن لو۔ پھر جب صبح ہوئی تو فلاں قوم کے لوگ اس جگہ سے گزرے تو انہوں نے کپڑے میں رکھا ہوا بچہ دیکھا تو وہ اس کو اٹھا کر لے گئے اور پھر وہ وہاں پرورش پا کر جوان ہوا اور ان کے ساتھ کوفے آیا اور پھر تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا گیا۔ یہ تیرا وہی لڑکا ہے۔ پھر آپ نے اس نوجوان سے فرمایا اپنا سر کھول اس نے سر سے کپڑا اُتارا تو زخم کا نشان موجود تھا آپ نے فرمایا خدا کا شکر کرو کہ تم نے وطی نہیں کی تم ماں اور بیٹا ہو۔

هٰذَا ابْنُكِ قَدْ عَصَمَهُ اللّٰهُ مِمَّا حَرَّمَ فَخُذِيْ وَلَدَكِ (۱) فرمایا یہ تمہارا بیٹا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کام سے بچالیا ہے جو حرام تھا۔ اپنے بیٹے کو لے۔

ناظرین! علمِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وسعت ملاحظہ فرمائیں کہ کئی سال پہلے کا واقعہ پیش کرتے ہوئے کس طرح مرد و عورت کی اصلاح فرمائی۔

کراماتِ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک شخص نے چوری کی اور آپ کے روبرو پیش کیا گیا آپ نے اس سے فرمایا کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے اپنی چوری کا اقرار کیا۔ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹ دیا۔ جب ہاتھ کٹوا کر واپس چلا گیا تو راستہ میں حضرت سلمان فارسی اور ابن الکراء یہ دو حضرات ملے تو انہوں نے اس طرح کٹا ہوا ہاتھ دیکھ کر کہا تمہارا یہ ہاتھ کس طرح کٹا تو اس شخص نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں نے چوری کی تھی اور امیر المؤمنین، امام الائمہ، امام المتقین اس طرح کے القابات نہایت تعظیم و تکریم سے لے کر کہا کہ اس عظیم ہستی نے میرا ہاتھ کاٹا ہے۔ تو وہ حضرات بصورت تعجب اس شخص سے کہنے لگے کہ تو نے اتنی تعریفات کا اظہار کیوں کیا؟ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میں ان کی اعلیٰ درجہ کی عزت کرتا ہوں۔ اور جب میں نے غلطی کی تو انہوں نے مجھے شرعی سزا پر میرا لحاظ نہ کرتے ہوئے جو مجھے سزا دی اس پر خوش ہوا ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ سزا دے کر خدا کے عذاب و غضب سے بچالیا ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کی میرے ساتھ اور کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟ لہٰذا ان کی تعریف کروں گا وہ تعریف کے لائق ہیں۔ ان دونوں حضرات نے اس شخص کی بات سیّدنا امام الائمہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو جا کر بیان کی۔ آپ نے فوراً اس شخص کے خلوصِ دینیہ کو دیکھ کر بلوا بھیجا۔ جب وہ بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اپنے قطع کیے ہوئے ہاتھ کو بازو کے ساتھ رکھو اس نے اس کو ساتھ ملا کر رکھ دیا۔

وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى سَاعِدِهٖ وَغَطَّاهُ بِمِنْدِيْلٍ وَ دَعَا بِدَعَوَاتٍ فَسَمِعْنَا صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ اِرْفَعِ الرِّدَاءَ عَنْ يَدِهٖ فَرَفَعْنَا ○ فَالْيَدُ قَدْ بَرَأَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَجَمِيْلِ صُنْعِهٖ

اور اس کا ہاتھ اس کے پہنچے پر رکھ کر رومال سے ڈھانپ کر آپ نے دعا فرمائی تو ہم لوگوں نے آسمان سے یہ آواز سنی کہ رومال کو ہاتھ سے اٹھاؤ تو جب ہم نے رومال ہاتھ سے اٹھایا تو اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے درست ہو گیا۔ (۲)

(۱) والتکریۃ العلیا، ص: ۱۱۳ (۲) طبقات کبریٰ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک ایسا شخص حاضر کیا گیا جس کا دائیں ہاتھ سوکھا ہوا اور ناکارہ ہو گیا تھا حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی آپ کی دعا مانگنے کی دیر تھی کہ اس شخص کا ہاتھ درست ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک حدیث سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کی تو ایک شخص نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو میں جو کہوں گا وہ ہو جائے گا وہ کہنے لگا کہ دیکھ لیتے ہیں کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اتنے میں آپ نے دعا فرمائی یا اللہ جو جھوٹا ہے اس کی آنکھوں کی بینائی اٹھا دے یہ کہنا تھا کہ اسی وقت وہ شخص اندھا ہو گیا۔ فَلَمْ یَبْرَحْ حَتّٰی ذَھَبَ بَعْدَہٗ (۱) وہ ہمیشہ اسی طرح اندھا ہی رہا۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا بارہ ہزار کا لشکر آ رہا ہے کسی نے آزمائش کے لیے جب لشکر کی آمد ہوئی تو راستہ میں بیٹھ کر گنتی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ لشکر کی تعداد پوری بارہ ہزار ہوئی اور ذرا کم و بیش نہ ہوئی۔ اس شخص نے حاضر ہو کر کہا حضور مولا علی رضی اللہ عنہ آپ نے بارہ ہزار تعداد فرمائی تھی واقعی پورے بارہ ہزار آدمی تھے (۲)

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن و محامد کا مجموعی ذکر:

عبادت:

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عبادتِ خدا، ریاضتِ نفس اور خضوع و خشوع میں خاص مقام حاصل تھا۔ کمسنی سے ہی اپنا دل خدا کی یاد میں اپنی جان راہ خدا میں اور اپنی زبان ذکرِ خدا میں لگا دی۔ ساری ساری رات اللہ کے حضور رکوع و سجود میں صرف فرما دیتے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبادتِ خداوندی کرنے میں خاص قرب حاصل تھا۔ آپ کے دل میں خوفِ خدا کا بہت گہرا اثر تھا۔ اور پیشانیٔ اقدس پر سجدوں کی کثرت سے نشان پڑ چکا تھا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ عبادت میں اعلیٰ خصوصیات کی بنا پر ہی آپ کے نام نامی کے ساتھ کرم اللہ وجہہ الکریم کا لقب استعمال کیا جاتا ہے (۳)

نماز:

شیرِ خدا اسد اللہ الغالب نمازِ پنجگانہ کی نہایت پابندی کرتے تھے غزوات میں شریک ہو کر بھی آپ نے کبھی بغیر جماعت کے نماز ادا نہ فرمائی۔ باوجودیکہ تمام دن دینی خدمات میں صرف فرما دیتے لیکن ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کی نمازوں کو باجماعت پڑھا کرتے تھے آپ کی پابندیٔ نماز اور خضوع و خشوع کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ غزوۂ احد میں آپ کے پاؤں اقدس میں تیر لگا اور ایسا سخت چبھ گیا کہ نکل نہ سکا اور اگر نکالنے کی کوشش کی جاتی تو آپ اس کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا اس وقت رہنے دو۔ جب میں نماز کے لیے اللہ کے حضور کھڑا ہوں گا تو اس وقت یہ تیر نکال لینا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز میں مشغول ہوئے تو زنبور سے وہ تیر کھینچا گیا اور تمام جائے نماز خون سے بھر گئی۔ لیکن سبحان اللہ حضرت امام المشارق ایسے نماز میں غرق تھے کہ آپ کو مطلقاً خبر نہ ہوئی۔ اکثر غزوات میں جب نماز کا وقت ہو جاتا تو میدانِ جنگ میں ہی نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ حالانکہ ہر طرف تلواروں و تیروں کی بارش ہوتی تھی۔ لیکن آپ نہایت خشوع کے ساتھ نماز میں محو ہو جاتے تھے اور نماز کو اپنی جان سے بھی پیارا سمجھتے تھے۔ (۴)

(۱) البدایہ، ص:۸، تفسیر کبیر، ج:۵، ص:۹۷۔ (۲) تاریخ الخلفاء کے مطالب (۳) تا (۴) مناقب اسد اللہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو صرف محبانِ علی رضی اللہ عنہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور صرف یا علی رضی اللہ عنہ کا نعرہ لگا لینا ہی کمال سمجھتے ہیں لیکن نماز کے معاملہ میں دیکھا جائے تو شاید زندگی بھر کبھی نماز پڑھنی نصیب نہ ہوئی ہو ایسے لوگ قطعاً محبِّ علی رضی اللہ عنہ کہلانے کے مستحق نہیں۔ یہ لوگ محض پیٹ بھرنے کے لیے نئے نئے نمونوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقتاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سخت ترین دشمن ہیں۔ پھر مزے کی بات یہ کہ اکثر محبانِ علی رضی اللہ عنہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز دل کی ہونی چاہیے۔ معاذ اللہ پھر کھانا پینا چھوڑ دیں اس لیے کہ یہ بھی دل کا ہونا چاہیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو ایسی مکر وفریب کی نماز نہیں پڑھی۔ انہوں نے تو جسم و قلب سے نماز ادا کر کے اپنا عمل پیش کیا ہے۔

روزہ:

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی عمر میں اکثر فرض روزہ کے علاوہ نفلی روزے پے در پے رکھتے تھے۔ آپ کی صرف زبان ہی روزہ نہیں رکھتی تھی بلکہ آپ کے تمام اعضاء بھی روزہ سے ہوتے تھے۔ آپ صلوٰۃ وصوم کو ایسے ادا فرماتے تھے کہ قائم اللیل، صائم النہار لقب ہو گیا۔ اور اکثر بحالتِ روزہ ہی جہاد فرمایا۔ آپ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ شدید گرمی میں روزہ رکھ کر میدانِ جنگ میں تلوار چلانا مجھے بہت ہی پسند ہے اور بعض اوقات اگر افطاری وسحری میں کھانے کی چیز نہ ملی تو پانی سے ہی روزہ رکھ لیا اور افطار بھی کر لیا۔ (۱)

خیرات:

آپ نے کبھی مال جمع نہیں فرمایا۔ بلکہ جو بھی ملتا بلا تاخیر کل کا کل مال فقراء ومساکین پر تقسیم فرما دیتے آپ اکثر اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔ تم صرف دنیا میں آزمائش کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ آدمی مرتا ہے تو اس کے قرابت دار تلاش کرتے ہیں کہ کتنا مال چھوڑ گیا ہے مگر فرشتے یہ دیکھتے ہیں کہ کتنا مال خیرات کر کے خدا کی بارگاہ میں بھیج چکا ہے۔ اے لوگو! اپنا مال خیرات کر کے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو ورنہ تمام دنیا میں ہی رہ جائے گا اور تمہارے لیے عذاب ووبال کا سبب بنے گا۔ آپ اکثر اوقات اسی چیز کے متلاشی رہتے تھے کہ کوئی مستحق ملے جس کو ہر وقت مال دیتا رہوں۔ یہاں تک کہ مقروض لوگوں کے قرضے بھی آپ نے اتارے۔ اور اگر کوئی فوت ہو گیا تو اس کے بیوی بچوں کی پرورش کے لیے تمام چیزوں کا انتظام کرتے اور اگر میت پر قرضہ رہ جاتا تو وہ بھی خود ادا کرتے تھے۔ (۲)

حج:

آپ نے ہر سال بلا ناغہ حج ادا فرمائے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھی حج کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ خلفاء ثلاثہ، اور اپنے عہد میں بھی آپ نے کبھی کسی سال حج ادا کرنے میں ناغہ نہیں فرمایا اور اکثر خطبات میں لوگوں کو حج کی ترغیب فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ حاجیوں کے لیے دورانِ حج ایسے نمایاں کام سرانجام دیتے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ (۳)

---

(۱) تا (۳) مناقب اسد اللہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اخلاق:

صاحبِ خلقِ عظیم نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی تعلیم کا ایسا اثر تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اخلاقِ حسنہ میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتے تھے مدِ مقابل پر قابو پا کر رحم کرنا۔ دشمن کے مجبور ہونے کے بعد اس کی سختیوں کا جواب نرمی سے دینا ظالم کی مخالفانہ شدتوں پر صبر کر کے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ مخالفت کرنے والے کی سختی کو بھول جانا دشمن کے ساتھ برے سلوک کی بجائے بہترین سلوک فرمانا۔ ان اخلاقِ حسنہ کے آپ حامل تھے آپ اکثر اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔ لوگو مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ کسی کو گالی دو یا گالی دینے والے کو جواباً گالی دو اور اپنے کو گالی دینے والے میں شمار کرلو۔ بلکہ یہ دعا کرو کہ یہ راہ ہدایت پر آ جائے اور جس حق کو وہ نہیں پہچانتا اللہ تمہیں پہچاننے کی توفیق دے۔ جنگ میں آپ نے ایک یہودی پر حملہ کرکے گرادیا۔ پھر چاہا کہ تلوار سے اس کا سر قلم کرلیں۔ اس نے اپنے آپ کو مجبور پاکر آپ کے چہرہ پر تھوک ڈالا۔ آپ نے اسے فوراً چھوڑ دیا۔ اس نے خود دریافت کیا آپ نے دشمن پر مکمل غلبہ حاصل کرکے کیوں چھوڑ دیا؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ تجھے صرف اللہ کی رضا کی خاطر قتل کررہا تھا۔ جب تم نے تھوکا مجھے غصہ آ گیا میری خواہشِ نفس تیرے قتل میں شریک ہوگئی اس لیے میں تجھ سے علیحدہ ہوگیا تاکہ خواہشِ نفس کی وجہ سے تجھے قتل نہ کروں۔ وہ یہودی یہ بات سن کر اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ (۱)

صبر وتحمل:

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بچپن سے ہی حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ رہ کر آپ کی تمام تکلیفوں میں شریک رہے اور صبر کیا۔ پھر غزوات میں شریک ہوکر زخم پر زخم کھائے اور صبر کیا۔ پھر دشمنوں کے مکروفریب وسختیاں دیکھیں اور صبر کیا۔ اکثر بھوک اور پیاس کو برداشت کرکے صبر کیا۔ الغرض آپ پر اکثر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے رہے لیکن صبر کیا۔ خود اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ حضور رسالتِ مآب ﷺ نے جب آپ کو آپ کی شہادت اور فتنۂ خوارج کے پیدا ہونے کی خبر دی تو بھی آپ نے صبر کو ملحوظ رکھا اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا علم ہوا تو بیٹے کے آئندہ مصائب پر صبر فرمایا۔ آخر میں جب زہر آلود چھری سے حملہ کیا گیا تو اس کے زہر وزخم سے جو تکلیف پہنچی اس پر بھی صبر فرمایا۔ الغرض آپ نہایت اعلیٰ صابرین میں سے ہیں۔ (۲)

رحم وعفو:

آپ کے مزاج میں اس قدر رحم تھا کہ دشمن کی تکلیف بھی آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی جبھی تو قاتل کو پیاسا دیکھ کر شربت پلایا اور اگر کوئی بھوکا ہے تو اس کے کھانے کا اور اگر کوئی ننگا ہے تو اس کے لباس کا اور اگر کوئی قرض دار ہے تو اس کے ادائے قرض کا انتظام فرماتے تھے۔ بیمار کی تیمارداری، عیادت وخبر گیری وامداد فرماتے تھے، مسافر کی سواری، زادِ راہ کا اہتمام اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اپنے آرام سے دوسروں کے آرام کا زیادہ خیال فرماتے ایک مرتبہ ایک بڑھیا کو دیکھا جو مشکیزہ اٹھا کر لے جانا چاہتی ہے مگر بڑھاپے کی وجہ سے اٹھا نہیں سکتی تھی آپ نے مشکیزہ اپنی پیٹھ پر لاد کر اس کے گھر پہنچا دیا۔ (۳)

(۱) تا (۳) مناقب اسد اللہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حلم:

آپ حلم میں بھی خاص مقام رکھتے تھے حضرت معقل بن یسار فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اے پیاری بیٹی مبارک ہو میں نے تمہاری شادی اس شخص کے ساتھ کی ہے جو اوّل اسلام لانے والے علم والے اور حلم والے ہیں۔ (۱)

تواضع وانکساری:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو انکساری بہت ہی پسند تھی۔ آپ نے کبھی تکبر وغرور نہیں کیا اور نہ ہی تکبر وغرور کرنے والے کو پسند فرماتے تھے آپ خود اپنی کمر پر لکڑیاں لادا کرتے تھے۔ پانی خود بھرتے تھے۔ گھر میں خود جھاڑو بھی دے لیا کرتے تھے۔ بازار کوفہ میں ایک مرتبہ خرمے خریدے اپنی چادر میں باندھ کر لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے بڑھ کر عرض کیا حضور ہم یہ گٹھڑی اٹھا لیتے ہیں آپ نے فرمایا جو اپنے بچوں کا ذمہ دار ہوتا ہے وہی اس بھار کو اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔ (۲)

سخاوت:

اس صفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس مقام پر تھے کہ فقراء و مساکین کے سامنے آپ نے اپنے نفس یا اپنے اہل و عیال کے نفس کا کبھی خیال نہ فرمایا۔ خود خالی ہاتھ رہنا برداشت کر لیتے لیکن سائل کو کبھی خالی نہ رکھا اکثر قرض اٹھا کر بھی دوسروں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ زنجیرِ کعبہ کو پکڑے ہوئے ایک شخص کہہ رہا ہے مجھے چار ہزار درہم دے دے۔ آپ نے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا جو تم نے خدا سے مانگا میں نے سنا یہ تو بتا چار ہزار درہم کیا کرے گا؟ اس نے کہا ایک ہزار میری زوجہ کا مہر ہے وہ ادا کروں گا اور ایک ہزار درہم کا قرضدار ہوں وہ دوں گا۔ ایک ہزار درہم سے مکان بناؤں گا اور ایک ہزار درہم سے ذریعۂ معاش کا انتظام کروں گا آپ نے فرمایا اے سائل اگر تو مدینہ طیبہ آ جائے تو میں یہ رقم تجھے دے دوں گا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وہ آپ کے پاس مدینہ طیبہ پہنچا تو آپ نے اپنا ایک باغ فروخت فرما کر چار ہزار درہم اسے دے دیے اور زادِ راہ بھی عنایت کر دیا۔

ایک مرتبہ کسی سائل نے آپ سے روٹی کا سوال کیا آپ نے اپنے غلام قنبر سے فرمایا اس کی حاجت پوری کرو۔ اس نے کہا حضور روٹی توشہ دان میں ہے فرمایا معہ توشہ دان دے دو۔ اس نے کہا توشہ دان اونٹ پر ہے فرمایا اونٹ سمیت دے دو۔ اس نے کہا اونٹ قطار میں ہے۔ فرمایا معہ قطار کے دے دو۔ قنبر جلدی سے اٹھا اور اونٹوں کی مہار سائل کے ہاتھ میں دے دی۔ ایسے سینکڑوں واقعات شاہد ہیں کہ حضرت بہت ہی سخاوت فرمایا کرتے تھے۔ (۳)

مہمان نوازی:

ایک روز بہت پریشان نظر آئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا آج سات روز ہو گئے ہیں کہ کوئی مہمان نہیں آیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مہمان کا آنا اور اس کی خدمت کرنا خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ (۴)

---

(۱) تا (۴) مناقب اسد اللہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

زہد:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بہت عظیم زاہد تھے۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کبھی دنیا کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ اور اے علی رضی اللہ عنہ تم کو اللہ نے ایک زینت سے نوازا ہے جو کسی کو نہیں دی۔ بے شک خدا نے تجھے زاہد بنایا ہے۔ سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ عید کا دن تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر دبا دبا کر تناول فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور آج عید کے روز تو کوئی اچھی لذیذ تازہ چیز تناول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے سوید! عید اس کی ہے جو گناہوں سے نجات پا چکا ہے۔ (۱)

امام المتقین:

آپ کا تقویٰ اتنا بلند تھا کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو امام المتقین کا لقب عنایت فرمایا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ نے تقویٰ کو ملحوظ رکھا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے کہ ایک شخص نے آپ کے منہ پر تھوکا تو اسی وقت اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا پہلے اس کو قتل کرنا اللہ کی رضا کیلئے تھا اور اب ذاتی انتقام کیلئے ہوگا۔ اس لیے اس کو میں نے چھوڑ دیا کہ کہیں رضائے الٰہی میں ذاتی خواہش غالب نہ ہو۔ (۲)

شجاعت:

احادیثِ صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بہت بڑے شجاع تھے۔ آپ نے غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب صلح حدیبیہ، بنوسعد، فتحِ مکہ، فتح خیبر اور دیگر مختلف غزوات میں نمایاں کام کیے۔ دشمنانِ اسلام کی ایک پوری جماعت سے بھی کبھی مرعوب نہ ہوئے۔ مشکل سے مشکل موقع پر دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اوّل اپنا قدم بڑھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب اشجع الاشجعین مشہور ہوگیا۔

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی طاقت عطا فرمائی تھی۔ حضرت محمد ابن علی فرماتے ہیں کہ روز بدر

نَادٰى مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ يَوْمَ بَدْرٍ يُقَالُ لَهٗ رِضْوَانُ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارُ وَلَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ

ایک فرشتہ آسمان سے یہ ندا کر رہا تھا جس کو رضوان کہتے ہیں۔ ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور علی رضی اللہ عنہ جیسا کوئی شجاع نہیں۔

خصائلِ حمیدہ:

سیّدنا حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تربیتِ حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ایسا اثر تھا کہ آپ کی تمام صفات عینِ نقشۂ نبوت پر تھیں۔ آنکھ میں مروت، مزاج میں سخاوت، دل میں رحم، طبیعت میں انکسار، میدانِ جنگ میں سخت، بزمِ احباب میں نرم دل، غیروں میں خود دار، اپنوں میں معتدل، بے تکلفی، کفار پر شدید، سنگ دلوں پر سخت مزاج، باتیں کم کرنا اور مشوروں میں اچھا مشورہ دینا، طرزِ ادا میں ادب و احترام، خلوص و محبت، مبالغہ سے نفرت، فخر و مباہات ناپسند، جھوٹ سے زبان صاف، مکر و فریب سے نفرت، احکام میں استحکام، ارادے میں استقلال، عدالت میں سخت، نفس کشی میں مرد، ذاتی معاملہ میں لاپرواہ۔ راضی برضائے الٰہی، صابر، تحفظ الایمان میں کوہ و مینار، اظہارِ حق میں نڈر، تلوار کے دھنی، کلام میں نرمی، الفاظ فصیح، اشعار فلسفہ کی جان، معرفت کا دفتر، عبرت کا خزانہ، فقرے سنجیدہ و لطافت خیز، اظہار مقصد پُر لطف،

(۱)تا(۲) مناقب اسد اللہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بات میں اثر، جملے روحِ علم، اقوال عینِ حکمت، خطبات میں نصیحت، دنیا اور دنیا کی آرائشوں سے دور، ایمان اور ارکان کا مجسمہ، خوفِ خدا میں گریہ زاری، اطاعتِ رسولِ خدا میں مکمل فرمانبردار۔

غذا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہایت سادہ کھانا تناول فرماتے۔ کھانے سے پہلے معلوم کرتے کہیں محلہ میں کوئی بھوکا تو نہیں۔ اکثر اپنا کھانا بھوکوں میں تقسیم فرمادیتے۔ کئی مرتبہ سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھالیتے۔ گوشت، میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے لیکن سیر ہو کر کبھی نہ کھایا۔ (۱)

لباس:

حیدرِ کرار فاتحِ خیبر حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی اور سفید عمامہ پہنا کرتے تھے۔ کرتہ سفید لمبا اور کھلا موٹے کپڑے کا پہنتے تھے۔ اور کبھی کبھی جبہ پشمینہ کا پہنتے تھے۔ ٹخنوں تک سفید رنگ کا تہبند۔ پاؤں میں عربی نعلین، کمر میں ذوالفقار یا کوئی دوسری تلوار، آپ کو لباس اکثر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنایا۔ خوشبو پسند فرماتے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو سفید کپڑا بہت پسند تھا۔

منصبِ خلافت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد تین روز گزر چکے تو لوگوں کے اصرار پر ۲۱ ذوالحج ۳۰ ہجری بمطابق ۲۴ جون ۶۵۶ء مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بالا جماع خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ خلفاء نبوی رضی اللہ عنہم میں یہ خلیفہ چہارم تھے۔ اور ان کی سب اصحاب نے بالاتفاق خلافت پر بیعت کر لی۔

بُوْيِعَ عَلِيٌّ بِالْخِلَافَةِ بَعْدَ الْغَدِ مِنْ قَتْلِ الْعُثْمَانَ بِالْمَدِيْنَةِ وَبَايَعَهُ جَمِيْعٌ مَنْ كَانَ بِهَا مِنَ الصَّحَابَةِ۔ (۲)

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے روز مدینہ طیبہ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت ہوئی۔ مدینہ میں جتنے صحابہ تھے سب نے بیعت کی۔

دوسری دلیل: علامہ ابنِ حجر مکی فرماتے ہیں:

اَلْخِلَافَةُ بَعْدَ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ هُوَ الْاِمَامُ الْمُرْتَضٰى وَالْوَلِيُّ الْمُجْتَبٰى عَلِيُّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ بِاِتِّفَاقِ اَهْلِ الْحِلِّ وَالْعِقْدِ عَلَيْهِ (۳)

اہلِ حل وعقد کے اجماع سے خلفائے ثلاثہ کے بعد خلافت کے مستحق امام مرتضیٰ ولیٔ مجتبیٰ حضرت سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ اہلِ حل وعقد حضرات کون تھے؟ آگے ان حضرات کے نام بھی دیتے ہیں۔ طلحہ، زبیر، ابوموسیٰ، ابنِ عباس، خزیمہ بن ثابت، ابی الہیثمہ بن تیہان، محمد بن سلمہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم پھر آگے فرماتے ہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ کے بعد خلیفہ ہونے والے کا سوال پیدا ہوا تو اس میں

(۱) مناقب اسداللہ (۲) تاریخ الخلفاء: ۱۷۴ (۳) الصواعق المحرقہ ۳۴۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا انتخاب ہوا۔ ظاہر ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم شہید ہو گئے تو حق علی رضی اللہ عنہ کا ہے پس اجماع پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ہوا۔

فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ صَعِدَ اِلَيْهِ وَ بَايَعَهُ طَلْحَه وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَاَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

پس سیدنا علی المرتضیٰ مسجد کے منبر پر چڑھے اور سب سے پہلے طلحہ، زبیر، سعد اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کی بیعت کی۔

ان تمام جلیل القدر محدثین اور انخین کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر بٹھانے والے اصحابِ بدر اور اصحابِ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، جس میں عمار بن یاسر اور طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بالخصوص شامل فہرست ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور جمل و صفین غزوات:

حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ. (۲)

تجھے خلیفہ برحق پر خروج کرنے والی جماعت قتل کرے گی۔

امام نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ

قَالَ الْعُلَمَاءُ هٰذَا الْحَدِيْثُ حُجَّةٌ ظَاهِرَةٌ فِيْ اَنَّ عَلِيًّا مُحِقًّا مُصِيْبًا وَالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى بَغَاةٌ لٰكِنَّهُمْ مُجْتَهِدُوْنَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِمْ لِذٰلِكَ

علماء نے اس حدیث سے کھلم کھلا یہ اخذ کیا جو الفاظ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہ سیدنا علی حق و صواب پر تھے اور دوسرے گروہ کو خطا اجتہادی ہوئی تھی۔ اور ان پر کوئی گناہ نہیں۔

کیونکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ متواتر دل و جان سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ان معرکوں میں رہے۔ امام بخاری نے نقل کیا کہ حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

وَفِيْكُمُ الَّذِيْ أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ يَعْنِيْ عَمَّارًا (۳)

اور تم میں وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شیطان سے محفوظ رکھا۔ اپنے نبی کی زبان کے مطابق یعنی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔

جب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بزبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرِ شیطان سے محفوظ ہیں تو ان سے خطا بھی نہیں ہو سکتی اور یہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے۔

ثابت ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حق و باطل کے درمیان ایسی معیاری شخصیت تھی کہ ان کی وجہ سے بہت سے صحابہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل میں ہوئے وہ واپس لوٹ آئے۔ حقانیتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قائل ہوئے۔

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں صفین میں شہید ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے اور حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ:

(۱) الریاض النضرۃ، ۲:۱۳۶ (۲) صحیح مسلم، ۴:۲۲۳۵، رقم ۲۹۱۵ (۳) صحیح بخاری، ۳:۱۱۹۷، رقم ۳۱۱۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مَا اَسَاءَ عَلٰی شَیْئٍ اِلَّا اَنِّیْ لَمْ اُقَاتِلْ مَعَ عَلِیٍّ الْفِئَةِ الْبَاغِیَةِ(۱)

مجھے اس سے زیادہ اور کوئی چیز بری نہیں لگی وہ یہ کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر باغیوں سے جنگ کیوں نہ کی۔ (یعنی علی رضی اللہ عنہ کے مخالفوں سے)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اثر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر بھی ہوا اور وہ آپ کے مخالف جو جماعت تھی اس سے نکلنے شروع ہو گئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ وہ بھی تھے جن پر احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر نہ رہیں اور ان کو وہ احادیثِ مبارکہ ظاہر ہونے پر مخالفت ترک کرنا پڑی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوئے۔

ظَهَرَ لَهُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ اَنَّهُ الْاِمَامُ الْحَقِّ فَنَدَمُوا عَلَی التَّخَلُّفِ مِنْهُ كَمَا مَرَّ وَمِنْهُمْ سَعْدُ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہونے والوں میں سے بعض پر جب حدیثیں ظاہر ہوئیں تو وہ علیحدگی پر نادم ہوئے جیسا کہ گزر گیا ہے ان میں سے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جنگِ جمل میں دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلوا کر فرمایا کہ تم کو یاد ہے کہ فلاں وقت بارگاہِ رسالت میں میں اور تم تھے اور اس وقت تم سے میرے آقا نے فرمایا تھا کہ اے زبیر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہو تم نے کہا ہاں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے زبیر ایک دن آئے گا کہ تم اس کے مدِ مقابل ہو گے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آتا ہے کہ:

آپ اس وقت اونٹ پر سوار تھیں جب ایک جگہ پر سے آپ کا گزر ہوا تو وہاں پر کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ سیّدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یہ کون سی جگہ ہے تو ان لوگوں نے کہا "حوآب" ہے۔ یہ سن کر سیّدہ نے فوراً فرمایا: میں واپس جاتی ہوں تمہارے ساتھ قطعاً جانا نہیں چاہتی انہوں نے کہا اس طرح کام اور مطلوبِ قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ نہیں مل سکے گا آپ کا ہمارے ساتھ جانا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث یاد آ گئی ہے کہ آپ ایک روز ازواجِ مطہرات سے باتیں فرما رہے تھے تو آپ نے فرمایا:

اَیَّتُكُنَّ صَاحِبَةُ الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ تَخْرُجُ حَتّٰی تَنْبَحَهَا كِلَابُ الْحُوَابِ فَیَتَّصِلُ حَوْلَهَا قَتْلٰی كَثِیْرَةٌ(۳)

تم میں کون سرخ اونٹنی پر سوار ہو گی جس پر وادی حوآب کے کتے بھونکیں گے اس کے بعد اس کے اردگرد لاشوں کے ڈھیر ہوں گے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ خلیفۂ چہارم کے دور میں ہونے والے واقعہ کی پیشین گوئی جو کئی سالوں پہلے سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی وہ بالکل عملی شکل میں سامنے آ گئی۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس جگہ کا نام بھی وہی ہے یعنی حوآب اور دوسرا اس کا پتہ بھی کتوں کے بھونکنے سے لگا ہے۔ تیسرا میں ہوں بھی جمل سرخ پر سوار۔ جمل کہتے ہیں اونٹ کو سرخ اونٹ پر اس کے اردگرد لاشوں کے ڈھیر ہوں گے۔ مجھے واپس جانا چاہئے۔ پھر آپ کو کہا گیا کہ نہیں غلطی لگی ہے اس جگہ کا نام حوآب نہیں ہے۔ چنانچہ وہی ہو کر رہا۔

جنگِ جمل:

ربیع الاوّل ۳۶ھ بمطابق دسمبر ۶۵۶ء کو جنگ ہوئی اور اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ دس ہزار مسلمان مارے گئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے بڑے بڑے صحابی ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ آخر صلح ہوئی اور حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے چالیس

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۳: ۲۳۱ (۲) تطہیر الجنان (۳) الصواعق المحرقہ: ۳۴۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بصری خواتین کے ساتھ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہایت تعظیم و تکریم سے ان کے بھائی محمد ابنِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ روانہ کیا یہ جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہوگئی ہے۔ (۱)

کوفہ دارالخلافہ:

جنگِ جمل کے بعد سیّدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فتنہ و فساد کے خطرہ کی بناء پر کہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مفسدین خارجیوں کی وجہ سے کسی قسم کی اہانت نہ ہو آپ نے مدینہ طیبہ کی سکونت چھوڑ دی اور بمعہ اپنے تمام اہل و عیال ۳۷ھ بمطابق جولائی ۶۵۷ئ کو کوفہ تشریف لے آئے اور دارالخلافہ کوفہ میں منتقل کرلیا۔ حالانکہ کوفہ میں بھی خارجی مفسدین کی جماعت موجود تھی۔ (۲)

جنگِ صفین:

کوفہ میں آنے کے بعد ۳۷ھ بمطابق ۶۵۷ء کو صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کی خوفناک لڑائی ہوئی۔ حضرت معاویہ کے پینتالیس ہزار افراد مارے گئے اور حضرت علی کرم اللہ کے لشکر سے تیئس ہزار افراد مارے گئے صفین کے مقام پر بیعتِ رضوان کے آٹھ سو صحابہ میں سے تین سو شہید ہوئے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آپس میں صلح ہوگئی۔ اب جو لوگ خوارج کہلاتے ہیں ان کا سرغنہ عبداللہ ابن سبا یہودی منافق تھا۔ یہ ہزاروں کی تعداد میں نکل کر مقامِ حرورا پر پناہ گزیں ہوگئے اور اپنا ایک علیحدہ مرکز بنالیا اور مرکزی حیثیت اختیار کر کے یہ کہنا شروع کردیا کہ کوئی انسان دین کے معاملہ میں دخل نہیں دے سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت نہیں کی اور اسلام سے انحراف کیا اور وہ باغی واجب القتل ہیں کسی ثالث کی ضرورت نہیں ان کو قتل کردینا چاہئے اور علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کی بات سن کر صلح کرلی اس لیے اب یہ بھی خلافت کے حقدار نہیں اور خلافت من جانب اللہ والرسول ہے۔ باغی کی بات پر رضامند ہونا یہ خلیفہ برحق نے حکمِ خداوندی کو صریحاً پسِ پشت ڈالا ہے۔ ان دونوں سے جنگ کریں (۳)

خوارج سے جنگ:

خوارج جو ظاہراً مسلمان تھے اور اندرونِ خانہ منافقانہ سازشوں میں مصروف تھے اب وہ علمِ بغاوت لے کر کھڑے ہوگئے۔ یہ گروہ ظاہراً تو دونوں کے خلاف اپنی جماعت قائم کرتا تھا لیکن درحقیقت مسلمانوں کی عداوت میں پیش پیش تھا اور ان کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کو باز کیا بالخصوص عبداللہ ابنِ سبا کو۔ لیکن یہ لوگ ظاہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ اور باطن میں ان کے خلاف تھے ظاہر ہے کہ ان پر کیا اثر ہوتا پھر ان لوگوں نے نہروان کو اپنا مرکز بنالیا اور لشکرِ جرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جمع کرلیا جس کی تعداد ستر ہزار ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب صورتحال کو دیکھا تو پھر بھی بڑی کوشش فرمائی۔ لیکن سبائی مفسد اپنے ناپاک ارادے پر تلے ہوئے تھے اور ستر ہزار خارجیوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کردیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اب ان کا خاتمہ کریں گے۔ ۳۷ھ کو آپ کا لشکر ان کے مقابلہ میں آیا اور خوفناک لڑائی ہوئی کہ ان خوارج میں اکثر لوگ مارے گئے۔ عبداللہ ابنِ سبا اور اس کے ستر افراد کو آگ میں جلا دیا گیا اور اکثر بھاگ کر دوبارہ کوفہ اور شام کے علاقوں میں چلے گئے (۴)

(۱) تا (۴) مناقب اسداللہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا مرکز توڑ دیا اور یہ ناکام ہوئے۔ انہی میں سے جو لوگ بھاگے تھے وہ پھر اکٹھے ہو کر موقع پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ (۱)

الغرض کہ اس گروہ نے مصر، مدینہ، شام، کوفہ، بصرہ میں شجر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور مسلمانوں کو ناکام کرنے کی جو مہم شروع کی تھی اس میں کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد خلافتِ علی رضی اللہ عنہ اور پھر شہادتِ علی رضی اللہ عنہ۔ یہ تمام اسباب اسی سبائی منافق خوارج کی طرف سے پیدا کردہ تھے اور واقعات کی کڑی کو دیکھنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اب تک اسی سبائی خوارج کے بیج بوئی کا نتیجہ ہے جو کہ ختم نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ختم ہو سکے گا۔ آج بالکل وہی صورت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اصحابِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور صداقتِ اہلِ سنت

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں جو جمل و صفین مابین صحابہ عظام کے ہوا اس کے متعلق طعن و تشنیع کرنا اپنے اعمال کو آلودہ کرنا ہے۔ ملاحظہ فرماویں۔

وَاَمَّا قَتْلُهٗ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ وَمُعَاوِيَةَ ... فَقَدْ مَنَعَ الْاِمَامُ الْاَحْمَدُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى مَسَالِكِ عَنْ ذٰلِكَ وَ جَمَعَ مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ مِنْ مَنَازَعَةٍ وَمُنَافِرَةٍ وَخُصُوْمَةٍ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ.

لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جنگ کرنا حضرت طلحہ و زبیر و عائشہ معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے تو اس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نکتہ چینی کرنے سے منع کیا ہے جو بھی ان کے درمیان لڑائی یا جھگڑا تھا ان تمام امور میں باز رکھا ہے اور یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ ان کے متعلق روزِ قیامت اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ اور جو بھی آپس کے جھگڑے تھے دور فرما دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے سینوں میں جتنے کینے تھے سب دور فرما دیے اور آپس میں ایک دوسرے کے رو برو بھائیوں کی طرح بیٹھیں گے۔ (۲)

اس کے آگے چل کر فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ اَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى وَجُوْبِ الْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَالْاِمْسَاكُ مِنْ سَارِيْهِمْ وَاَظْهَارُ فَضَائِلِهِمْ وَمَحَاسِنِهِمْ وَ تَسْلِيْمِ اَمْرِهِمْ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَا كَانَ وَجَرٰى مِنْ اِخْتِلَافِ عَلِيٍّ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَ عَائِشَةَ وَ مُعَاوِيَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَلٰى مَا قَدَّمْنَا.

اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ ان حضرات کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ان کے بارے میں خاموش رہنا اور ان کی برائی سے رکنا لازم ہے ان کے فضائل و محاسن کا اظہار لازم ہے حضرت علی و طلحہ و زبیر و معاویہ و عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان ہونے والے اختلاف کو اللہ عزوجل کی طرف سپرد کیا ہے۔ (۳)

(۱) مناقب اسد اللہ (۲) الیواقیت ۲:۷۷ (۳) الیواقیت ۲:۸۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

وَالْتِفَاتُ اِلٰی مَا یُذْکَرُہٗ بَعْضُ اَھْلِ السِّیَرِ فَاِنَّ ذَالِكَ لَا یَصِحُّ وَاِنْ صَحَّ فَلَہٗ تَاوِیْلٌ صَحِیْحٌ وَمَا اَحْسَنُ قَالَ عُمَرُ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تِلْكَ وَطَھَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْھَا سُیُوفَنَا فَلَا نَخْضِبَ بِھَا اَلْسِنَتِنَا۔

جو بعض نے ان حضرات کی شان میں ذکر کیا ہے۔ یہ نا قابلِ قبول ہے اگر ان کی صحت ثابت بھی ہو جائے جیسا کہ کہا کرتے ہیں تو بھی صحیح تاویل کی جائے گی۔ لیکن خوب بات حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس خون (یعنی جمل و صفین) سے ہماری تلواروں کو پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو اس سے ان کی برائی کر کے آلودہ نہ کریں۔(۱)

حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مغفل کی حدیث بیان فرماتے ہیں:

اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِی أَصْحَابِیْ، لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ، فَمَنْ أَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ أَحَبَّھُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ أَبْغَضَھُمْ وَمَنْ آذَاھُمْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰہَ وَمَنْ آذَی اللّٰہَ فَیُوْشِكُ أَنْ یَّاْخُذَہٗ۔(۲)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! اور میرے بعد انہیں اپنی گفتگو کا نشانہ مت بنانا کیونکہ ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھنے کے باعث ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھنے کی بناء پر ان سے بغض رکھتا ہے اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی گرفت میں لے۔

ان مذکورہ بالا تصریحات سے مسلکِ اہلِ سنت و جماعت نکھر کر سامنے آ گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور حضرت سیدہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے مابین کوئی خلافت کا جھگڑا نہ تھا۔ اور نہ ہی اقتدار یا مال و متاع بنائے نزاع تھا۔ ہمارے لیے ان کے معاملات میں خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر ہے اور ان عظیم ہستیوں پر طعن و تشنیع کرنا اور ان میں عیب نکالنا کسی طرح بھی ہمارے لیے روا نہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ اور خبرِ شہادتِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا خوارج کی جماعت میں سے ایک شخص تجھ کو قتل کرے گا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا تمہیں ایک ضرب یہاں اور ایک یہاں پر لگے گی۔

فَیَسِیْلُ دَمًا حَتّٰی یَخْضِبُ لِحْیَتِكَ(۳)

پس تمہارا خون نکلے گا اور تمہاری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔

(۱) الیواقیت، ۲: ۷۷ (۲) جامع ترمذی، ۵: ۶۹۶، رقم: ۳۸۶۲ (۳) الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۷۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور اے علی رضی اللہ عنہ تم اس وقت کیسے صبر کرو گے؟ میں نے عرض کیا حضور جب ہونے والا کام میرے لیے ثابت ہو چکا ہے تو میں نے صبر ہی کیا بلکہ خوش ہوں گا کہ مجھے درجۂ شہادت نصیب ہوا۔ حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک بد بخت وہ تھا جس نے سیّدنا صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور دوسرا بد بخت وہ جو تمہاری کنپٹی پر تلوار مار کر تیرے چہرے اور داڑھی کو خون سے رنگین کر دے گا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ بیمار ہو گئے تو لوگوں نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اس بیماری سے انتقال فرما جائیں گے۔ جب نبی غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا نہیں لَنْ يَّمُوْتَ اِلَّا مَقْتُوْلًا۔ نہیں ہرگز نہیں میرا علی رضی اللہ عنہ تو شہید ہو گا۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ امام المشارق والمغارب سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا اور آپ بھی جانتے تھے کہ میری موت شہادت کے ساتھ ہو گی (۱)

خبر قاتل عبدالرحمٰن ابنِ ملجم اور علمِ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

عبدالرحمٰن ابنِ ملجم خارجی ایک روز سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا معلوم نہیں میرا قاتل کیوں دیر لگا رہا ہے جب وہ اس ناپاک ارادوں سے کوفے آ چکا ہے تو وہ کیا انتظار کر رہا ہے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے میرے آقا و مولیٰ نے اس کی خبر کر دی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور ہم کو خبر دیں کہ وہ شخص کون ہے تاکہ اس کو مار ڈالیں؟ آپ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب تک وہ جرم نہ کر لے اور میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرا قاتل میرے قتل کے بعد اور کسی کو قتل نہ کر سکے گا۔ (۲)

عبدالرحمٰن ابنِ ملجم اسی طرح گاہے گاہے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے جانے لگا جب ایک روز آپ کے پاس آیا تو کہنے لگا ایک سواری تو دیں تو آپ نے اس کو سواری دے دی اور فرمایا۔ اُرِيْدُ حَيَاتَهٗ وَيُرِيْدُ قَتْلِيْ میں تو اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا قَاتِلِيْ بے شک یہی میرا قاتل ہے پھر ایک آدمی نے کہا حضور فَمَا يَمْنَعُكَ مِنْهُ تو پھر آپ اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے کون سی چیز مانع ہے قَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَقْتُلْنِيْ بَعْدُ۔ فرمایا: اس لئے کہ ابھی تک اس نے مجھے قتل تو نہیں کیا۔ (۳)

خارجن اور خارجی:

ایک روز کا واقعہ ہے کہ عبدالرحمٰن ابنِ ملجم بازار سے گزر رہا تھا کہ راستہ میں اس کی نظر ایک عورت خارجن قطام نامی پر پڑی۔ جو کہ اس کو خوبصورت لگی یہ اس پر عاشق ہو گیا اور اس کے عشق میں مارا مارا پھرتا رہا۔ ایک دن موقعہ پا کر اس کو کہنے لگا تو میرے ساتھ نکاح کر لے۔ اس نے کہا نکاح تو کر لوں گی لیکن یہ تجھ کو مہنگا پڑے گا۔ کہنے لگا وہ کیسے؟ اس خارجن نے کہا اول یہ کہ رقم تین ہزار دینار۔ دوم یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کا قتل۔ اس نے کہا رقم کی بات تو ہوئی لیکن یہ تم نے کیوں کہا۔ کہنے لگی میرے بہت سے رشتہ داروں کو علی نے جنگ نہروان میں قتل کر ڈالا ہے میں چاہتی ہوں کہ اس شخص کو مار دیا جائے۔ کہنے لگا کوئی بات نہیں تو نے بھی میرے دل کی ناپاک کوشش کو بیان کر دیا میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ عورت نے کہا بس پھر تجھ کو وہ کامیابی حاصل ہو گی

(۱) مستدرک، ۱:۱۴۱ (۲) الاستیعاب، ۳: ۴۸۳ (۳) خمیس، ۲: ۱۲۷۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جوتم چاہتے ہو۔ جب تک تم اس کو قتل نہ کر ڈالو۔ پھر تجھ کو رقم نقد بھی کم کر دوں گی۔ اس پر اس نے عورت سے پختہ اقرار کر لیا۔ اور تلوار خرید کر زہر میں بجھالی۔ (۱)

کس قدر یہ بدنصیب ہوا جو کہ اس عظیم شخصیت کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ خود حضورِ اقدس ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ اے میرے علی رضی اللہ عنہ ایک بد بخت وہ ہے جس نے سیّدنا صالح علیہ الصلوۃ والسلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا بد بخت وہ ہے جو تیرے سر کی کنپٹی پر تلوار کا وار کرے گا اور وہ تلوار زہر آلود جب تم کو لگے گی تو میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا یہ چہرہ مبارک اور داڑھی مبارک خون سے تر بتر ہو جائے گی۔ (۲)

قبل از وقت جامِ شہادت کی تیاری اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

جس ماہِ رمضان المبارک میں سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے شہید ہونا تھا اس مہینہ میں اوّل روز سے آپ کا دستور رہا کہ ایک شب سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری شب سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہتے اور ایک شب عبد اللہ ابنِ جعفر کے پاس گزارتے۔ اور افطاری وسحری میں تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے۔ جب آپ سے پوچھا جاتا حضور اتنا کم کیوں کھاتے ہیں یہ تو نہ کھانے کے برابر ہے۔ تو امام الائمہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ محبوب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور جاؤں تو پیٹ خالی ہو۔

یہاں تک کہ جب وہ دن نزدیک آنے والا تھا جس روز اس ہادیٔ انام نے اپنے خالقِ حقیقی سے ملنا تھا تو آپ کو کہا گیا آپ کچھ نہ کچھ تو کھایا کریں۔ ارشاد فرمایا: هِيَ لَيْلَةٌ أَوْ لَيْلَتَانِ۔ کوئی بات نہیں اب تو ایک دو رات کا معاملہ رہ گیا ہے۔ جس رات کی صبح کو آپ نے شہید ہونا تھا۔ اس رات بار بار گھر سے باہر نکل کر آسمان کی طرف نظر فرماتے تو زبان سے یہ جملہ استعمال فرماتے واللہ یہ تو وعدہ کی وہی رات ہے جب سحری ہوئی تو فرزند و نورِ نظر امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا بیٹا آج میں نے سیدِ دو جہاں تمہارے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے آپ فرما رہے تھے کہ اے علی اس امت سے تم کو آرام نہیں ملا۔ ان کے حق میں دعا کرو میں نے پھر یوں دعا کر دی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَبْدِلْنِیْ بِهِمْ مَنْ هُوَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَاَبْدِلْهُمْ بِیْ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِّنِّیْ (۳)
اے اللہ مجھے اس کے بدلے بہتری عطا فرما اور انہیں میرے بدلے برا دے۔

اب نمازِ فجر کی مسجد کوفہ سے اذان ہوئی اور آپ حسب معمول گھر سے نکلے اور لوگوں کو نماز کے لیے پکارتے ہوئے چل رہے تھے کہ راستہ میں کچھ بطخیں آپ کے سامنے آکر زور سے چلا چلا کر منہ مارتی دیکھی گئیں۔ ہم ان کو ہٹانے لگے تو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ان کو نہ ہٹاؤ۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ:

یہاں تک کہ سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جامع مسجد کوفہ میں تشریف لے آئے اور وہی ملعون عبد الرحمٰن ابنِ ملجم خارجی چھپا ہوا تھا آپ اس کے آگے سے ہو کر گزرے آپ نے مسجد کے اندر ایک طرف جا کر نمازِ سنتِ فجر مؤکدہ کی نیت فرمائی اور نمازِ سنت کی ایک رکعت ادا فرما چکے تھے کہ جب دوسری رکعت بحالتِ قیام پڑھ رہے تھے تو ظالم نے اچانک پیچھے سے دائیں جانب زہر آلود تلوار اس قدر زور سے ماری کہ آپ کے سر مبارک اور کنپٹی کو کاٹ کر رکھ دیا اور خون کا فوارہ حضرت کے دامنِ اقدس کو ایسا رنگین کر گیا کہ

(۱) الکامل، ۳:۱۶۸ (۲) البدایہ، ۶:۲۱۸ (۳) الکامل فی التاریخ، ۳:۲۵۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیّد السادات شہنشاہِ ولایت، باب مدینۃ العلم، فاتح خیبر، حیدرِ کرار، ہادیٔ انام، امیر المؤمنین خون میں نہا گئے۔ یہ حشر دیکھنا تھا کہ لوگ جلدی سے حضرت کو سنبھالنے لگے اور اس سانحۂ عظیم کے صدمہ سے دھاڑیں مار مار کر رو پڑے اور کچھ لوگوں نے ملعون خارجی کو پکڑے رکھا تا کہ یہ بھاگ نہ جائے۔ (۱)

جامع مسجد کوفہ سے سرکار مولائے کائنات کے اس حملہ سے وہ آہ و بکاہ بلند ہوئی کہ لوگ روتے اور گھبرائے ہوئے جامع مسجد میں آ گئے اور جونہی یہ خبر سرکار مولائے کائنات کے شہزادے سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو وہ بھی روتے ہوئے جم کثیر سے گزر کر جونہی خون میں نہائے ہوئے اپنے شفیق باپ کے پاس پہنچے تو یَا اَبَتَاہُ یَا اَبَتَاہُ کی دلگداز صدائیں بلند کیں۔ اپنے باپ معظم کے قدموں کو بوسے دیتے ہوئے لپٹ گئے اس منظرِ بے کسی نے اہالیانِ کوفہ کے دل پاش پاش کر دیے۔

اسی زخم کاری اور خون میں تر بتر سرکار سیّد السادات رو پڑے۔ اور زبانِ اقدس سے فرمایا: میں اس لیے نہیں رو رہا کہ مجھے موت کا خوف ہے بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے میرے آقا و مولا سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گئے ہیں اور ان کے وہ الفاظ کہ اے علی رضی اللہ عنہ جب بد بخت تجھ پر حملہ کرے گا تو تیرا چہرہ اور داڑھی خون سے تر ہو جائے گی اور تو اس وقت کس حال میں ہوگا اور ساتھ ہی فرمایا دنیا میں ایک بد بخت وہ تھا۔ جس نے سیّدنا صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے جلیل القدر نبی علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور اے علی رضی اللہ عنہ دوسرا بد بخت وہ ہے جو تجھ پر زہر آلود تلوار سے حملہ کرے گا۔ (۲)

پھر آپ نے اشارہ فرمایا میں تم سے کہا کرتا تھا بلکہ اس کو بھی کہا کرتا تھا کہ یہی میرا قاتل ہے کیا تم لوگوں کو یاد ہے؟ سب لوگوں نے عرض کیا ہاں یاد ہے۔ فرمایا یہ بد بخت مجھ سے بڑی محبت کے دعوے کیا کرتا تھا اور ہر مشکل و تنگدستی کے موقع پر مجھ سے مدد لیتا تھا اور میں کہا کرتا تھا اے الٰہی! عجب بات ہے کہ میں اس کا بھلا کرتا ہوں اور یہ میرے قتل کا دل میں ارادہ رکھتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو آج وہی ہو کر رہا ہے۔

شہنشاہِ عدل و انصاف خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولائے کائنات رضی اللہ عنہ ایک طرف تو اس حال میں ہیں اور دوسری طرف فرماتے ہیں۔

بیٹا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کی جماعت کا وقت ہو گیا ہے مجھے چھوڑ دو اور نماز با جماعت ادا کرو (۳)

نمازِ فجر سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور لوگوں نے نماز پڑھی دیکھا کہ خون میں بھرے اور زخم کاری جس پر کپڑا باندھا ہوا تھا اسی حال میں سرکار مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نمازِ فجر پڑھ رہے ہیں۔ امام زمانہ جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے کہا: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ فَفُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ اے اللہ تیرا شکر ہے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اور میں اس حال میں تیرے پاس آ رہا ہوں کہ تو خوش ہوگا اور میرے آقا و مولیٰ خوش ہوں گے جب اس خون میں لت پت حاضر ہوں گا اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ (۴)

اور ادھر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما دامنِ اقدس سے لپٹے اور ادھر ہجوم حضرت کے اردگرد رو رہا ہے۔

دلہا تمام، آتشِ حسرت کباب شد
جانہا اسیر سلسلۂ اضطراب شد

(۱) تا (۴) مناقب اسد اللہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

لب تشنگان بالا بہ اشتیاق را
دریائے بحرِ صبر سلامت سراب شد ۔

سرکار سیّد السادات کو جب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور لوگ گھر لے کر آئے تو سیّد زادیوں کے جگر اپنے عظیم باپ کے اس صدمہ سے پاش پاش ہیں۔ تمام فرزندگان اور شہزادیاں اور سیّدہ زینب رو رہی ہیں گویا کہ نبی کے گھرانے والوں کی گریہ وزاری پر آسمان اور زمین رو رہے ہیں۔(۱)

سب شہزادیاں اور شہزادے اور بہن اور اولاد وامجاد سرکار مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے دامنِ اقدس سے لپٹ گئے اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے گر گئے۔(۲)

ابا جان آپ کے بعد ہمارا کون ہوگا۔ غریبی و یتیمی و بے وطنی ہم پر آ گئی۔ سرکار نے فرمایا تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا صبر کرو۔ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات اللہ کی ہے۔ جس دنیا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفا نہ کی وہ علی سے کیا وفا کر سکتی ہے؟ مگر میں خوش ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی اللہ کے لیے اور موت بھی اللہ کے لیے ہوئی۔ مجھے افسوس ضرور ہے کہ میں دشمنوں میں تم کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ لیکن قدرت نے جو لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہنا ہے قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا لیکن یاد رکھنا میرے بعد اگر تم پر دنیا کے پہاڑ ٹوٹ آئیں تو بھی اسلام پر قائم رہنا اور جان دے دینا اس کی راہ میں جو تکالیف آئیں خوشی سے قبول کرنا اور مصیبتوں پر صبر کرنا اور اپنے جدِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر داغ نہ آنے دینا۔(۳)

سب کو گلے لگایا اور بوسے دیے اور صبر کی تلقین کے ساتھ رات کو زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا اور فرمایا کیا تم خوش نہیں کہ خالقِ حقیقی کے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یاد کر لیا ہے اور میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد عمرو بن لقمان جراح اجازت لے کر حاضر ہوئے جونہی کپڑا اتار کر دیکھا تو کہا یہ زخم زہر آلود تلوار کا ہے یہ زخم مرہم پذیر نہیں ہو سکے گا، مرہم کرنے کے باوجود اس کا درست ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔(۴)

دریغ چونتو مقتدائے و داع چونتو پیشوائے
دریغ چونتو عالمے دریغ چونتو خاکے
دریغ چونتو امیرے، دریغ چونتو امامے
برائے شرع مشیر برائے ملک نظامے

سرکار مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارا رہنا ناممکن ہو گیا ہے اس لیے زخم کا درست ہونا کیسے ممکن تھا۔

اتنا فرمانا تھا کہ پھر سرکار کے تمام بیٹے اور بیٹیوں نے رونا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے تسلی و تشفی دی اور فرمایا میری آخری وصیتیں سن لو۔ آپ نے تمام آخری وصیتیں فرما دیں۔ جب بیٹیوں کو وصیت فرما چکے تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو علیحدہ وصیت فرمائی اور پھر سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو وصیتیں فرمائیں اور واقعۂ کربلا پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا میرے بعد جو کچھ ہونے والا ہے تم جانتے ہو سب کچھ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ جیسا کہ تم کو کئی مرتبہ بتا چکا ہوں۔(۵)

(۱) تا (۵) مناقب اسد اللہ والجواہر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سب نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ سیّدنا مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خاموش ہو جاؤ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے میری ام کلثوم رضی اللہ عنہا نہ رو۔ اے زینب رضی اللہ عنہا نہ رو۔ کیا تم اس بات پر خوش نہیں جو اللہ کو پسند ہے پھر فرمایا اچھا علی رضی اللہ عنہ کا آخری سلام ہو اے میرے گھر والو۔ اب نہ رونا میں جا رہا ہوں وہ دیکھو کون عظیم ہستیاں آ رہی ہیں۔

قَالَ هٰذِهِ الْمَلٰئِكَةُ وَالنَّبِيُّوْنَ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلِيٌّ بَشِّرْ فَمَا تَصِيْرُ اِلَيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا اَنْتَ فِيْهِ

یہ فرشتوں کی جماعت اور انبیاء کرام علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت اور سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے علی رضی اللہ عنہ بشارت ہو تم اس سے بہترین مقام کی طرف لوٹ رہے ہو۔ (۱)

جب آپ نے یہ فرمایا تو مقامِ احترام کے پیشِ نظر سب خاموش ہو گئے پھر سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوئی کلام نہ فرمایا ثُمَّ لَا تُتَكَلَّمُ اور خاموش ہو گئے اسی حال میں بیتِ علی رضی اللہ عنہ کے چاروں طرف سے غیبی آوازیں بحقِ شانِ علی رضی اللہ عنہ سنائی دیں اور ندا آئی ہٹ جاؤ ہٹ جاؤ۔ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سرکار مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ آواز سنائی دی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ (۲)

یہ کلمات جاری ہوئے تو دیکھا کہ روحِ علی رضی اللہ عنہ خالقِ حقیقی سے جا ملی پھر کیا ہوا؟ آواز آئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ندا آئی۔ میرا بھائی شہید ہو گیا اب اس امت کا کون نگہبان ہو گا۔ جو اس کی سیرت و کردار کی پیروی کرے گا۔ جب آواز ساکن ہوئی تو سب دولت سرائے اقدس والے بھی خاموش ہو گئے کہ اللہ کا پیارا اللہ کو پیارا ہو چکا۔ (۳)

۱۹ رمضان المعظم کو حملہ ہوا تھا ۲۱ رمضان المعظم کے آغاز میں شب کے وقت یہ منبعِ فیوض و برکات، سیّد السادات، سراجِ آلِ نبوت، امام المتقین، خلیفۃ الرسول چہارم منصب خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقتِ شہادت تریسٹھ سال بموافق عمرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے دار البقاء میں منتقل ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

زیں مصیبت جائے انداز د کہ چشم آفتاب
دامن گردوں زعشق گوہر آلاید نجون
لبیک با حکم خدا جاندا افتد رجوع
مرجع دل نیست وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

پس سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا اور حضرت عبداللہ ابنِ جعفر رضی اللہ عنہ پانی دیتے رہے۔ پھر سیّدنا امام حسن علیہ السلام نے چار تکبیرات سے آپ کی نماز جنازہ کوفہ میں پڑھائی اور آپ کی غزنین جواب حضرت کی وجہ سے ہی نجف اشرف کے نام سے مشہور ہے یہ کوفہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے میں تدفین کی گئی۔ (۴)

جب واپس ہوئے تو شہزادے ننگے پاؤں گرتے چلتے آ رہے تھے کہ ایک بڑی جماعت کہیں دور دراز سے آ رہی تھی جب شہزادگان کو دیکھا قدموں میں گر گئے اور رو رو کر اظہارِ افسوس کیا اور کہا آپ ہمارے امیر المؤمنین کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟ شہزادے کچھ جواب نہ دے سکے اور رو پڑے۔ (۵)

(۱) شمس، ج۲، ۱۳۸۴ (۲) الجواہر (۳) مناقب اسد اللہ والجواہر (۴) شمس، ج۲، ۱۳۸۴ (۵) مناقب اسد اللہ والجواہر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صاحب ذوالفقار کو شاہِ دلدل سوار کو
شرمیت پر زحسرت غم شہر یار کو
کاریست بس خراب خداوند کار کو
ہفت اختر و چہار گر در مصیبت اند
و حسر تا خلاصہ ہفت چہار کو
از روزگار دولت روزے امید بود
از خوشی کجا شدواں روز گار کو

آخر یہ جماعت روتی ہوئی اور آہ وفغاں کرتی ہوئی حضرت کی قبرِ اطہر پر حاضر ہوئی۔

ایک درویشِ حق:

لوگوں کا تانتا شب و روز بیتِ علی رضی اللہ عنہ پر اظہارِ تعزیت کیلئے لگا ہوا تھا۔ اس حال میں لوگوں نے خبر دی کہ فلاں جگہ پر ایک شخص کوفہ کے کسی ویران مقام پر بیٹھا رو رہا ہے اور چیخ و پکار کر رہا ہے۔ شہزادوں سے عرض کیا گیا کہ خیال ہے کہ امیر المومنین کی داغِ مفارقت پر اس کا حال برا ہو رہا ہے۔ آپ جائیں اور اس کو تسلی دیں۔ سیّدین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما وہاں پہنچے تو دیکھا واقعی اس کا برا حال ہے۔ شہزادوں نے آگے ہو کر جونہی اس کو ہاتھ مبارک لگایا تو وہ قدموں پر گر پڑا۔ کہنے لگا آپ سے مجھے وہ بے مثال خوشبو آ رہی ہے جس خوشبو نے مجھے معطر کیا ہے۔ شہزادگان نے فرمایا تم کیوں روتے ہو اپنا حال تو بیان کرو؟ کہنے لگا حال کیا بتاؤں میرا دنیا میں کوئی نہ تھا اور اکیلا تنہائی میں فلاں جگہ رہتا تھا کہ ایک مردِ کامل میرے پاس آتے تھے اور بیٹھتے تھے اور کہتے تھے مسکین کے پاس مسکین آیا ہے۔ درویش کا ہمنشین درویش ہے۔ غریب ہے اور غریب کے ساتھ ہے۔ آج چار روز ہو گئے ہیں کہ وہ مردِ کامل نہیں آیا گرتا چلتا راستہ دیکھتے یہاں آ بیٹھا ہوں۔ شہزادوں نے کہا ہم اسی مردِ کامل کے غریب و یتیم بچے ہیں جن کو چھوڑ کر وہ اللہ کو پیارے ہو گئے صبر کرو اور اس نے کہا صبر جب آئے گا جب مجھے ان کی قبرِ اقدس کے پاس لے چلو۔ شہزادوں نے اس کی خدمت کی اور اس نے ان شہزادوں کی قدم بوسی کی جب قبرِ سیّدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تو قبرِ اطہر کی خاک سے لپٹ گیا اور روتا رہا۔ شہزادوں نے بڑی تسلی دی لیکن۔

نمے دانم چہ کار افتاد مارا — کہ آں دلدار مارا راز نگذاشت
دریں پیرانہ آں پیری حزیں را — غریب و عاجز و بے یار بگذاشت

وہ یہی کہتا رہا کہ میں بے سہارا بے یار و مددگار غریب ہوں اب میرا زندہ رہنا مشکل ہے اب میں اسی کے پاس جاؤں گا تو چین ملے گا۔ اور بار بار یہ کہا اے اللہ تو نے مجھے زندگی میں اس کا ساتھ دیا تھا اب بھی مجھے موت دے تاکہ میں ان کے ساتھ جا ملوں۔ ربِّ کائنات نے اس درویشِ حق کی دعا قبول فرمائی اور قبر پر لپٹے ہی اس کی روح پرواز کر گئی وہ درویشِ حق ان کو جا ملے وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ کا رنگ ظاہر ہوا۔ شہزادوں نے تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ کے بعد سرکار مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے قریب ہی دفن کر دیا۔ (۱)

(۱) مناقب

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قاتل آگ میں جلا دیا گیا:

سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی تدفین سے فراغت کے بعد لوگوں نے قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم خارجی کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ایک ٹوکری میں ڈال کر آگ لگا دی۔ گویا کہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے والا قاتل دنیا میں بھی آگ میں جل کر راکھ ہوا اور آخرت کے عذابِ جہنم میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے واصلِ جہنم ہوا۔ اس ملعون نے دنیا کی خاطر دین کی قدر و منزلت نہ کی اور ایسے امامِ عظیم کے قتل کے درپے ہوا کہ نہ اس کی دنیا رہی نہ آخرت رہی دونوں جہان میں واصلِ جہنم ہوگیا۔ (۱)

مردِ کامل:

سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دردناک خطبہ دیا جس سے جمِ غفیر سرکار سیّدالسادات کو یاد کر کے روتا رہا۔ اس خطبہ کا بیان یہ تھا:

يَآاَهْلَ الْعِرَاقِ لَقَدْ كَانَ فِيْكُمْ رَجُلٌ بِالْاَمْسِ قُتِلَ اللَّيْلَةَ وَاُصِيْبَ الْيَوْمَ لَمْ يَسْبِقْهُ الْاَوَّلُوْنَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ الْاٰخِرُوْنَ اِذَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَهٗ فِيْ سَرِيَّةٍ كَانَ جِبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

اے عراق والو! کل تم میں ایک ایسے مردِ کامل تھے جن کو رات شہید کر دیا گیا اور آج اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے جس سے پہلوں نے نہ سبقت کی اور نہ پچھلے پہنچ سکتے ہیں۔ جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کسی فوج کی سرداری پر بھیجتے تو جبرائیل اور میکائیل ان کی دائیں بائیں جانب ہوتے جب تک اللہ تعالیٰ ان کو فتح نہ دیتا وہ واپس نہ لوٹتے۔ (۲)

سرد آہ:

سیّدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب خبر ہوئی کہ سیّدالسادات شہید ہو چکے۔ یہ خبر سنتے ہی سیّدہ رو پڑیں اور ایک ٹھنڈی آہ لیتے ہوئے فرمایا تَصْنَعُ الْعَرَبُ مَا تَشَاءُ فَلَيْسَ اَحَدٌ يَنْهٰى۔ اب عرب جو چاہے سو کرے اس کا خصم نہیں رہا۔ (۳)

وَكُلُّ مَنَاقِبِ الْخَيْرَاتِ فِيْهِ
وَحُبُّ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَا

ترجمہ: وہ رخصت ہوئے جو خوبیوں والے تھے۔ اور رب العالمین کے رسول کریم علیہ السلام کے ساتھ پیار رکھتے تھے۔

ذکر القاباتِ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے جو القاباتِ سرکار مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئے وہ یہ ہیں۔

اسد اللہ الغالب، مطلوب کل غالب، سیّد العرب، صدیق الاکبر، امام البررہ، بیضۃ البلد، کرار غیر فرار، یعسوب الدین، امیر المؤمنین، ولی المتقین، امام المتقین، خلیفۃ الرسول، ولی اللہ، امام الاولیاء، سیّد فی الدنیا والآخرۃ، بابِ مدینۃ العلم۔ المولیٰ۔ اور کنیت بارگاہِ رسالت مآب سے ابوتراب ملی تھی۔

آپ کے القابات تو بہت ہیں لیکن یہاں پر اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ متذکرہ القابات میں ایک لقب صدیق الاکبر بھی آیا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ صدیق الاکبر دوسرے اصحاب نہیں ہو سکتے۔ (۴)

(۱) الصواعق المحرقہ ۱۳۴ (۲) طبقات ابن سعد ج۳ ص ۳۸، ۱۳۸، کنز العمال ج۶ (۳) الاستیعاب ۲: ۴۸۲ (۴) الجواہر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کوفہ میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مکان اور درسِ قرآن:

جامع مسجد کوفہ کے قریب ہی بیتِ علی رضی اللہ عنہ کے نام سے اب تک وہ مکان شریف ہے۔ یہ گھر جس میں سیّدنا مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سکونت تھی پرانے تاریخی نقشہ پر بنا ہوا ہے مکان نہایت سادہ ہے اور کمرہ ایک ہی ہے اور یہاں پر وہ جگہ مکان کے اندر ہی ہے جہاں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا۔ جس کنوئیں سے پانی لے کر حضرت سرکار والا کو غسل دیا گیا وہ کنواں بھی موجود ہے۔ مکان کا چھوٹا سا صحن چمنیاں بھی چھوٹی چھوٹی ہیں اس جگہ کمرہ ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آخری ایام میں رکھا گیا اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی شہزادی اسی کمرہ میں کوفہ کی عورتوں کو درسِ تفسیر قرآن بھی دیا کرتی تھیں۔ کوفہ آ کر آپ کے پاس ہی رہتیں اور شہادتِ عظمیٰ تک کئی سال تفسیر قرآن کا درس فرماتی رہیں گویا یہ بیتِ علی رضی اللہ عنہ بیت درسِ تفسیرِ قرآن بھی تھا۔ ایک دن سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا عورتوں کو معمول کے مطابق درسِ قرآن میں سورہ مریم میں **کھیعص** کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں کہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آ گئے آپ نے فرمایا اچھا آج **کھیعص** کی تفسیر بیان کر رہی ہو؟ عرض کیا حضور ابا جان جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اے میری نورِ نظر زینب علیہا السلام اس میں بڑے رازوں کا سمندر ہے۔ اور ایک جملہ جو رمزِ خداوندی ہے جس سے ایک مصیبت بھی آشکارہ ہوتی ہے یہ سن کر سیّدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت بمتعلق تدفین:

سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ وصیت قبل از شہادت فرمادی تھی کہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو مجھے فلاں جگہ جو کوفہ سے کچھ فاصلہ پر ہے دفن کرنا۔ وہ جگہ غری نین ہے وہاں پر ایک سفید پتھر ہے اور اس سے نور چمکتا ہے۔ اس کو وہاں سے ہٹا کر دیکھنا اس کے نیچے جگہ گہرائی دار ہوگی اس میں مجھے رکھنا یہ بات آپ نے سیّدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو بتادی تھی اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ مجھے غسل بھی تم دونوں نے دینا ہوگا اور نمازِ جنازہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم نے پڑھانی ہوگی۔ (۱)

ذکرِ انگشتری سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ابن عساکر نے بحوالہ جعفر بن محمد لکھا ہے کہ حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس پر نعم القادر کندہ ہوا تھا۔ لیکن عمر بن عثمان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کی مہر کی عبارت چاندی کی انگشتری پر الملک للہ کندہ تھی۔ (۲)

مقام شہادت در جامع کوفہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

جامع مسجد کوفہ جہاں سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہید کیا گیا یہ ایک تاریخی مسجد ہے صحن بہت بڑا وسیع ہے چاروں طرف کمرے ہی کمرے ہیں اور ایک بہت بڑا مسافر خانہ بھی ہے۔ مقامِ ابراہیم علیہ السلام، مقامِ جبرائیل علیہ السلام، مقامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مقامِ آدم علیہ السلام، مقامِ زین العابدین رضی اللہ عنہ، کئی ناموں سے چھوٹے چھوٹے چبوترے بنے ہوئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہاں پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے نمازیں پڑھی ہیں وہ نشانات دیے گئے ہیں مشہور ہے نبیوں کی جائے نماز صحن کے درمیان ایک لوہے کے سریوں سے گول حلقہ بنا ہوا ہے کہا جاتا ہے کہ سیّدنا نوح علیہ السلام کے زمانہ میں اس جگہ وہ تنور تھا جس سے پانی کے چشمے پھوٹے تھے۔ پھر

(۱) المناقب (۲) تاریخ الخلفاء

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک چبوترہ بنا ہوا ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عدالت فرمایا کرتے تھے۔ایک اور جگہ ہے تہہ خانہ اور وہ مقفل ہے کہا جاتا ہے یہاں پر سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تبرکات ہیں ایک اور تہ خانہ ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں سیّدنا نوح علیہ السلام عبادت فرمایا کرتے تھے۔ایک جانب اس مسجد میں سیّدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید در کوفہ کا چاندی کا مزار اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن علی رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں اور مختار بن عبید ثقفی کی قبر بھی یہیں ہے۔اس مسجد کے برآمدہ میں وہ جگہ بھی ہے جہاں سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو دورانِ نماز شہید کیا گیا یہ مقام زیارت گاہ ہے کہ جس مسجد کے دس مقام پر امام الائمہ کو بحالتِ نماز زہر آلود تلوار ماری گئی۔(۱)

کسے رامیسر نہ شدایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت
تائید حق میں پہلی شہادت سیّدنا علی کی ہے
پیغمبری نبی کی ولایت سیّدنا علی کی ہے
مولا بھی محترم ہے ولد بھی ہے محترم
کعبہ ہے اور جائے ولادت علی کی ہے
مولود کعبہ کے لیے اکرم خوب ہے
مسجد میں اللہ اللہ شہادت علی کی ہے
کعبہ سے ابتدا ہے تو مسجد میں انتہا
مرقوم در حرم حکایت علی کی ہے

(۱) تاریخ کوفہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مزارِ اقدس سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ در نجفِ اشرف

کوفہ کے باہر سات میل کے فاصلہ پر جس جگہ سرکار مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تھا وہاں کسی آبادی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ لیکن سرکار مولائے کائنات کی مسکن گاہ قبرِ اطہر کے صدقہ اب اس کو نجفِ اشرف کے مکرم نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس جگہ ایک شاندار پیارا شہر نجفِ اشرف کے نام سے کہلا رہا ہے جس کی آبادی سات ہزار کے قریب ہے۔ (۱)

نجفِ اشرف کوفہ سے تو سات میل دور ہے جہاں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس ہے۔ لیکن کربلائے معلیٰ سے نجفِ اشرف کا فاصلہ ساٹھ میل ہے۔ جہاں سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزارِ اقدس ہے۔ (۲)

کربلا معلیٰ سے ایک پختہ سڑک نجفِ اشرف کو جاتی ہے۔ لیکن اردگرد تمام علاقہ ریگستانی وریتلا ہے کوئی سبزہ نظر نہیں آتا دور دراز تک ریت کا سمندر نظر آتا ہے اس راستہ سے دور سے ہی سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے روضۂ اطہر کا گنبد دن میں دمکتا اور رات کے وقت بجلی کی روشنی میں چمکتا نظر آتا ہے۔ گنبد پر سونا بندھا ہوا ہے اور مزارِ اقدس کے اندر بھی سونے اور چاندی اور شیشوں سے مرصع کاری جو سونے پر سہاگہ ہے۔ چمک اور دمک سے آنکھیں خوش ہو جاتی ہیں دروازے جالیاں، چوکھٹیں سب سونے اور چاندی سے بھرپور ہیں اور پھر ہیرے و جواہرات بھی ہیں اور قبرِ اطہر پر اس شان کی میناکاری اور گلکاری اور نقش نگاری کی ہوئی ہے کہ دل خوش ہو جاتا ہے سونے چاندی کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور دیواروں پر شیشوں اور چینی سے گلکاریاں ہیں۔ آفتابِ ہدایت، شہنشاہِ ولایت کی قیام گاہ برزن، صبی و بالغ کے لیے صبح وشام فیوض و برکات کا مرکز ہے اور آفتابِ ہدایت وشہنشاہِ ولایت بھی کو اپنی نورانی عرفانی تجلیات سے مستفیض فرما رہے ہیں۔ آج تک جتنے سلاسل ہیں سب اسی مرکز سے وابستہ ہیں اور وہی روشنی اس مرکزِ عالیہ سے چل رہی ہے۔ جیسا کہ تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔

(۱) تاریخ الکوفہ (۲) تاریخ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شجرۂ طیبہ

آلِ حیدرِ کرار، ازواج وابنا وبناتِ کرام رضی اللہ عنہم

بیٹیاں	بیٹے	نام اہلیہ	نمبر شمار
حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	۱
حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا، میمونہ ام جعفر رضی اللہ عنہ	عمر، عباس، جعفر، عبید اللہ عثمان	ام البنین بنت حرام بن خالد (از بنی ہوازن)	۲
حضرت زینب الصغری رضی اللہ عنہا، رملۃ الصغری رضی اللہ عنہا	حضرت عبید اللہ و ابوبکر رضی اللہ عنہما	لیلیٰ بنت مسعود (از بنی تمیم)	۳
حضرت فاطمہ، امامہ، خدیجہ رضی اللہ عنھن	حضرت عون، یحییٰ رضی اللہ عنہما	اسماء بنت عمیس (الخثمیہ)	۴
....	حضرت محمد، اوسط رضی اللہ عنہما	امامہ بنت ابو العاص (از بطنِ سیدہ زینب)	۵
....	حضرت محمد حنفیہ، محمد اکبر رضی اللہ عنہما	خولہ بنت جعفر بن قیس	۶
حضرت ام الحسن، رملۃ الکبری رضی اللہ عنہا	محسن رضی اللہ عنہ	ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	۷
حضرت ام الکرام، حضرت رقیہ، ام سلمہ رضی اللہ عنھن	حضرت عمر اطراف، عمران رضی اللہ عنہما	ام حبیبہ بنت ربیعۃ ثعلبیہ	۸
حضرت جمانہ، حارثہ، نصیر رضی اللہ عنھن	....	مسمیاۃ بنت امر القیس الکلبی	۹

شہدائے کربلا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ۳۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ ۴۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ۵۔ سیدنا محمد رضی اللہ عنہ، ۶۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ ۷۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ازواج وابناء وبنات کا بمعہ اسماء وتعداد بیان:

حضرت سیدنا مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد آٹھ مزید نکاح فرمائے تھے اس طرح

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ کی کل ازواج کی تعداد نو ہوتی ہے۔

آپ کی کل ازواج کے نام یہ ہیں۔

۱۔ سیدہ نساء العالمین وسیدہ نساء اہل الجنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۔ ام البنین بنت خرام بن خالد رضی اللہ عنہا

۳۔ لیلیٰ بنت مسعود از بنی تمیم رضی اللہ عنہا

۴۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

۵۔ امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ عنہا

۶۔ خولہ بنت جعفر بن قیس رضی اللہ عنہا

۷۔ ام سعید بنت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہا

۸۔ ام حبیبہ بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا

۹۔ مسمیاۃ امراء القیس رضی اللہ عنہا

آپ کے کل بیٹے اٹھارہ تھے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

۲۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

۳۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

۴۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ

۵۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ

۶۔ سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ

۷۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت عون رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت اوسط رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ

۱۵۔ حضرت محمد اکبر رضی اللہ عنہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

۱۷۔ حضرت محسن رضی اللہ عنہ

۱۸۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ

آپ کی کل بیٹیاں اٹھارہ تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا

۴۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

۵۔ حضرت ام جعفر رضی اللہ عنہا

۶۔ حضرت زینب الصغریٰ رضی اللہ عنہا

۷۔ حضرت رملۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا

۸۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

۹۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا

۱۰۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

۱۱۔ حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہا

۱۲۔ حضرت رملۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

۱۳۔ حضرت ام الکرام رضی اللہ عنہا

۱۴۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

۱۵۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

۱۶۔ حضرت جمانہ رضی اللہ عنہا

۱۷۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہا

۱۸۔ حضرت نصیر رضی اللہ عنہا (۱)

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد و ازواج کے احوال:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی زوجہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت اِم کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ یعنی دو بیٹے اور دو بیٹیاں۔ حضرت زینب بنتِ علی رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبد اللہ ابنِ جعفر سے ہوا۔ ان کے ہاں عون رضی اللہ عنہ، محمد رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہا چار بچے پیدا ہوئے یعنی تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا

(۱) تاریخ الائمۃ العظام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہوئی۔ان میں سے دو بیٹے جو جوان تھے کربلا میں شہید ہوئے۔دوسری بیٹی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کا نکاح سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ان سے ایک بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا اور بیٹا زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔حضرت زید بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما از بطنِ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جس روز انتقال ہوا اسی روز ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔(۱)

حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو بنی ہوازن سے تھیں ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، عبید اللہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں یعنی ام ہانی رضی اللہ عنہا، میمونہ رضی اللہ عنہا، ام جعفر رضی اللہ عنہا۔یعنی آپ کی اس زوجہ کے بطن سے آٹھ اولاد و امجاد ہوئیں۔ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، عبید اللہ رضی اللہ عنہ، میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت لیلیٰ بنتِ مسعود زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو بنی تمیم سے تھیں ان کے بطن سے حضرت عبد اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، زینب الصغریٰ رضی اللہ عنہا، رملۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے یعنی دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے عون رضی اللہ عنہ، یحییٰ رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا امامہ رضی اللہ عنہا خدیجہ رضی اللہ عنہا پانچ بچے پیدا ہوئے۔دو بیٹے اور تین بیٹیاں۔

حضرت امامہ بنتِ ابو العاص زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے محمد رضی اللہ عنہ اور اوسط رضی اللہ عنہ دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت خولہ بنتِ جعفر بن قیس زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے محمد رضی اللہ عنہ حنفیہ رضی اللہ عنہ اور محمد اکبر رضی اللہ عنہ دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت ام سعید بنتِ عروہ بن مسعود ثقفی زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے محسن رضی اللہ عنہ، ام الحسن رضی اللہ عنہا، رملۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یعنی ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت ام حبیبہ بنتِ ربیعہ زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے حضرت عمر اور حضرت عمران رضی اللہ عنہما، ام الکرام رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا یعنی دو بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت مسمیاۃ بنتِ امرء القیس الکلبی زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے جمانہ رضی اللہ عنہا، حارثہ رضی اللہ عنہا، نصیر رضی اللہ عنہا، تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔(۲)

اس مذکورہ اولاد میں سے جو آپ کے اٹھارہ بیٹے تھے ان میں سے پانچ بیٹے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ظاہری زندگی میں انتقال فرما چکے تھے اور بوقتِ شہادت آپ کے تیرہ شہزادے بحیات موجود تھے ان تیرہ شہزادوں میں سے سات شہزادے بمع سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں شہید ہوئے جبکہ باقی چھ شہزادوں میں سے بھی دنیا میں نسل جاری ہے۔

اسمائے گرامی ابنائے اکرام سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین

۱۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابنِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطنِ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
۲۔ حضرت سیّدنا عباس ابنِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطنِ سیّدہ ام البنین رضی اللہ عنہا
۳۔ حضرت سیّدنا جعفر ابنِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطنِ سیّدہ ام البنین رضی اللہ عنہا

(۱) بخاری، مناقب فاطمہ (۲) الجواہر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۴۔ حضرت سیدنا عثمان ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ ام البنین رضی اللہ عنہا

۵۔ حضرت سیدنا محمد ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا

۶۔ حضرت سیدنا ابوبکر ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا

۷۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ ام البنین رضی اللہ عنہا (۱)

ان سب کی تفصیلی شہادتوں کا ذکر آگے آ رہا ہے کہ میدان کربلا میں حیدر کرار کے ان شہزادوں نے کس طرح دشمنوں کو واصل جہنم کیا اور پھر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سلسلہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا میں پانچ بیٹوں اور ایک بیٹی سے نسل جاری ہے

۱۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ (۲) سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان کا ذکر ان کے علیحدہ علیحدہ بابوں میں باتفصیل بیان کر دیا گیا ہے۔ اب یہاں پر باقی تین شہزادوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ حضرت محمد ابن الحنفیہ ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ دوسرے حضرت عباس علمبردار رضی اللہ عنہ سقائے اہل بیت شہید در کربلا اور تیسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اطرف) ہیں۔ اور چھٹی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کی بیٹی ہیں ان سے بھی دنیا میں نسل جاری ہے (۲)

اب یہاں پر مناسب سمجھتا ہوں کہ (۱) حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اطرف اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا جائے۔

حضرت محمد (ابن الحنفیہ) ابنِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ حضرت خولہ ملقب بہ حنفیہ تھیں۔ قبیلہ جسیم نے عہدِ صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے نکاح میں آئیں ان کے بطن سے حضرت محمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حنفیہ لقب والدہ کی نسبت کی بناء پر مشہور ہوا۔ محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ یعنی محمد رضی اللہ عنہ نام اور والدہ حنفیہ رضی اللہ عنہا اور والد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ان کو ہی امام حنیف کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضرت محمد حنفیہ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ حضرت محمد ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے اور یکم محرم الحرام ۸۱ھ میں انتقال فرما گئے۔ واقعۂ کربلا کے وقت مدینہ طیبہ میں تھے بوجہ علالت کے کہیں نہ گئے۔ بعد واقعۂ کربلا کافی عرصہ حیات رہے تھے جب انتقام یزید و ابن زیاد و عمرو بن سعد اور شمر وغیرہا سے لیا گیا تو مختار بن عبید ثقفی نے انہی کی خدمت عالیہ میں ان ظالموں کے سر اتار کر بھیجے ان کو قتل کیا اور طرح طرح کی سزائیں دیں۔ حضرت محمد ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، زہد رضی اللہ عنہ، ریاضت میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ لشکر مرتضوی کے علم بردار ہر میدان میں یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ کے والد معظم حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو جنگوں میں نہیں بھیجتے اور آپ کو ہی سخت سے سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ سیدنا محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے ابا جان کی آنکھیں ہیں اور میں ابا جان کا ہاتھ ہوں۔ یعنی وہ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوں۔

حضرت محمد ابن الحنفیہ بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی اولاد کی تعداد ۲۴ ہے جس میں سے ۱۴ نرینہ فرزند تھے تین سے نسل جاری ہے۔

(۱) تا (۲) الجواہر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ کے صاحبزادے ابو ہاشم عبداللہ بزرگ تابعین میں سے ہیں، آپ کے ایک صاحبزادے جعفر ہیں جو یوم الحرہ کو شہید ہوئے، ان کی اولاد کثیر موجود ہے اور آپ کے صاحبزادے علی رضی اللہ عنہ کی نسل بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے انہی کو کسانیہ امام تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت عباس بن سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

آپ میدانِ کربلا میں علمبردار امامِ ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقائے اہلِ بیت بھی ہے۔ ۳۴ سال کی عمر مبارک میں کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی اولاد پاک کا شجرہ اس طرح ہے۔

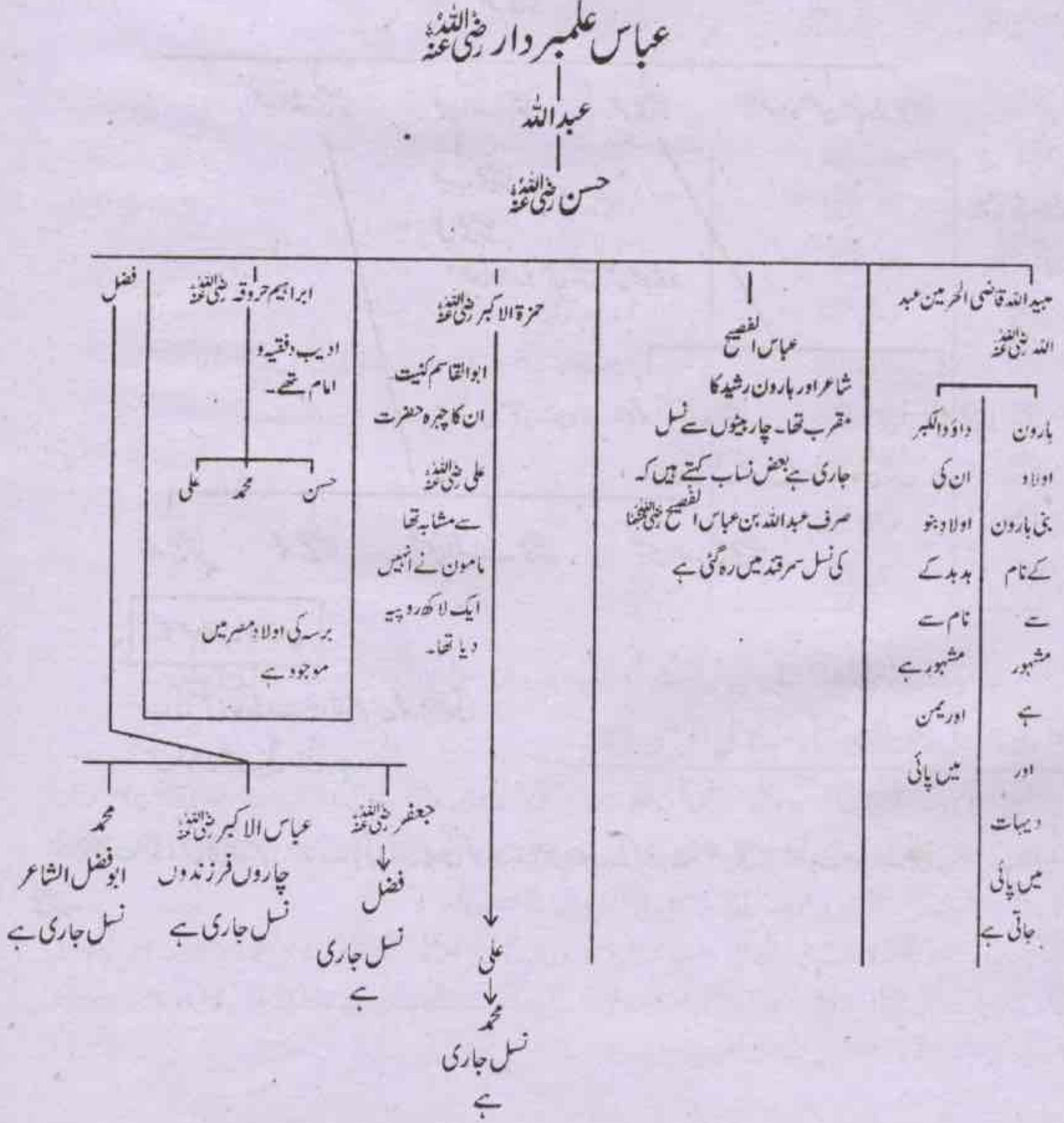

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

(اطراف) حضرت عمر ابنِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

آپ حضرت عباس علمبردار رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا" 77 سال کی عمر شریف میں وصال فرمایا۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے:

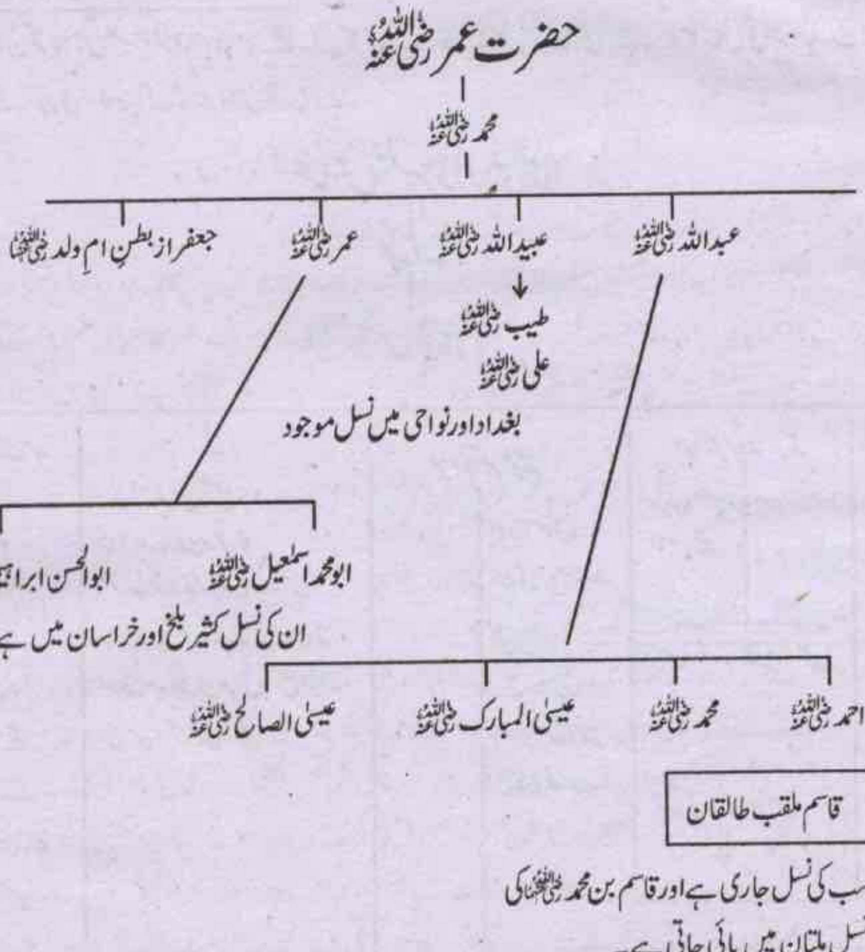

سب کی نسل جاری ہے اور قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما کی نسل ملتان میں پائی جاتی ہے۔

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ علم بردار کے باقی تین بھائی کربلا میں شہید ہوئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیّدہ حضرت زینب دختر سیّدنا علی المرتضیٰ کا سلسلۂ اولاد

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و سیّدہ فاطمہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

سیّد امام حسن رضی اللہ عنہ — سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ — سیّدہ زینب کبریٰ، — سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن

علی الزینبی رضی اللہ عنہ — عباس رضی اللہ عنہ — عون رضی اللہ عنہ — محمد رضی اللہ عنہ

یہ دونوں کربلا میں شہید ہوئے۔

علی رضی اللہ عنہ
محمد شعث رضی اللہ عنہ
عون مثنیٰ رضی اللہ عنہ
طاہر رضی اللہ عنہ
قاسم رضی اللہ عنہ
سالم رضی اللہ عنہ
امین رضی اللہ عنہ
شفیع رضی اللہ عنہ
نصیح رضی اللہ عنہ

← صالح رضی اللہ عنہ
جعفر رضی اللہ عنہ
ہادی رضی اللہ عنہ
مہدی رضی اللہ عنہ
غالب رضی اللہ عنہ
طالب رضی اللہ عنہ
مصطفیٰ رضی اللہ عنہ
مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
حسن رضی اللہ عنہ

← حسین رضی اللہ عنہ
آلِ محمد رضی اللہ عنہ
آلِ علی رضی اللہ عنہ
نورِ احمد رضی اللہ عنہ

ان سے قفات غزنی کا سلسلہ چلا اور انہی کی نسل کے آدمی ہندوستان میں قاضی کے منصب پر مامور ہوئے۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بالتفصیل ذکر اسی کتاب کے باب زینب میں بمعہ اولادِ امجاد کیا گیا ہے۔ تاریخ الائمہ۔

حضرت ام ہانی فاختہ بہن حقیقی سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت ام ہانی یا فاختہ رضی اللہ عنہا، سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حقیقی ہمشیرہ ہیں۔ حضرت سیّدہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا جن کا ذکر میں پہلے باب علی رضی اللہ عنہ کے شروع میں کر چکا ہوں انہی کے بطن سے عمران ابو طالب رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد ہوئی۔ طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، صحانہ رضی اللہ عنہا، ام ہانی یا فاختہ رضی اللہ عنہا۔

ام ہانی یا فاختہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہبیرہ بن ابی وھب بن عمرو بن مایذ بن عمران بن مخدوم رضی اللہ عنہم سے ہوا تھا اور حضرت ام ہانی فاختہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہانی رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، یوسف رضی اللہ عنہ اور حبدہ رضی اللہ عنہ بچے پیدا ہوئے تھے۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عام الفتح کے موقعہ پر شرف اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہیرہ جس کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا یہ نجران کو بھاگ گیا تھا اس کے اسلام لانے کی کوئی روایت نہیں مل سکی ہاں ہیرہ مکہ فرار ہوتے وقت جو اشعار کہے تھے۔ وہ یہ ہیں۔

لعمرك ما وليت ظهري محمداً
واصحابه جبنا ولا خيفة القتل
ولكنني قلبت طرفي فلم أجد
لسيفي مصاه ضربت ولا نبلي
وقفت فلما خفت ضيعة موقفي
فررت العود كا لهذبرالي الشبل

حاصل یہ ہے کہ سچ پوچھو تو میں نے محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کے خوفِ قتل سے پیٹھ نہ دی بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام الٹ گیا اور میری تلوار اور نیزہ کچھ کام نہ بنا سکے۔

اب حضرت سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ و حضرت سیدنا جعفر برادران علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا حال اور حسباً نسباً و اولاد امجاد کی بعض رشتہ داریوں کا اجمالی ذکر۔ ان میں جو شہید کربلا ہوئے ان کی شہادتوں کا علیحدہ ذکر بالتفصیل بابِ شہدائے کربلا میں کیا گیا ہے اور جو کوفہ میں شہید ہوئے ان کا علیحدہ شہادتوں کا بیان کر دیا گیا ہے۔

برادر علی المرتضیٰ حضرت عقیل ابن عمران (ابو طالب) رضی اللہ عنہم:

آپ طالب رضی اللہ عنہ سے دس برس چھوٹے اور جعفر رضی اللہ عنہ سے دس برس بڑے تھے۔ جنگِ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے عقیل رضی اللہ عنہ واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس علم میں ان کو امتیازِ خاص تھا نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا:

إِنِّي أُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبًّا لِقَرَابَتِكَ وَحُبًّا لِمَا كُنْتُ أَعْلَمُ مِنْ حُبِّ عَمِّي إِيَّاكَ (۱)

میں تم سے دوگونہ محبت رکھتا ہے ایک محبت قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

ان کا انتقال سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا تھا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز پنج شنبہ ۹ ذی الحجہ ۵۹ھ کو شہید ہوئے ان ہی کے فرزند ہیں عقیل رضی اللہ عنہ کے دو فرزند محمد و عبد الرحمٰن جعفر رضی اللہ عنہما پوتے عبد اللہ بن مسلم محمد بن مسلم رضی اللہ عنہما بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

(۱) طبقات ابن سعد ج ۴: ۴۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شجرۂ اولادِ عمران رضی اللہ عنہ

حضرت عقیل (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ
شہید در کوفہ

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ
شہید کربلا

حضرت محمد رضی اللہ عنہ
شہید کربلا
ان کے گھر زینب الصغریٰ بنت علی المرتضیٰ تھیں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ
شہید در کربلا
ان کی والدہ رقیہ بنت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا ہیں

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ
شہید در کربلا

قاسم رضی اللہ عنہ
شہید در کربلا

ابومحمد عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہما
امام ترمذی ان سے روایت کرتے ہیں
ابن حجر نے ۱۴۰ھ کو ان کی وفات تحریر
کی ہے۔

قاسم الجری رضی اللہ عنہ — علی رضی اللہ عنہ — طاہر رضی اللہ عنہ — ابراہیم رضی اللہ عنہ — عقیل رضی اللہ عنہ — محمد بن ابومحمد عبداللہ رضی اللہ عنہ

محمد بن ابومحمد عبداللہ رضی اللہ عنہ
محدث ثقہ
ان کی والدہ حمید ہے جو
مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں
اور ام کلثوم بنت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی۔

عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد:
عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ — عقیل رضی اللہ عنہ — قاسم رضی اللہ عنہ — احمد رضی اللہ عنہ — عبداللہ — مسلم رضی اللہ عنہ

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ
محمد المرفوع

قاسم رضی اللہ عنہ
محمد الانعاریہ۔ بڑی نسل ہے

ان کی اولاد طبرستان میں ہے۔ بنو المرفوع کے نام سے مشہور ہیں۔

برادرِ علی المرتضیٰ حضرت جعفر (طیار) ابن عمران (ابوطالب) رضی اللہ عنہم:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس سال بڑے قدیم الاسلام تھے اوّل ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ سے خوب اسلام کی اشاعت ہوئی۔ بالخصوص اسلام پر جو تقریر انہوں نے حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں فرمائی تھی۔ ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ تشریف لائے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتحِ خیبر کی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خوشی زیادہ ہے یا کہ قدومِ جعفر کی (باب غزوۂ موتہ بروائتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ) ۸ھ میں جنگِ موتہ میں شہید ہوئے۔تلوار اور نیزے کے نوے سے زیادہ زخم ان کے سامنے کی جانب موجود تھے دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

نبی علیہ السلام نے ان کی منقبت میں فرمایا تھا:

اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ خُلُقِيْ.[1]

اے جعفر رضی اللہ عنہم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

عمر مبارک بوقتِ شہادت ۴۱ سال تھی۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسکین کے حق میں جعفر طیار سب سے بہتر تھے وہ اہلِ صفہ کی خبر رکھتے تھے اور کھانا کھلایا کرتے تھے جو کچھ ان کے گھر میں ہوتا کبھی کبھی وہ ہمارے گھر خوراک کا عکہ (تھیلا) بھی لے آتے جس میں اور کچھ نہ ہوتا ہم اس کو ہی چاٹ لیتے۔ان کے چار فرزند تھے۔

ایک ان میں سے عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر حبش میں پیدا ہوئے۔کثرتِ سخاوکرم سے ان کا لقب بحر الجود تھا۔عبادت گزار بھی حد درجہ کے تھے ۸۰ھ میں بعمر نوے سال مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دختر سیّدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا ان ہی کے گھر میں تھیں۔

(۱) تاریخ بغداد ۱۰/۱۱۰ ط ا

شجرۂ اولادِ حضرت عمران جعفر ابنِ (ابی طالب) رضی اللہ عنہم

حضرت جعفر ابن عمرانِ ابوطالب رضی اللہ عنہ

- ابوجعفر عبداللہ الجود رضی اللہ عنہ
- عون رضی اللہ عنہ — مساور
- محمد الاکبر رضی اللہ عنہ
- محمد الاصغر رضی اللہ عنہ
- حمید رضی اللہ عنہ
- حسین رضی اللہ عنہ
- عبداللہ الاصغر رضی اللہ عنہ

عبداللہ رضی اللہ عنہ — قاسم — ان کے نکاح میں ام کلثوم بنت زینب علی المرتضیٰ تھیں۔

- معاویہ رضی اللہ عنہ
- علی الزینبی رضی اللہ عنہ — ان کی اولاد زینب رضی اللہ عنہا دختر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں
- اسحٰق العریضی رضی اللہ عنہ
- اسماعیل زاید رضی اللہ عنہ — المتوفی ۱۴۵ھ ابن ماجہ میں ایسے روایت ہے۔
- محمد رضی اللہ عنہ — شہید کربلا، ان کی والدہ خوصاء بنتِ حفصہ ہیں
- عدی رضی اللہ عنہ — شہید کربلا
- عون رضی اللہ عنہ — شہید کربلا، ان کی والدہ جمانہ بنتِ مشیب از نبی فرازہ ہیں

- عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ۱۲۵ھ میں دعویٰ خلافت کیا ۱۲۹ھ میں اسیر ہوئے ۱۳۳ھ میں انتقال فرمایا نسل آئندہ نہیں۔
- محمد الادریس رضی اللہ عنہ — الائیس، ابراہیم، جعفر السیّد، نسل کثیر باقی ہے اور بنو جعفر رضی اللہ عنہ کہلاتے ہیں۔
- اسحاق ملاشرف رضی اللہ عنہ — نسل کثیر باقی ہے
- محمد رضی اللہ عنہ — نسل گم
- جعفر رضی اللہ عنہ — نسل گم
- قاسم رضی اللہ عنہ — ان کی والدہ ماجدہ بنت القاسم بن محمد بن ابوبکر قاسم اور امام جعفر صادق خالہ زاد بھائی ہیں۔

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین	ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصلِ نسلِ صفا وجہِ وصلِ خدا	بابِ فضلِ ولایت پہ لاکھوں سلام
اوّلین دافعِ اہلِ رفض و خروج	چارمی رکنِ ملتِ پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن	پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

(از امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۱۰

خلیفہء خامس و امام ثانی سیّد الاسخیاء

حضرت سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما:

آپ کا اسمِ گرامی حسن، کنیت ابو محمد لقب تقی، زکی، سید، مجتبیٰ، شبیہ الرسول ہیں۔ آپ کا حسب و نسب آباء و امہات اس طرح ہے۔

حسن بن علی المرتضیٰ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

آپ کی والدہ ماجدہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یعنی آپ حضور سید العالمین علیہ السلام وآلہ الکرام کے نواسے ہیں اسی نسبت خاص کی وجہ سے آپ کو سبط الرسول بھی کہا جاتا ہے ائمہ اثنا عشر میں آپ اپنے والد مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بعد امام دوم بھی ہیں۔ اور آپ آخر الخلفاء بالنص بھی ہیں۔ یعنی آپ پر منصوص خلافت ختم ہوگئی۔ (۱)

ولادت با سعادت:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان المعظم کی شب مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے، یہ سالِ ولادت ۳ھ تھا محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تاریخ ولادت یہی تھی۔ لیکن سالِ ولادت میں بعض نے کچھ اختلاف کیا ہے بعض نے ۲ھ اور بعض نے ۳ھ اور بعض نے ۴ھ لکھا ہے لیکن کثیر جماعت اکابرین نے ۳ ہجری لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

اسمِ مبارک کا انتخاب و خواص:

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت فرمایا:

کہ تم نے اس فرزند کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ میری کیا مجال ہے کہ آپ کے بے اذن و اجازت نام رکھنے میں سبقت کرتا۔ آپ مختار ہیں جو نام چاہیں وہ رکھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کچھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے اور اسی کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ اس فرزند کا نام حسن رکھا جائے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس نواسے کا نام حسن رضی اللہ عنہ رکھا۔ (۲)

(۱) الجواہر، اشعۃ اللمعات، نور الابصار، تاریخ آئمہ

(۲) طبقات ابن سعد

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام جب حسن ہوا تو حسن حُسن سے ہے۔ جس کے معنی خوبصورتی و جمال کے ہیں۔ یعنی دل کش، خوبصورت، جمیل، خوشنما اور اسی نام کے باطنی معنی یہ ہیں کہ حسن صرف ظاہری حسن و جمال کا کمال ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر جمال باطنی اور حُسن معنوی ملحوظ تھا۔ اسی طرح حسن نام احسان سے مشتق ہے اسی لیے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے امتیازات میں احسان ایک ان کی امتیازی صفت ہے۔ خلق حسن شہرہ آفاق اور اخلاق باطنی جمال ہے آپ جس طرح ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے حسین تھے اس سے بڑھ کر باطنی حسن و جمال میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا(۱)

لعابِ دہن وآ دائے عقیقہ از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس نواسے حضرت سیدنا امام حسن کی ولادت طیبہ پر اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اسماء بنت عمیس میرے فرزند کو لاؤ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک زرد رنگ کے کپڑے میں ملبوس کر کے آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور آپ کی ولادت طیبہ کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا اور آپ کے سر مبارک کے بال منڈوائے اور حکم دیا کہ ان بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کی جائے۔ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے عقیقہ کرنے کے وقت یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ عَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَدَمُهَا بِدَمِهٖ وَ شَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا وِقَاءً لِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ (۲)

اے میرے اللہ اس کی ہڈی بعوض مولود کی ہڈی کے ہے اور اس کا گوشت بعوض اس کے گوشت کے ہے اور خون اس کا بعوض اس کے خون کے ہے اور بال بعوض اس مولود کے بال کے ہیں۔ اے اللہ اس قربانی عقیقہ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل کے لیے بچانے والا بنا۔

اور ساتویں روز ہی آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ختنہ بھی کیا یہ تمام کام خود بنفسِ نفیس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائے۔ دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ تم نے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنا ہے اور جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو مجھے خبر دے دینا۔ میرے آنے تک کوئی کام نہ کرنا۔ سب کام میں خود کروں گا۔ چنانچہ آپ آئے اور سب کام خود کئے۔ اور پھر اپنا لعاب دہن اقدس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے منہ مبارک میں ڈالا اور پھر یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اُعِيْذُهٗ بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهٗ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۳)

اے اللہ میں اس کو بھی تیری پناہ میں دیتا ہوں اور اس کی اولاد کو بھی اس شیطان کے شر سے بچا جو تیری بارگاہ سے راندہ گیا ہے۔

زمانہ طفولیت:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ چھ سال اور چار مہینے اپنے نانا جان حضور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں رہے اور سات سال سیدہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا جیسی طاہرہ ماں کی آغوش کے زیر تربیت رہے اور تقریباً عرصہ ۳۷ سال اپنے والد بزرگوار سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فیوض و برکات سے مستفیض رہے ظاہر ہے کہ ایسی پاکیزہ آغوشوں میں پرورش فرمانے والے امام جلیل میں یقیناً وہی تاثیر ہوگی جو ان عظیم ہستیوں میں ہے۔ (۴)

(۱) نور الابصار۔ المنجد (۲) تذکرۃ الہمام (۳) نور الابصار (۴) سوانح کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شباہتِ رسولِ مقبول ظاہر و باطن اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

اکثر روایاتِ صحیحہ میں موجود ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا حُسن و جمال اپنے نانا جان حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

صَلَّى اَبُوْبَكْرٍ الْعَصْرَ فَخَرَجَ يَمْشِيْ وَ مَعَهٗ عَلِيًّا فَرَاٰءَ الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهٗ عَلٰى عَاتِقِهٖ قَالَ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ يَضْحَكُ (۱)

ایک مرتبہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں تو آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا میرا باپ قربان اس بچہ پر یہ میرے آقا حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے مشابہ ہیں یہ علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بہت مسکرائے (۲)

کنز العمال میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت موجود ہے امام حسن رضی اللہ عنہ گردن سے لے کر روئے مبارک تک سرورِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی بھی رسالتِ مآب کی ذاتِ اقدس سے مشابہ نہ تھا۔ (۳)

عطائے حلم:

روایاتِ صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے اس بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو حلم عطا فرما دیا ہے طبرانی اور معجم کبیر میں ہے کہ یہ ایک ایسی نعمت تھی جو سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی۔

آغوشِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

روایاتِ صحیحہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیّدنا امام حسن علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت و پیار کے ثبوت موجود ہیں مستدرک حاکم میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اس وقت سے محبوب رکھتا ہوں جب سے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

رَاَيْتُ الْحَسَنَ فِيْ حِجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْخُلُ اَصَابِعَهٗ فِيْ لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ يَدْخُلُ لِسَانَهٗ فِيْ فَمِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ (۴)

میں نے دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش انور (داڑھی مبارک) میں انگلیاں ڈال رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے کر فرماتے ہیں اے اللہ میں اسے اپنا محبوب رکھتا ہوں۔ اس لیے تو بھی اسے اپنا محبوب رکھ۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ مجھے حسن سے پیار ہے تو بھی ان سے پیار فرما اور جو کوئی ان سے محبت کرے تو اس کے ساتھ بھی محبت فرما۔

(۱) بخاری فی المناقب (۲) الاحاد والمثانی، ۲۹۹۱، رقم ۴۰۹ (۳) بخاری (۴) المستدرک ۳: ۱۸۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رسالت مآب بحالتِ رکوع وسجود اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَاجِدٌ وَالْحَسَنُ يَرْكَبُ ظَهْرَهٗ فَمَا يُنْزِلُ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَنْزِلُ وَلَقَدْ رَأَيْتُهٗ يَجِيْئُ وَرَاكِعٌ فَيُفَرِّجُ لَهٗ بَيْنَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخِرِ۔

تحقیق میں نے رسول اللہ کو اس حال میں دیکھا کہ جب آپ نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں تشریف لے جاتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے جب تک آپ خود نہ اترتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت تک سجدہ میں ہی رہتے اور تحقیق میں نے دیکھا کہ آپ جب رکوع فرماتے تو امام حسن آپ کے پاؤں کے درمیان میں گھس جاتے اور آپ رکوع سے نہ اٹھتے جب تک وہ دوسری جانب نہ نکل جاتے (۱)

معلوم ہوا کہ بحالتِ رکوع وسجود حضور علیہ السلام اپنے نواسے کو سوار ہوتا دیکھتے تو آپ ارکانِ نماز کو طویل فرما لیتے تا کہ میرے حسن رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

راکبِ دوشِ نبوت اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

صحیح بخاری مسلم میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ۔ (۲)

کہ حضور علیہ السلام اپنے کندھے مبارک پر اپنے نواسے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے ہیں تو ایک شخص نے کہا اے لڑکے تو کیسی اچھی سواری پر سوار ہے۔ حضور علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا یہ سوار بھی تو کیسا اچھا ہے۔

اسی لیے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو راکبِ دوشِ نبوت کہا جاتا ہے اور آپ کا یہ لقب مشہور ہے کیونکہ آپ اکثر اپنے نانا جان کے کندھے مبارک پر مدینہ طیبہ کے بازاروں میں سیر کیا کرتے تھے۔ کتنا عظیم پیار ہے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی رفعت کتنی بلند و بالا ہے جن کو یہ سعادتِ عظیم حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا:

وہ حسن مجتبیٰ سیّد الاسخیاء
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

(۱) نورالابصار (۲) جامع ترمذی، ۵: ۶۶۱، رقم ۳۷۸۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دو عظیم مسلمانوں کے گروہ میں صلح علمِ غیب مصطفی اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

صحیح بخاری میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ إِلٰی جَنْبِہٖ وَھُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّۃً وَّ عَلَیْہِ أُخْرٰی وَ یَقُوْلُ إِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ أَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے پہلو میں امام حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف بھی (کہ اے لوگو) بے شک میرا یہ بیٹا حسن سیّد ہے اللہ تعالیٰ اس کے توسل سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح فرما دے گا۔

حدیثِ صحیح سے معلوم ہوا کہ حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو منبر شریف پر اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا۔ لوگو میرا بیٹا سیّد ہے سبحان اللہ یہ لقب زبانِ رسالت علیہ السلام نے عطا فرمایا۔

آج کل اکثر یہ مرض پھیل چکی ہے کہ لوگ اپنے آپ کو سیّد کہنا یا لکھنا یا کہلوانا فخر سمجھتے ہیں حالانکہ ان کو کبھی سیادت کی خوشبو بھی نہیں آئی جب کہا جائے کہ جناب آپ کے باپ دادا تو سیّد نہ تھے۔ آپ کیسے بن گئے ہیں تو بڑی ڈھٹائی سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے پٹواری صاحب سے دریافت کیا تھا تو اس میں ہمارے والد صاحب کے نام کے ساتھ سیّد ہاشمی یا سیّد قریشی لکھا ہوا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ ہم تو سیّد ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا عجب بات ہم تو سنا کرتے تھے کہ پٹواری صاحبان تو صرف زمینوں کا کھاتہ بتایا کرتے ہیں وہ بھی ادھر کا ادھر کر کے اس کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ایسے لوگوں کو برائے نام پٹواریوں سے سیادت تقسیم ہوئی ہے۔ وہ ملعون ہے جو سیّد نہیں ہے اور خود کو سیّد کہلوائے کچھ غیرت ہونی چاہئے اور ایسے بے جا دعوائے سیادت سے پرہیز کرنی چاہیے اس کے متعلق مقامِ سید پر تفصیلی ذکر آئے گا۔

نیز آپ منبر پر یہ خبرِ غیب بھی فرما رہے ہیں کہ اللہ کریم میرے اس بیٹے کے طفیل مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرما دے گا یہ بشارت وہی صلح ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے مابین ہوئی تھی۔ (۲)

بحالتِ وضو خوفِ خداوندی اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب بارگاہِ ربوبیت میں نماز کے لیے تیاری فرماتے تو آپ کا وضو فرمانا ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ رکھتا تھا اکثر روایات اس پر شاہد ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تھے تو جسم کا ایک ایک عضو کانپنے لگتا تھا اور رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جو بھی رب العرش کے حضور کھڑا ہو اس پر یہ حق ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو جائے اور اس کے جوڑ جوڑ کانپنے لگیں۔ (۳)

عبادت و تلاوتِ قرآن میں خشوع و خضوع اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب نماز شروع فرماتے تو آپ پر انتہائی خضوع و خشوع طاری ہو جاتا تھا۔ خشیت کے آثار ظاہر ہوتے اور تمام بدن کانپنے لگتا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کا بدن لرزتا تھا اور رنگ زرد ہو

(۱) صحیح بخاری، ۲: ۹۶۲، رقم ۲۵۵۷ (۲) سوانحِ کربلا (۳) احیاء العلوم

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جایا کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ عابدین میں اعلیٰ عابد ہونے کا درجہ رکھتے تھے۔ (۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب قرآنِ حکیم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے تو جہاں لفظ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پڑھتے تو لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتے۔ اے میرے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں۔ کیفیت یہ تھی کہ ہر آیت کو نہایت غور وتدبر کے ساتھ پڑھتے۔ جب جنت و نار کا تذکرہ پڑھتے تو تڑپتے تھے اور بعدِ موت کے احوال پڑھتے تو بہت روتے تھے۔ (۲)

تنگدستوں، مقروضوں، حاجتمندوں کی مددگاری اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

روایاتِ صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بہت بڑے سخی تھے اور ان کے دربارِ اقدس سے کوئی خالی نہیں گیا اور ہر وقت سخاوت کا دروازہ کھلا رہا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کی بارگاہِ اقدس میں ایک اعرابی آیا اور حاجت کے لیے سوال کیا آپ نے اسی وقت حکم دیا کہ میرے خزانہ میں جو کچھ ہوا سے ابھی دے دو۔ چنانچہ وہ دس ہزار درہم تھے جو آپ نے اسے دے دیئے۔ سائل اعرابی نے عرض کیا اے سیّد آپ نے اتنا موقع بھی نہیں دیا کہ کچھ عرض کرسکوں آپ نے فرمایا ہمارے نفوس سوال کرنے سے پہلے ہی عطا کرنے کے عادی ہیں تا کہ سائل کی پیشانی شرم سے عرق آلود نہ ہو۔ سبحان اللہ (۳)

○ ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا یہ دعا کر رہا تھا۔ الٰہی مجھے دس ہزار درہم دے میں سخت مقروض ہوں اور تنگدست ہوں قرض خواہ مجھے تنگ کر رہے ہیں آپ نے سن لیا اور دس ہزار درہم اس کو بھیج دیئے۔ (۴)

○ ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ میں حاجتمند آیا اور عرض کیا حضور میں بہت ہی زیادہ مقروض ہوں اور اہل وعیال کا گزارہ بھی تنگدستی سے کرتا ہوں آپ نے اس شخص کو ایک لاکھ درہم عنایت فرمادیے۔ (۵)

○ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنی تنگدستی، ناداری اور فقر و فاقہ کا حال بیان کیا۔ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو بلایا اور فرمایا پچاس ہزار اشرفیاں ان کو دے دیجئے۔ (۶)

○ ابو الحامد امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں اس روایت کو درج کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس شخص سے پچاس ہزار اشرفیاں اٹھائی نہ گئیں تو اس نے مزدور بلایا۔ وہ شخص جب دو مزدور لایا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں مزدوروں کی اجرت بھی دے دی۔ غلاموں نے عرض کیا حضور اب تو ہمارے پاس ایک اشرفی بھی نہیں بچی۔ آپ نے فرمایا اللہ کے ہاں اجر بھی ملے گا اور زیادہ بھی ملے گا۔ (۷)

○ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا حضور آپ سائل کو کبھی خالی نہیں جانے دیتے۔ خواہ آپ فاقہ سے ہی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا میں خود بارگاہِ الٰہی کا فقیر ہوں اس لیے مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود گدا ہو کر کیوں کسی حاجت مند کو اپنے ہاں سے محروم کروں۔ نیز میرا اللہ ہمیشہ مجھ پر فیضان فرماتا رہتا ہے اور میں بھی اسی کا عادی ہو گیا ہوں۔ (۸) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

---

(۱) طبقات ابن سعد (۲) طبقات ابن سعد (۳) طبقات کبریٰ، ج:۱، ص:۲۳ (۴) تا (۵) ابن عساکر، ج:۴، ص:۲۱۴

(۶) طبقات کبریٰ (۷) تاریخ الخلفاء، احیاء العلوم (۸) ابن عساکر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

انتہائے ادب پچیس حج برہنہ پا اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پا پیادہ فرمائے۔ آپ کی سواری کی اونٹنیاں آپ کے ہمراہ تھیں مگر آپ ان پر سوار نہیں ہوتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ اس کی ملاقات کو جاؤں اور اس کے گھر تک پا پیادہ نہ جاؤں۔

○ سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان پا پیادہ حجوں میں اکثر امام حسن رضی اللہ عنہ برہنہ پا چلتے تھے۔ یہاں تک کہ اکثر آپ کے پاؤں میں ورم ہو جایا کرتا تھا۔ سُبْحَانَ اللّٰهُ الْعَظِيْمِ (اسد الغابہ)

○ اکثر قافلے سوار ہو کر راستہ میں جب آپ کو پیدل سفر کرتے دیکھتے تو حجاج وامیر حجاج اپنی سواریوں سے آپ کی عزت کی خاطر اتر جایا کرتے تھے تو ان کے قریب جا کر فرماتے ایسا نہ کرو تم میں کمزور بھی ہیں۔ ہم نے تو عادت بنالی ہے کہ حج کے لیے پیدل سفر کرنا ہے آپ کے اصرار پر وہ لوگ سوار ہو کر دوسرے راستہ سے چلے جایا کرتے تھے۔ (۱)

پیکرِ حلم اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

ایک دن سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے دولت کدہ میں چند ساتھیوں کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے کہ آپ نے اپنے غلام کو سالن لانے کو کہا وہ لایا تو سالن کا برتن ہاتھ سے گر گیا اور ٹوٹ گیا اور سالن کا کچھ حصہ امام حسن رضی اللہ عنہ پر گر پڑا۔ غلام یہ واقعہ دیکھ کر گھبرایا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو غلام نے جھٹ یہ آیت پڑھی۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ غصہ کو پی جانے والے آپ نے فرمایا میں نے غصہ کو پی لیا۔ اس نے پھر آیت کا اگلا حصہ پڑھا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ آپ نے فرمایا جاؤ میں نے معاف بھی کر دیا۔ اس نے پھر تیسرا آیت کا حصہ پڑھا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ احسان والوں سے اللہ محبت فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا۔ (۲)

علامہ الحافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ مروان آپ کا بہت بڑا دشمن تھا اور آپ کو مختلف اذیتیں دیا کرتا تھا اور گستاخی کے کلمات استعمال کیا کرتا تھا لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ خاموشی فرمائی۔ جب حضرت کا وصال ہو گیا تو مروان بہت زور زور سے رونے لگا اور آپ کے جنازہ کو کاندھا بھی دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کل تک تو تو اپنے ظلم وستم سے ان کا کلیجہ خون کیا کرتا تھا اور آج روتا ہے۔ کہنے لگا میں اپنے مظالم ان پر کیا کرتا تھا جس کا حلم پہاڑ کے برابر تھا۔ (۳)

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا فیصلہ (ایک واقعہ) قاتل ومقتول:

علامہ ابن قیم اپنی کتاب الطریق الحکمیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس لایا گیا گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی یہ کھڑا تھا اور ایک لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبالِ جرم کر لیا۔ خلیفۃ المؤمنین مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ملزمِ اوّل سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبالِ جرم کیا؟ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوعہ کے

(۱) سوانح کربلا (۲) روح البیان، ج:۴، ص:۳۶۷ (۳) سوانح کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قریب بکرے کو ذبح کیا تھا گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی جائے وقوعہ کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی۔ لوگ کہنے لگے یہی اس کا قاتل ہے مجھے بھی اس کا یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا اس لیے میں نے اقبالِ جرم ہی کر لینا بہتر سمجھا۔

اب دوسرے اقبالِ جرم کرنے والے سے دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں۔ مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے بطمعِ مال قتل کیا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی میں ایک گوشہ میں جا چھپا اتنے میں پولیس آ گئی اس نے پہلے ملزم کو گرفتار کر لیا اب جب اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔ یہ سن کر مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے فرزند سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہاری اس مقدمہ میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بھی بچائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (۱)

جس نے ایک شخص کی جان کو بچالیا گویا اس نے سب لوگوں کی جان کو بچالیا۔

مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ بڑا ہی پسند آیا آپ نے دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کرنے کا حکم دیا۔ (۲)

منصبِ خلافت اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا امام حسن مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اہلِ کوفہ نے آپ کے دستِ حق پر بیعت کی۔ آپ نے چند ماہ اور چند روز امورِ خلافت سرانجام دیئے۔ اس کے بعد آپ نے امرِ خلافت کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کرنا مسطورِ ذیل شرائط پر منظور فرمایا:

۱۔ بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچے۔

۲۔ اہلِ مدینہ وحجاز اور اہلِ عراق میں سے کسی بھی شخص سے زمانہ حضرت امیر المؤمنین مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مؤاخذہ و مطالبہ نہ کیا جائے۔

۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دیون کو ادا کریں گے۔

چنانچہ ان شرائط پر ربیع الاوّل ۴۱ھ میں پانچ ماہ دس دن کے بعد عہدۂ خلافت سے دست بردار ہو کر تختِ سلطنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خالی کر دیا۔ یہاں پر حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔ وہ برحق ثابت ہوئی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کی خلافت خلافتِ راشدہ نہیں۔ (۳)

یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دست بردار ہونا اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے عین مطابق تھا جس کی خلاف ورزی ناممکن تھی (۴)

(۱) المائدہ، ۵:۳۲ (۲) ص:۵۶ مطبوعہ مصر (۱) تا (۲) الطریق الحکمیہ، ص:۵۶ مطبوعہ مصر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دوسرا یہ کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے منبر اقدس پر اپنے پہلو میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر فرمایا تھا: اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ بخاری، میرا یہ بیٹا سیّد ہے یہ وہی بیٹا ہے جو آئندہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرمادے گا۔ اور اس کی صلح بھی رضائے الٰہی کے مطابق ہوگی۔ تو ظاہر ہوا کہ ایسا ہونا نہایت بہتر تھا۔ اس کو رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ زیادہ بہتر جانتے تھے۔ جاہل لوگ اس سے ناواقف تھے چنانچہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت خالی کر دیا تو آپ پر بعض لوگوں نے مختلف اشاروں اور کنایوں میں تعریضیں کیں تو آپ نے انہیں سمجھایا اور نانا جان کا پیغام بشارت سنایا کہ اے لوگو میں ہرگز یہ گوارہ نہیں کر سکتا تھا کہ تم لوگوں کو صرف ملک کی چند روزہ حکومت کی خاطر مرواتا رہوں یہ مجھے گوارہ نہیں امام حسین رضی اللہ عنہ صلح دان تھے یہی وجہ ہے کہ بعض محبانِ حسین رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے اس مذکورہ صلح نامہ کے پیش نظر بغض رکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسل بھی اس وقت کی ہے جنہوں نے اس وقت بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح پر تنقید کی تھی۔ ان جاہلوں نے خود کو بڑا سمجھدار جانا۔ اور عملِ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بے سمجھی کا عمل جانا۔ یہی خود ان کی گمراہی ہے۔ اہلِ بیت کے مبارک نفوس جو کریں اس پر آمین کہنی چاہیے تھی ورنہ محبتِ اہلِ بیت کا دعویٰ غلط ہے امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض درحقیقت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بغض ہے۔ (۱)

دعائے نبوت علمِ غیب وزیارت بحالتِ خواب اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دست برداری کے بعد کوفہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور وہاں ہی آپ نے سکونت اختیار فرمائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو آپ کو اس سال سخت تنگی آئی۔ امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کی شکایت لکھیں لکھنے کا ارادہ فرمایا دوات منگائی لیکن کچھ سوچ کر توقف فرمایا اسی رات خواب میں حضور پُرنور شافع یوم النشور نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار پُرانوار سے مشرف ہوئے نانا جان نے استفسارِ حال فرمایا اور ارشاد فرمایا اے میرے فرزند ارجمند کیا حال ہے عرض کیا الحمد للہ بخیر ہوں۔ وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم نے دوات منگائی تھی تا کہ تم اپنی مثل ایک مخلوق کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت لکھو عرض کیا یارسول اللہ مجبور تھا کیا کرتا؟ فرمایا یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اَقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَائَكَ وَاقْطَعْ رِجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا غَیْرَكَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ اَجْرِ لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِهٖ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔ (۲)

اے میرے اللہ میرے دل میں اپنی امید ڈال اور اپنے ماسوا سے میری امید قطع فرما اور میرا سوال نہ پہنچے اور میری زبان پر جاری نہ ہو جو تو نے اوّلین وآخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہو۔ مجھے یقین سے وہ کچھ عطا فرمادے یارب العالمین مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرما۔

(۱) نور الابصار (۲) تاریخ الخلفاء، ۱۹۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معذرت

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دعائے اقدس کے پڑھنے پر ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کی رقم بھیج دی۔ سالانہ وظیفہ ایک لاکھ اور تاخیر ہو جانے کا نصف حصہ (سبحان اللہ) اور ساتھ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پیغام میں اظہارِ معذرت بھی کیا کہ حضور آپ ناراضگی نہ فرمائیں۔ متذکرہ کچھ وجوہات سے تاخیر ہوگئی تھی جس سے یقیناً آپ کے قلبِ اقدس پر ملال ہوگا اس کے پیشِ نظر میں معافی بھی چاہتا ہوں ایک لاکھ کے ساتھ پچاس ہزار زائد بھیج رہا ہوں۔ کل ڈیڑھ لاکھ(۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ ربی میں شکر ادا کیا پھر خواب میں حضورِ سیّد عالم علیہ السلام اپنے نانائے پاک کا دیدار ہوا۔ حضور سیّد الابرار علیہ السلام نے فرمایا اے حسن رضی اللہ عنہ! کیا حال ہے میں نے عرض کیا حضور خدا کا شکر ہے۔ واقعہ عرض کیا۔ فرمایا اے فرزندِ ارجمند جو مخلوق سے امید نہ رکھے اور خالق سے ... ئے رکھے اس کے کام یوں ہی بنتے ہیں۔(۲)

معلوم ہوا کہ حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وظیفہ سالانہ بل جانے کا علم تھا اور جب نہیں ملا تھا اس کا بھی علم تھا اور پھر آپ نے وہ دعا بھی بتادی جس سے ثابت ہوا کہ مخلوق پر بھروسہ نہ کرو اس ذات رب العزت پر بھروسہ رکھو سبحان اللہ متذکرہ دعائے اقدس ارشاد تو سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمائی تھی لیکن آپ کے صدقہ سے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بھی مفید ہے۔ ہر نماز کے بعد اس دعا کو تین مرتبہ پڑھیں اور اوّل و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھیں تو ادائیگی قرض اور حاجات کی برآری کے لئے انتہائی زود اثر ہے۔ سیّدنا اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے اسے الوظیفۃ الکریمہ میں درج فرمایا ہے۔

حلیۂ مبارک سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی غلافی خوشنما اور خوش منظر تھیں۔ رخسارِ اقدس پتلے پتلے (کتابی خدوخال کے) تھے۔ کلائیاں گول تھیں۔ داڑھی مبارک گنجان گھنی اور بھرپور کانوں تک بل کھائے ہوئے تھی۔ گردن بلند اور روشن شفاف صراحی کی طرح تھی۔ شانے اور بازو گدگدے اور بھرے ہوئے تھے۔ سینہ اقدس چوڑا تھا۔ قد نہ زیادہ طویل اور نہ کوتاہ گویا میانہ تھا۔ رخ اقدس نہایت کشادہ، نورانی اور نہایت ہی حسین تھا اور سر کے بال گھونگریالے تھے۔ بدن خوبصورت تھا گویا حسن و جمال کے لحاظ سے حسن اسمِ بامسمیٰ تھے۔(۳)

ازواجِ مقدسہ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

روایات اس پر بھی شاہد ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی مطہرہ میں کافی نکاح فرمائے اور اکثر کو دو تین ایام کے بعد طلاق دے دی۔ بعض نے آپ کی ازواج کی تعداد ستر بیان کی ہے اور بعض نے ایک سو بیان کی ہے اور کثرت رائے اکابرین کی ایک سو کی تعداد کی طرف ہے کہ آپ نے سو کے قریب بیویاں کی ہیں اس کی ایک خصوصی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس کا جسم میرے حسن کے جسم کے ساتھ مس ہوگا اس پر آتشِ نار حرام ہو جائے گی۔(۴)

(۱) سوانح کربلا (۲) تذکرۃ الہمام۔ (۳) نور الابصار (۴) تذکرۃ الہمام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اہل بیت اطہار میں آپ کو خصوصی رفعت وفوقیت حاصل تھی جس کی بنا پر آپ کے زمانہ میں اکثر لوگوں کا یہی خیال ہوا کرتا کہ ہماری بیٹیوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نکاح فرمالیں۔ تو یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔ اس لیے آپ کثیر التزویج مشہور تھے۔ یعنی بہت بیویوں والے پھر آپ جس عورت کو طلاق دے دیا کرتے تھے وہ تادم آخر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت میں سرشار رہتی تھی جو کبھی کسی غیر کی طرف التفات نہیں فرماتی تھیں۔ (۱)

آپ کی ازواج مقدسہ میں انہی کے اسماء ملتے ہیں جن میں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد پیدا ہوئی۔ وہ نام یہ ہیں:

۱۔ ام بشیر دختر ابو مسعود بن عتبہ رضی اللہ عنہا
۲۔ خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر رضی اللہ عنہ
۳۔ فاطمہ بنت ابو مسعود عتبہ بن عمر بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا
۴۔ ام ولد رضی اللہ عنہا
۵۔ ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہا
۶۔ رملہ رضی اللہ عنہا
۷۔ ام الحسن رضی اللہ عنہا
۸۔ تقضیہ رضی اللہ عنہا
۹۔ امرء القیس رضی اللہ عنہا
۱۰۔ جعدہ بنت اشعث۔

اولادِ امجاد سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی اولادِ عظام کے متعلق جو روایات ملی ہیں ان میں آپ کی کل اولاد کی تعداد سترہ اٹھارہ نفوسِ مقدسہ ہیں۔ جن میں آپ کے تیرہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

۱۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت حسین الاثرم رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت اسمٰعیل رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

آپ کی شہزادیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۳۔ حضرت ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا
۴۔ حضرت ام الحسین رملہ رضی اللہ عنہا
۵۔ حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہا (۲)

(۱) سوانح کربلا (۲) تذکرۃ الکرام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میدانِ کربلا میں سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے شہزادوں میں سے شہید ہونے والوں کی تعداد اور ان کے اسمائے مبارکہ

ثابت ہوا ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے کل فرزندوں میں سے چار شہزادوں نے میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جامِ شہادت نوش فرمایا:

۱۔ حضرت سیّدنا ابوبکر ابنِ امام حسن رضی اللہ عنہما
۲۔ حضرت سیّدنا عمر ابنِ امام حسن رضی اللہ عنہما
۳۔ حضرت سیّدنا عبداللہ ابنِ امام حسن رضی اللہ عنہما
۴۔ حضرت سیّدنا قاسم ابنِ امام حسن رضی اللہ عنہما

یاد رہے کہ شیعہ حضرات کی کتب میں بھی ان مقدس ہستیوں کے کربلا میں شہید ہونے کا ذکر موجود ہے۔(تاریخ الائمہ) آئندہ اسی کتاب میں آپ ان عظیم شخصیتوں کی شہادت کا مفصل علیحدہ علیحدہ بیان ملاحظہ فرمائیں گے کہ کس طرح ان حضرات نے اپنی جانیں قربان کیں۔ یہاں پر صرف اتنا واضح کرنا مقصود تھا کیونکہ یہاں پر آپ کی اولادِ امجاد کا ذکر زیرِ نظر ہے۔

احوال و خصائلِ حضرت زید بن سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہما:

حضرت سیّدنا زید بن سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہما ان کی دو بہنیں ام الحسن رضی اللہ عنہا اور ام الحسین رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ حضرت فاطمہ بنتِ ابومسعود عقبہ بن عمر بن ثعلبہ الانصاری کے بطن سے ہیں۔

حضرت سیّدنا زید رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ امامِ ہمام سیّدنا امامِ حسن کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ نہایت جلیل القدر، پاکیزہ نفس اور کثیر الاحسان تھے اور حضور علیہ السلام کے حسن کے صدقات کے متولی تھے۔ جب سلطنت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ زَيْدُ بْنِ الْحَسَنِ شَرِيْفِ بَنِيْ هَاشِمٍ فَإِذَا جَاءَكَ كِتَابِيْ هٰذَا رُدَّ عَلَيْهِ صَدَقَاتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعِنْهُ مَا اسْتَعَانَكَ

حضرت زید بن حسن بنی ہاشم کے سردار ہیں۔ جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تولیت صدقات انہی کو لوٹا دینا اور جس طرح کی مدد طلب کریں ان کی مدد کرنا۔

پس دوسری مرتبہ صدقاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تولیت انہی کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے نوے سال عمر مبارک پائی۔ جب انہوں نے دنیا سے رحلت فرمائی تو کثیر جماعت نے آپ کی شانِ اقدس ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمائی۔

فَإِنْ يَّكُ زَيْدٌ غَابَتِ الْأَرْضُ شَخْصَهُ
فَقَدْ بَانَ مَعْرُوْفٌ هُنَاكَ وَجُوْدُ

ترجمہ: اگرچہ حضرت زید کی شخصیت عظیمہ سطح زمین سے روپوش ہوگئی مگر اس جگہ ان کی نیکیوں کا وجود ظاہر و باہر ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

واضح رہے کہ اہلِ تشیع کے یہاں بھی دو گروہ پائے جاتے ہیں۔ایک امامیہ اور دوسرا زیدیہ امامیہ فرقہ وہ ہے جو صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے پیدا ہونے والوں کو امام جانتا ہے۔زیدیہ فرقہ وہ ہے جو حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ بن ابی طالب اور حضراتِ حسنین کریمین عظیمین سعیدین کے بعد حضرت سیّدنا زید بن سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ کو امام تسلیم کرتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فرقہ امامیہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سیّدنا زید رضی اللہ عنہ کو اس لیے امام تسلیم نہیں کرتا کہ انہوں نے امیہ خاندان سے اپنے تعلقات جاری رکھے۔یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ گروہ صرف امامِ حسن رضی اللہ عنہ ہی کے جگر پارہ سیّدنا زید رضی اللہ عنہ سے ہی بغض نہیں رکھتا بلکہ ان کے والد بزرگوار سیّد المتقین سیّدنا حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، نواسۂ رسول جگر گوشۂ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، لختِ جگر سیّدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے بھی بغض رکھتا ہے۔صرف اس لیے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور ان کا وظیفہ بھی قبول کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ پھر ان کا محبانِ اہلِ بیت کا مدعی ہونا سراسر فریب ہے ایک طرف تو دکھلاوا محبت کا جھوٹا پرچار اور دوسری طرف انہی نفوسِ عالیہ سے بغض اب میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اور ان کے عقیدہ کے مطابق ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اہلِ بیتِ اطہار سے رائی برابر بھی بغض رکھتے ہیں تو ان کو بالاتفاق علی الاطلاق بالنص تسلیم کرنا پڑے گا کہ: خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَفِي نَارِ جَهَنَّمَ کے مصداق بن رہے ہیں۔

حضرت سیّدنا زید بن امام حسن رضی اللہ عنہما بھی کثیر الاولاد تھے اور متقدمین نے ان کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔دنیا میں آج بھی ان کی نسل جاری وساری ہے یاد رہے کہ حضرت سیّد محمد گیسودراز خلیفۂ حضرت سیّدنا خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہم الرحمہ بھی حضرت سیّدنا زید بن سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہیں۔ان کا مزارِ اقدس بمقامِ گلبرگہ (علاقہ سرکار عالی نظام خَلَّدَ اللهُ مُلْكَهٗ) میں ہے (۱)

فضائلِ جلیلہ حضرت حسنِ مثنیٰ بن سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہما

وازواج واولاد

حضرت سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسنِ مثنیٰ رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کا نامِ گرامی مشہور ومعروف ہے۔ان کی والدہ محترمہ حضرت خولہ بنتِ منظور بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن سمی بن حازن بن فزادہ ہیں۔

حضرت حسن مثنیٰ بن سیّدنا الامام الحسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد تھی آپ کے نکاح میں حضرت فاطمہ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور یہی حضرت فاطمہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی شہزادی تھیں واقعۂ کربلا کے وقت یہ مدینہ طیبہ میں اپنے شوہر حضرت حسن مثنیٰ کے پاس بمعہ بچوں کے آپ کے گھر میں موجود تھیں۔

حضرت حسنِ مثنیٰ بن امامِ حسن رضی اللہ عنہما اور حضرت فاطمہ صغریٰ بنتِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بطن سے آپ کے ہاں تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔یعنی کل پانچ اولادیں تھیں۔بیٹوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت حسنِ مثلث رضی اللہ عنہ

(۱) تذکرۃ الہمام، تہذیب الکمال

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بیٹیوں کے نام

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (یہ پانچوں از بطنِ بنت الحسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں)(۱)

حضرت حسنِ مثنیٰ کی ایک اور بیوی تھی جوام ولد حبیبہ اہلِ روم سے تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت حسنِ مثنیٰ کے ہاں دو فرزند پیدا ہوئے ایک حضرت داؤد رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ۔

حضرت حسنِ مثنیٰ کی تیسری بیوی رملہ تھیں جن کے بطن سے آپ کے ہاں ایک فرزند حضرت محمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت حسنِ مثنیٰ کی چوتھی بیوی ایک اور تھیں جن کے بطن سے حضرت کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ایک حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن عمری۔

حضرت حسنِ مثنیٰ کی ایک پانچویں بیوی تھی جن کے بطن سے آپ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جن کا نام حضرت قسیمہ رضی اللہ عنہا تھا۔

نتیجہ متذکرہ یہ ہوا کہ حضرت سیّدنا حسنِ مثنیٰ کی کل اولاد امجاد گیارہ نفوسِ مقدسہ ہیں جن میں حضرت کے کل چھ فرزند ہیں اور پانچ بیٹیاں ہیں۔(۲)

حالاتِ صاحبزادگان حضرت حسنِ مثنیٰ بن امامِ حسن رضی اللہ عنہما

حضرت سیّدنا حسنِ مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ فرزندوں میں سے تین فرزند ابراہیم الغمر رضی اللہ عنہ ۲۔ حسنِ مثلث رضی اللہ عنہ ۳۔ عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ۔ یہ تینوں وہ اصحاب ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اوروں میں نہیں پایا جاتا۔

حضرت عبداللہ المحض:

یادرہے کہ ان کا نام عبداللہ المحض ہے کیونکہ ان کے والد حسنِ مثنیٰ بن امامِ حسن رضی اللہ عنہما اور ان کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنتِ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ یہ شکل وصورت میں بھی شبیہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے قبیلہ بنی ہاشم کے شیخ تھے۔ نہایت خوبصورت اور نہایت قوی اور سخی النفس تھے۔ یہ منصور کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے چھ فرزند تھے۔

۱۔ حضرت محمد النفس الزکیہ رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت ادریس رضی اللہ عنہ

اور پانچ بیٹیاں

۱۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا ۲۔ زینب رضی اللہ عنہا ۳۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۴۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۵۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت امام مالک کے دور میں حضرت محمد النفس الزکیہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا اور انہوں نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا حضرت سیّدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے ان کو چار ہزار درہم بطورِ تحفہ دیے تھے اور ان کی رفاقت فرمائی تھی۔ ان کے دو بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ دنیا میں بہت مشہور ہیں۔ حضرت موسیٰ الجون ابنِ عبداللہ المحض بن حسنِ مثنیٰ کی نسل دنیا میں بہت پھیلی ہے۔

(۱) تہذیب الکمال۔ سوانح کربلا (۲) تذکرہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت پیرانِ پیر سلطان الاولیاء غوث الغیاث، قطب الاقطاب، فرد الافراد، سید السیادات سیدی وسندی شیخ ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی گیلانی سرکار بغداد: حضرت موسیٰ الجون کی ہی نسل مبارک سے ہیں آپ کا سلسلہ عالیہ اس طرح ہے محمد عبد القادر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ الذاهد بن داؤد بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ الجون بن عبد اللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن مولیٰ علی المرتضیٰ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

حضرت ابراہیم العمر رضی اللہ عنہ:

حضرت ابراہیم بن حضرت حسنِ مثنیٰ کا لقب عمر، کثرتِ جود کی وجہ سے پڑ گیا۔ ان کی کنیت ابو اسمٰعیل ۱۴۵ھ میں انہتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا تھا ان کی نسل اسمٰعیل دیباج سے جاری ہوئی۔ اسمٰعیل دیباج کی کنیت ابو ابراہیم اور لقب شریف الخاص تھا ان کے فرزند حضرت حسن کی نسل اور ابراہیم طباطبا سے جاری ہے اور بکثرت موجود ہے۔ ساداتِ معیہ کا سلسلہ نسب انہی میں آ کر شامل ہوتا ہے۔ بنو معیہ میں سے سید عماد الدین محمد بن محمد حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔

حضرت حسن المثلث رضی اللہ عنہ:

حضرت حسن المثلث بن حسنِ مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو علی ہے ۱۴۵ھ میں انتقال فرمایا ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔

حضرت داؤد رضی اللہ عنہ:

حضرت داؤد بن حضرت حسنِ مثنیٰ اور حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ باہم رفیق تھے ان کی نسل حضرت سلیمان اور حضرت داؤد رضی اللہ عنہ سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ ام کلثوم بنتِ حضرت علی اوسط امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کی نسل چار فرزندوں، موسیٰ رضی اللہ عنہ، داؤد رضی اللہ عنہ، اسحٰق رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ سے دنیا میں موجود ہے۔[1]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ:

حضرت جعفر بن حسنِ مثنیٰ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ ۷۰ھ میں انتقال فرمایا ان کے ہاں ایک بیٹے حسن رضی اللہ عنہ تھے جس کی نسل عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ اور محمد الثیلق رضی اللہ عنہ سے جاری ہے۔

حضرت ادریس رضی اللہ عنہ:

حضرت ادریس بن حسنِ مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی نسل دنیا میں موجود ہے خاص کر اہلِ مصر میں تو اکثر لوگ انہی کی نسل سے ہیں۔

متقدمین علیہم رحمہ نے تو حضرت سیدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں، پوتوں، نواسوں، پڑپوتوں کے تمام احوال بمعہ اسمائے گرامی درج کیے ہیں جن کے لیے ایک مخصوص کتاب بھی تیار کی جائے تو کم ہے۔ لیکن یہاں پر چند مختصر اور ضروری حالات بیان کیے گئے جن کا تعلق اس کتاب سے ہے۔

(۱) تذکرہ امام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آخری لمحات شدید زہر سے
سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ

ابنِ سعد عمران بن عبد اللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ امام الاتقیاء حضرت سیّدنا حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں چشم مبارک کے درمیان قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھا ہوا ہے۔ آپ کے اہلِ بیتِ عظام یہ خواب دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن المسیب کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو

مَا بَقِيَ مِنْ اَجَلِهٖ اِلَّا اَيَّامٌ حَتّٰى مَاتَ (۱)

حضرت امام کی عمرِ اقدس چند روز ہی باقی رہ گئی یہاں تک کہ وہ ہم سے جدا ہو جائیں گے۔ (۲)

چنانچہ خواب اور اس کی تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور کچھ ایام کے بعد ہی دشمنوں نے آپ کو زہر پلا دیا۔ زہر کے شدید اثر سے حضرت امام جلیل نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

وَكَانَ مَرَضُهُ الْاَسْهَالَ الْكَبِدِيَ وَتَقَطَّعَ الْاَمْعَاءَ وَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ جَاءَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَخِيْ اَيْ مَنْ صَاحِبُكَ قَالَ تُرِيْدُ قَتْلَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ لَئِنْ كَانَ صَاحِبِي الَّذِيْ اَظُنُّ اَللّٰهُ اَشَدُّ نِقْمَةً وَاِنْ لَمْ يَكُنْهُ مَا اُحِبُّ اَنْ تَقْتُلَ بِيْ بَرِيْئًا ثُمَّ قَالَ لَقَدْ سُقِيْتُ السَّمَّ مِرَارًا وَسُقِيْتُ مَرَّةً اَشَدَّ مِنْ هٰذِهٖ.

"اور آپ کی بیماری یہ تھی کہ جگر اور انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دستوں میں نکلتی تھیں اور جب آپ کا وصال ہونے لگا تو حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا اے میرے بھائی کون تھا۔ جس نے یہ حرکت کی۔ حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اسے مارنا چاہتے ہو امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! امامِ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرا قاتل وہی ہے جو میرے گمان میں ہے تو میرا اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا ہے اور اگر وہ قاتل نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے گناہ کو قتل کرو۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا۔ لیکن ایسا سخت کبھی نہیں پلایا گیا" (۳)

مذکورہ بالا روایت صحیح سے معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا وسیّد الصالحین امامِ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلانے سے اسہالِ کبدی لاحق ہو گیا اس تکلیف میں آپ کئی روز مبتلا رہے۔ اہلِ بیت کے تمام نفوس آپ کے پاس جمع ہوئے اور جونہی یہ خبر پھیلتی گئی لوگ جوق در جوق جمع ہوتے گئے آپ کی شدید تکلیف سے اہلِ بیت واصحاب کے آنسو نہ تھم سکے۔ یہ کیسا عظیم وقت تھا کہ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول کی آنتیں کٹ کٹ کر جا رہی ہیں اور جگر ٹوٹ رہا ہے اور منہ سے قے در قے آ رہی ہے اور حلق خشک ہو چکا ہے ایسے موقع پر امامِ حسین رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ بھائی جان آپ کو کس نے زہر پلایا ہے تو آپ فرماتے ہیں تم اسے قتل کرو گے؟ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان جس کی طرف ہے اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ منتقمِ حقیقی ہے اور اس کی گرفت سخت ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے کوئی بے گناہ مبتلائے مصیبت ہو۔ مجھے کئی بار زہر دیا گیا لیکن اس مرتبہ کا زہر زیادہ سخت اور جان لیوا ثابت ہوا ہے۔ (۴)

(۱) تاریخ الخلفاء، ۱۹۲ (۲) اور (۳) تاریخ الخلفاء، سر الشہادتین، تہذیب الکمال، نور الابصار (۳) تذکرۃ الہمام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اللہ اکبر اللہ اکبر۔ ناظرین ذرا دل سے عقیدت کے آنسو بہاتے ہوئے غور فرمائیں کہ حضرت امام المتقین سیّد الصالحین منبع جود وسخا، راکب دوشِ مصطفیٰ، سیّد الاسخیاء، لختِ جگر سیّدۃ النساء، جگر گوشۂ مولا علی المرتضیٰ، سیّدِ کونین، برادرِ حسین سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے زہر کے اثر سے دل وجگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں اور آنتیں کٹ کٹ کر باہر آرہی ہیں اور زندگی کا چراغ نزع کی حالت میں ہے۔ مگر انصاف کا بادشاہ اس وقت بھی اپنی عدالت وانصاف کا نہ مٹنے والا نقش صفحۂ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے۔ اس کی احتیاط اس بات پر اجازت نہیں دیتی کہ جس کی طرف گمان ہے اس کا نام بھی لیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آپ کی زوجہ جعدہ بنتِ اشعث پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے زہر پلایا تھا بالکل سراسر بہتان ہے۔ جب خود حضرت امام واہلِ بیتِ اطہار نے کسی کا نام نہیں لیا تو آج ان لوگوں کو کس نے آپ کی بیوی کا نام بتا دیا ہے؟ یہ ظلمِ عظیم ہے۔ (۱)

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سبطِ سیّد الانام پہ لاکھوں درود وسلام۔ ایسا صبر وتحمل اور ایسی بردباری اور ایسا عظیم حوصلہ اور ایسی شانِ کرامت ومنزلت اور ایسا عدل جس کی مثال روئے زمین پر نہیں مل سکتی۔ بوقتِ انتقال حضرت امامِ حسن کی گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ بڑھ گئی۔ نفوسِ اہلِ بیت کی آنکھوں میں بارش کی طرح آنسو ہیں۔ امام عالی مقام نے زندگی سے مایوس ہو کر اپنی سگی بہن سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب کر کے فرمایا۔ اے میری بہن دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرما دے۔ میرے ماں باپ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تمہارا بہترین نگہبان ہے۔ تم بڑی ہو تمام خاندان کا خیال رکھنا اور کسی کو میرے بعد کوئی تکلیف نہ ہونے دینا۔ بہن زینب رضی اللہ عنہا کی آہ وبکا اور تیز ہو گئی لیکن دامنِ صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس لیے کہ رضائے الٰہی پر شاکر ہونا انہی کی صفت ہے یہ منظر دیکھ کر امامِ حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی جان امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے گلے سے لپٹ کر روتے رہے اور عرض کیا اے میرے پیارے برادر گرامی! آپ کیوں رنجیدہ ہیں آپ کو عنقریب نانا جان حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی اور حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت قاسم وطاہر وحمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہم اجمعین کا دیدار نصیب ہوگا۔

جس کے بھائی کو زہر پلایا گیا
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے برادرِ عزیز میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا اور خلقِ الٰہی میں سے ایسی خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اِنِّی اَرٰی خَلْقًا مِّنْ خَلْقِ اللّٰہِ لَمْ اَرَ مِثْلَہٗ قَطُّ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا اے حسین رضی اللہ عنہ میں تمہارے اس وقت کو دیکھ رہا ہوں جب کہ تمہارے ساتھ کوئی، سوا خدا کے مددگار نہ ہوگا۔ یاد رکھنا اس وقت نانا جان اور ابا جان کی وصیت کے مطابق صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور تم بھی بہت جلد ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔ (۲)

اس ارشادِ اقدس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت امامِ عالی مقام شہزادۂ کونین نبی کے نور العین امام حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے کربلا کا ہولناک منظر اور حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی تنہائی ... تھا اور کوفیوں کے مظالم کی تصویریں آپ کو غمگین کر رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا۔

(۱) سوانح کربلا (۲) اسد الغابہ، تہذیب الکمال، تذکرۃ الامام، سوانح کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضۂ اطہر ساقیٔ کوثر میں دفن کی جگہ عنایت کی جائے تو انہوں نے نہایت خوشی سے منظوری فرمادی۔ میرے وصال کے بعد دوبارہ ان سے اجازت طلب کر لینا۔ وہ اجازت تو ضرور دے دیں گی لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ قوم اس پر مانع ہوگی اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے تکرار نہ کرنا۔ (۱)

امام الاتقیاء سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پینتالیس سال چھ ماہ چند روز ۴۹ھ ربیع الاوّل کی پانچ تاریخ کو اس دارِ ناپائیدار سے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (۲)

تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ و تدفینِ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

جس روز مدینہ طیبہ میں نواسۂ رسول امامِ حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ مدینہ طیبہ میں ہر طرف گریہ زاری کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ یہ رحلت کوئی معمولی نہ تھی۔ یہ رحلت ان کی تھی جو سبطِ سیّد المرسلین، سیّد الصالحین، پیکرِ صلح و مصالحت، مرکزِ حلم و عفو، منبعِ صبر و تحمل، خزانۂ جود و سخا، عاملِ فرائض و سنن، مولائے مساکین، سیّدِ شبابِ اہلِ الجنۃ، خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ بازار بند ہو گئے۔ گلیوں میں سناٹا چھا گیا اور ایک مہینہ تک اس غم جدائی کا تذکرہ ہوتا رہا کہ ہم میں سے وہ شخصیت جدا ہوگئی جس کو دیکھ کر چہرۂ رسالت مآب کا نقشہ سامنے آ جاتا تھا۔ جس کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پکار پکار کر فرمایا آج رولو جس آنکھ نے رونا ہے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے محبوب دنیا سے اٹھ گئے ہیں۔ (۳)

ثعلبہ بن مالک جو امام حسن کے جنازے میں شریک تھے۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے جنازہ پر انسانوں کا اس قدر بے پناہ ہجوم تھا کہ اگر سوئی جیسی مہین چیز بھی پھینکی جاتی تو کثرتِ اژدھام سے زمین پر نہ گرتی۔

حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ بالاتفاق خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کی تجہیز و تکفین کا انتظام نفوسِ اہلِ بیتِ عظام نے ہی کیا تھا حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق دوبارہ سیّدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روضہ اطہرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر دفن کرنے کی اجازت مانگی گئی تو حضرت ام المؤمنین نے بخوشی امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ضرور امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضۂ پاک میں ہی دفن کرو۔ لیکن جب مروان کو اس کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بہتر ہے کہ بقیع قبرستان میں ہی دفن کیا جائے۔

یہ جھوٹ کہ معاذ اللہ حضرت ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضۂ اطہر میں دفن ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔ حالانکہ ان ہی کی اکثر کتابوں میں صاف یہ ذکر موجود ہے کہ سیّدہ نے اجازت دی تھی لیکن مروان مانع ہوا۔

چنانچہ تمام اصحاب نے امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق زیادہ تکرار نہ کیا اور آپ کو جنت البقیع کے مبارک قبرستان میں ان کی والدہ خاتونِ جنت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ دفن کیا۔

ان کے مولیٰ کے ان پہ کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

(۱) تذکرۃ الحمام و سر الشہادتین (۲) تذکرۃ الہمام۔ سر الشہادتین۔
(۳) تہذیب الکمال، ص: ۱۸۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

زہرخورانی کی تحقیق اورسیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی زوجہ پرجھوٹے الزام کی تردید:

ناظرین کے لیے صدرالافاضل فخرالاماثل سیّدالمفسرین حضرت علامہ سیّدحکیم محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ مرادآبادی کی سوانحِ کربلا کا ایک ورق پیش ہے جس سے معلوم ہوجائے گا کہ حضرت سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کوزہران کی بیوی نے نہیں دیا۔ حضرت صدرالافاضل نے پوری تحقیق کے بعد سوانحِ کربلا میں اس بیان کوقلمبند کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''مؤرخین نے زہرخورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اوراس کوحضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اوریہ بھی کہا ہے کہ یہ زہرخورانی یزید کی وجہ سے ہوئی تھی اوریزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آکراس نے حضرت امام کوزہردیا تھا لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی۔

اوربغیرکسی سند کے کسی مسلمان پرقتل کاالزام اورعظیم الشان انسان کے قتل کاالزام کس طرح جائزہوسکتاہے۔ قطع نظراس بات کے کہ روایت کے لیے کوئی سند نہیں ہے اورمؤرخین نے بغیرکسی معتبرذریعہ اورحوالہ کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبرواقعات کے لحاظ سے بھی ناقابلِ اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خودواقعات کے زمانہ میں جیسی ہوسکتی ہے مشکل ہے کہ بعدکوویسی تحقیق ہو۔ خاص کرجب کہ واقعہ اتنااہم ہو۔ مگرحیرت ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار کے اس امامِ جلیل کے قتل کی خبرغیرکوتوکیا ہوتی خودامامِ حسین رضی اللہ عنہ نام نہیں لیتے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادرِمعظم سے زہردہندہ کانام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہرہے کہ حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے زہردینے والے کاذکرنہ کیا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ خودکسی کانام لیتے انہوں نے بھی ایسانہیں کیا۔

تواب جعدہ کوقاتل ہونے کے لیے معین کرنے والے کون ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کویاامامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کواپنی آخرحیات تک جعدہ کی زہرخورانی کاکوئی ثبوت نہ پہنچانہ ان میں سے کسی نے اس پرشرعی مؤاخذہ کیا۔

ایک اورپہلواس واقعہ کاقابلِ لحاظ ہے وہ یہ کہ حضرت امام کی بیوی کوغیرکے ساتھ سازبازکرنے کی تہمتِ شنیعہ کے ساتھ متہم کیاجاتا ہے۔ یہ ایک بدترین تبرا ہے عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیادخارجیوں کی افتراء ہو۔ جب کہ صحیح اورمعتبرذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ کثیرالازواج تھے اورآپ نے سوکے قریب نکاح کیے اورطلاقیں دیں۔ اکثرایک دوشب کے بعدہی طلاق دے دیتے تھے اورحضرت امیرالمؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم باربار اعلان فرماتے تھے کہ امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی عادت ہے کہ یہ طلاق دے دیاکرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگرمسلمان بیبیاں اوران کے والدین یہ تمناکرتے تھے کہ کنیزہونے کا شرف حاصل ہوجائے اسی کااثرتھاکہ امامِ حسن رضی اللہ عنہ جن عورتوں کوطلاق دے دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں شیدایانہ گزاردیتی تھیں اوران کی حیات کالحہ لحہ حضرت امام کی یاداورمحبت میں گزرتاتھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیضِ صحبت کی قدرنہ کرے اوریزیدپلید کی طرف ایک طمعِ فاسد سے امامِ جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کاارتکاب کرے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ (۱)

(۱) بحقیقۃ الحال (سوانح کربلا)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب نمبر ۱۱

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا مشترکہ بیان

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ وسیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ ومنبرِ اقدس چھوڑ دیا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ہم نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں خطبہ فرما رہے تھے کہ۔

جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا فَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (۱)

حضرت سیّدنا امام حسن وسیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہما اس حال میں آ رہے ہیں کہ وہ چل رہے ہیں اور گر رہے ہیں اور دونوں نے سرخ قمیصیں پہنی ہوئی ہیں (یعنی سرخ دھاری والی)۔ پس جب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ اس حالت میں گرتے چلے آ رہے ہیں تو آپ منبر شریف سے اترے اور دونوں کو اٹھالیا اور اپنی آغوش میں بٹھالیا (اور پھر منبر پر چڑھ گئے)

پھر آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ حیران ہو گئے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے؟

نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ فَرَفَعْتُهُمَا (۲)

جب میں نے اپنے ان دو بچوں حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ آ رہے ہیں اور گرتے گرتے چل رہے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا یہاں تک کہ مجھے اپنا خطبہ چھوڑنا پڑا اور منبر کو بھی چھوڑنا پڑا، اور ان دونوں بچوں کو اٹھالیا۔

اس حدیثِ صحیح سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ان شہزادوں کے ساتھ اس قدر پیار ومحبت تھا کہ آپ سے اتنا بھی برداشت نہ ہوسکا کہ میرے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما گرتے چلے آ رہے ہیں لہٰذا آپ کو اپنا خطبہ اور منبر چھوڑنا پڑا۔ لیکن پیارے حسنین کریمین کا گرنا برداشت نہ فرمایا۔

(۱) صحیح ابن حبان ۱۳: ۴۰۳، رقم ۶۰۳۸ (۲) صحیح ابن حبان ۱۳: ۴۰۳، رقم ۶۰۳۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یہ واقعہ بچپن شریف میں رونما ہوا لیکن اس کی لاج سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں رکھی۔ ایک وقت وہ تھا جب ہم گر رہے تھے تو نانا جان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ و منبر چھوڑ دیا اور ہمارا گرنا برداشت نہ کیا۔ آج جب ہمارے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین اسلام کو گرانے کے لیے یزید پلید ملعون کوشش کر رہا ہے میں حسین رضی اللہ عنہ اپنا کنبہ اور چھوٹے بچے اور نوجوان بیٹے قربان کر دوں گا اور اپنی جان دے دوں گا لیکن اپنے نانائے پاک سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو نہیں گرنے دوں گا کہ اے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا گرنا برداشت نہ کیا تو ہم نے آپ کے دین کو گرنے سے بچا لیا ہے۔

جس نے نانا کا وعدہ وفا کر دیا — اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

نیز ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جس حسین رضی اللہ عنہ کا آپ نے گرنا برداشت نہ کیا۔

سیّدنا امام حسن و سیّدنا امام حسین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کملی مبارک میں بوقتِ شب:

ترمذی کی حدیث میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک رات سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کسی حاجت کی خاطر جانا پڑا تو میں نے دیکھا۔

فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ

آپ اس حالت میں باہر تشریف لائے کہ آپ نے اپنے اوپر کملی اوڑھی ہوئی تھی اور کوئی چیز اس میں حرکت کرتی نظر آ رہی تھی۔ تعجب ہوا کہ کملی اقدس میں کون سی شے حرکت کر رہی ہے؟ میں نہ جان سکا۔

آگے حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ پس جب میری ضرورت پوری ہوئی اور میں فارغ ہوا اس کام سے جس کی خاطر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تھا تو میں نے آپ سے پوچھا:

مَا هٰذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ[1]

یہ کیا چیز ہے جو آپ اپنی کملی میں چھپائے ہوئے ہیں اور حرکت نظر آ رہی ہے؟

مصطفیٰ علیہ السلام نے زبانِ اطہر سے بغیر کچھ فرمائے ہوئے کملی مبارک کھول دی۔

فَإِذَا هُوَ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلٰى فَخِذَيْهِ.

پس میں نے دیکھا کہ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں کو اپنی ران مبارک پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا، وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا[2]

یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے میرے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے اور تو بھی ان کے ساتھ محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے تو اس سے بھی پیار فرما۔

معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو رات کے وقت تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے سے جدا نہ فرماتے اور دروازہ سے باہر اس حال میں آئے کہ شہزادے اپنے سینۂ اقدس سے لگائے ہوئے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ مجھے ان سے محبت ہے

(۱) ترمذی، مشکوۃ باب مناقب اہل بیت (۲) ترمذی، مشکوۃ باب مناقب اہل بیت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور اللہ تعالیٰ کو بھی یقیناً محبت ہے اور میری دعا ہے کہ جوان سے پیار رکھے اے اللہ تو اس کے ساتھ پیار رکھ۔ معلوم ہوا کہ جس دل میں حسنین کی محبت ہو گی اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے محبت فرماتے ہیں۔

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ وسیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کو مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سونگھتے اور بوسہ دیتے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اہلِ بیتِ اطہار میں سے حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ و امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس قدر محبت تھی۔ الفاظِ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ اَهْلِ بَيْتِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ ؛ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ. وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ اُدْعِيْ لِيَ ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا اِلَيْهِ. (۱)

حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سے سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ سے مجھے زیادہ محبت ہے۔ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ پس آپ دونوں کو لے کر سینۂ اقدس سے لگاتے اور ان کے جسم کو سونگھتے۔

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ وسیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا میں دو پھول ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا.

تحقیق میرے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں سے میرے پھول ہیں۔

یاد رہے کہ جنت کے پھولوں کا نام ریحان ہے وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ. کہ جنت کے پھول ریحان ہیں اور سرورِ کائنات کے ریحان یعنی پھول حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں۔

سیّدنا امامِ حسن وسیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ. (۲)

تحقیق میرے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت حسنین کریمین سیّدین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور نوجوانوں کا اس لیے فرمایا گیا ہے کیونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا سب جوان ہوں گے اور ان سب اہلِ جنت کے سردار سیّدنا حسنِ وسیّدنا حسین رضی اللہ عنہما ہوں گے۔

(۱) جامع ترمذی ۵: ۶۵۷، رقم: ۳۷۷۲ (۲) صحیح ابن حبان ۱۵: ۴۱۳، رقم: ۶۹۶۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر سے جن کے پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود
ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

(از امامِ اہلِ سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا تختیاں لکھنا اور خدائی فیصلہ:

امام صفوری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ وسیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں تختیاں لکھیں اور پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور پھر سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائے کہ فیصلہ کریں خط کس کا اچھا ہے:

كَتَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فِيْ لَوْحَيْنِ وَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا خَطِّيْ اَحْسَنَ اَلْحُكْمُ اِلَى الْفَاطِمَةَ فَدَفَعَتِ الْحُكْمَ اِلٰى جَدِّهَا فَقَالَ لَا يَحْكُمُ بَيْنَهُمَا اِلَّا جِبْرِيْلُ فَقَالَ جِبْرِيْلُ لَا يَحْكُمُ بَيْنَهُمَا اِلَّا رَبُّ الْعِزَّةِ فَقَالَ رَبُّ الْعِزَّتِ يَا جِبْرِيْلُ خُذْ تُفَاحَةً مِّنَ الْجَنَّةِ وَاطْرَحْهَا عَلَى اللَّوْحَيْنِ نَحْنُ وَقَعَتْ عَلٰى خَطِّهٖ فَهُوَ اَحْسَنُ فَلَمَّا اَلْقٰهَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُوْنِيْ نِصْفًا نِصْفًا فَوَقَعَ نِصْفُهَا عَلٰى خَطِّ الْحَسَنِ وَالنِّصْفُ الْاٰخَرُ خَطِّ الْحُسَيْنِ. (۱)

حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے دو تختیوں پر لکھا اور ان میں سے ہر ایک کہنے لگا کہ میرا خط اچھا ہے پھر اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیصلہ چاہا انہوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس فیصلے کے لیے بھیجا سیّدہ نے اپنے بچوں کو نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ جبریل علیہ السلام کریں گے۔ جناب جبریل علیہ السلام نے کہا سوائے رب العزت کے ان دونوں شہزادوں کا فیصلہ کوئی نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے جبریل علیہ السلام جنت سے ایک سیب لے کر ان دونوں تختیوں پر ڈال دو جس کی تحریر پر وہ گرے وہی بہتر ہے جب جبریل نے سیب لا کر ڈالا تو خدا تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جا پس وہ آدھا حسن رضی اللہ عنہ کے خط پر اور آدھا حسین رضی اللہ عنہ کے خط پر گر پڑا (فیصلہ خداوندی یہ ہوا کہ دونوں کا خط اچھا ہے)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں شہزادوں کے خط کی تعریف کی اور انہیں اچھا قرار دیا اس لیے کہ ان دونوں شہزادوں میں سے کسی ایک کی دل شکنی نہ ہو۔ یاد رہے کہ اس واقعہ کو علامہ عبد الرحمن صفوی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ یہ کہتے ہیں یا اپنی غیر معتبرہ مجموعوں میں جو یہ لکھتے ہیں یا بیان کرتے ہیں کہ ایک موتیوں کی بالی گری اور وہ پھر نصف نصف ہو کر تختیوں پر پڑی۔ اس کی کچھ اصل نہیں اور نہ ہی کسی معتبر مستند کتاب میں موجود ہے۔ جو اصل واقعہ تھا وہ درج کر دیا گیا یہ ہے شان حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی۔

(۱) نزہۃ المجالس ۲: ۱۹۳، سطر آخر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۱۲

سیّد الشہداء و امامِ ثالث

حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ ابنِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

آپ کا اسمِ گرامی حسین کنیت ابوعبداللہ لقب سبط الرسول اور ریحانۃ الرسول نسب مبارک اس طرح ہے۔ حسین بن علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد معاف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالك بن نضر بن كنانه۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا بنتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بشارت:

مشکوۃ شریف میں حضرت سیّدہ ام الفضل بنتِ حارث رضی اللہ عنہا سے راویت ہے کہ میں نے ایک پریشان خواب دیکھا تو اس حالتِ پریشانی میں بارگاہِ حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اِنِّیْ رَأَیْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّیْلَةَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ اِنَّهٗ شَدِیْدٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ رَأَیْتُ كَاَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِیْ حِجْرِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَأَیْتِ خَیْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْشَآءَ اللّٰهُ غُلَامًا یَكُوْنُ فِیْ حِجْرِكِ۔ (۱)

میں نے بہت سخت عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے جو تم نے دیکھا؟ عرض کیا وہ بہت ہی ڈراؤنا خواب ہے آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم بیان کرو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسمِ اقدس کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام الفضل یہ گھبرانے کی بات نہیں ہے یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمادے گا۔ جسے تم اپنی گود میں لوگی۔

مذکورہ بالا حدیثِ صحیح سے صاف معلوم ہوا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا علم تھا اور یہ بھی بشارت فرمادی کہ میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے گا۔

(۱) باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ولادتِ باسعادت:

حضرت سیّدہ ام الفضل بنتِ حارث رضی اللہ عنہا جو حضور علیہ السلام کی چچی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ یعنی نبی علیہ السلام کے چچا کی بیوی تھی اپنا خواب سنا کر اور اس کی تعبیر سن کر چلی گئیں۔ زمانہ گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ ۴ھ کے ماہِ شعبان المعظم کی پانچ تاریخ ہوئی تو حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں مدینہ طیبہ میں حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے یعنی آپ کی بشارت کے مطابق حدیث میں آتا ہے۔

فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ وَكَانَ فِيْ حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (۱)

نام حسین رضی اللہ عنہ وادائے عقیقہ از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسین پیدا ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صاحبزادے کی پیدائش کی خبر پہنچی تو آپ سیّدہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا میرے بیٹے میرے جگر کے ٹکڑے کو میرے پاس لاؤ۔

حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ نے اپنی گود میں لیا۔

وَاَذَّنَ فِيْ اُذُنِهٖ وَتَفَلَ فِيْ فَمِهٖ وَدَعَالَهٗ وَسَمَّاهُ حُسَيْنًا يَوْمَ السَّابِعِ وَعَقَّ عَنْهُ بِكَبْشٍ وَقَالَ احْلِقِيْ رَاْسَهٗ وَتَصَدَّقِيْ بِوَزْنِهٖ شَعْرِهٖ فِضَّةً كَمَا فَعَلْتِ بِالْحَسَنِ۔ (۲)

پس نبی علیہ السلام نے حضرت حسین کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور اپنا لعابِ اقدس ان کے منہ میں ڈالا اور آپ کے حق میں دعا فرمائی اور آپ کا نام حسین رکھا اور حکم دیا کہ ساتویں روز ان کا عقیقہ کرو۔ اور بالوں کو اتار کر ان کے ہم وزن چاندی خیرات کردو۔

چنانچہ ساتویں روز یہ عمل کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا نام بھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب فرمایا۔

پرورش:

جب حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تھی تو اس وقت آپ کے بڑے بھائی حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی مدتِ رضاعت یعنی دودھ پلانے کا زمانہ ختم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی چچی امِ فضل سے فرمایا آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا کرو۔ چنانچہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کا نہیں بلکہ امِ فضل کا دودھ پیا۔ اسی لیے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کا ٹکڑا امِ فضل رضی اللہ عنہا بنتِ حارث کی گود میں آ گیا کے الفاظ ہیں۔ حضرت ام الفضل نے حضرت حسین سے ایسی ہی محبت فرمائی جیسی حقیقی بیٹے سے ہوتی ہے۔ آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش میں نہایت والہانہ محبت فرما کر آپ کے لیے اپنے تمام آرام قربان کر دیے جیسا کہ ایک حقیقی ماں کرتی ہے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کے سات سال سات ماہ اور سات دن اپنے نانا جان حضور رسالت مآب علیہ السلام کی آغوش میں رہے۔ گو آپ کو زیادہ مدت نانا جان کی زیرِ تربیت رہنے کا موقع نہ ملا کہ سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہری پردہ فرما گئے لیکن پھر بھی سات سال اور سات ماہ کا جو موقع حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ سے حاصل ہوا وہ کسی کو نہیں ملا۔ آپ اکثر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ہی رکھتے اور خود ہر چیز کے آداب سکھاتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ درج فرمایا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) اسد اللہ الغالب

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں زکوٰۃ کی کھجوروں کا ٹوکرا آیا اتنے میں امام حسین تشریف لائے۔ اور بچے ہی تھے کہ ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی وقت آپ کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور نکالتے ہوئے فرمایا کخ کخ۔ نبی کے اہلِ بیت زکوٰۃ نہیں کھایا کرتے۔ (۱) سبحان اللہ

اس سے معلوم ہوا کہ گو امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہی تھے اور ایک کھجور اٹھا بھی لی تھی تو کیا حرج تھا۔ لیکن آپ نے اسی وقت خود انگلی ڈال کر وہ کھجور نکال دی۔ محض اس لیے کہ اہلِ بیتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ سے ادنیٰ تر ادنیٰ لقمہ بھی حرام ہے آج کل اکثر جھوٹے سیادت کے دعویٰ کرنے والے سب زکوٰتیں وصدقات ہضم کر جائیں تو بھی کچھ فرق ان کی سیادت میں نہیں آتا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ پھر دعویٰ یہ کہ ہم حسنی حسینی ہاشمی ہیں اور آگے معلوم نہیں کیا کیا ہیں۔

اللہ محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً ہر جھوٹی سیادت کے دعویٰ سے

علامہ ابنِ حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے ایک اور روایت درج فرمائی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَصْطَرِعَانِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کشتی لڑا کرتے تھے۔

تو ظاہر ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اکثر تعلیم و تربیت نانا جان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی تربیت سیّدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا اور سیّدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن کی ساری زندگی محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی گزری۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ پیار:

احادیث صحیحہ اور روایات مصدقہ پر جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوۃ والسلام کو امامِ حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ الاصابہ اور الاستیعاب میں ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَبْصَرَتْ عَيْنَايَ هَاتَانِ وَسَمِعَتْ اُذُنَايَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِكَفَّيْ حُسَيْنٍ وَقَدَمَاهُ عَلٰى قَدَمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ تَرَقَّ تَرَقَّ (...) بقه قَالَ فَرَقِيَ الْغُلَامُ حَتّٰى وَضَعَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ فَاكَ ثُمَّ قَبَّلَهٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهٗ فَاِنِّيْ اُحِبُّهٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری ان آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور حسین کے پاؤں حضور علیہ السلام کے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اے ننھے منھے قدموں والے چڑھ آ چڑھ آ۔ چنانچہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ جسمِ اطہر پر چڑھتے گئے یہاں تک کہ اپنے قدم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر رکھ دیے پس آپ نے فرمایا منہ کھول۔ پھر آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا اور منہ چوم لیا۔ پھر فرمایا اے اللہ تو اسے محبوب رکھ میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔

(۱) بخاری جلد دوم ص ۱۳۹ مطبع مصر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نسبت خصوصی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ الْحُسَيْنَ حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ (۱)

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے گا اللہ اس کے ساتھ محبت کرے گا۔ حسین میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کو خاص تعلق ہے اور اسی تعلق کی بنا پر یہاں تک فرمادیا ہے کہ جو میرے اس حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے گا۔

راکب دوش نبوت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

عَنْ بَرَاءِ اِبْنِ عَازِبٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحُسَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ۔ (۲)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں اور فرمارہے ہیں اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

آغوش نبوت اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ الْحُسَيْنُ يَمْشِيْ حَتّٰى سَقَطَ فِيْ حِجْرِهٖ فَجَعَلَ اَصَابِعَهٗ فِيْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَهٗ اَلْحُسَيْنُ فَاَدْخَلَ فَاهُ فِيْ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ کی آغوش اقدس میں لیٹ گئے اور اپنی انگلیاں حضور علیہ السلام کی ریش اقدس میں ڈالنے لگے۔ حضور علیہ السلام نے اپنا منہ مبارک کھولا اور اپنا منہ ان کے منہ میں ڈالا۔ پھر فرمایا اے میرے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو اس کے ساتھ محبت کرے تو بھی اس کے ساتھ محبت فرما۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور لعاب حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اس حال میں دیکھا کہ:

لُعَابَ الْحُسَيْنِ كَمَا يَمُصُّ الرَّجُلُ تَمْرَةً (۴)

آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوس رہے ہیں جیسے آدمی کھجور چوستا ہے۔

اس حدیث سے سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی کمال محبت حسین رضی اللہ عنہ واضح ہے کہ آپ ان کے منہ اقدس کا لعاب دہن چوستے ہیں۔

(۱) المستدرک ۳: ۱۹۴، رقم ۴۸۲۰ (۲) المستدرک ۳: ۱۹۵، رقم ۴۸۲۱ (۳) سمط النجوم العوالی، ۳: ۱۹۵ (۴) سمط النجوم العوالی، ۳: ۱۹۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جگر گوشۂ رسالت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت زید ابن زیاد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْتِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ فَمَرَّ عَلٰی بَابِ الْفَاطِمَۃَ فَسَمِعَ حُسَیْنًا یَبْکِی فَقَالَ اَلَمْ تَعْلِمِیْ اَنَّ بُکَاؤَہٗ یُؤْذِیْنِیْ۔ (۱)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو آپ کا گزر حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر کے دروازہ سے ہوا تو آپ نے سنا کہ حضرت حسین رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیا تم نہیں جانتی ہو کہ حسین رضی اللہ عنہ کے رونے سے میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔

سردارِ اہلِ جنت رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی سَیِّدِ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ۔ (۲)

میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اہلِ جنت کے سردار کو دیکھنا چاہیے وہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے کمالات یعنی ان کے ذاتی اخلاق واطوار اور فضائل ومناقب

اخلاقِ حسنہ:

حضرت سیّدنا امامِ عالی مقام امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے اخلاق نہایت اعلیٰ اور عادات نہایت پاکیزہ تھیں کیونکہ آپ نے اس فخرِ دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی آغوش میں پرورش پائی جن کو خدائے بزرگ و برتر نے اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا لقب عنایت فرمایا ہے تو ایسی آغوشِ رحمت میں کھیلنے والے کی عادات عین سیدِ عالم علیہ السلام کے نقشِ مبارک پر تھیں۔ چنانچہ ایک بار ایک شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو اسے شناخت کے طور پر بتایا کہ جب تم مدینہ میں پہنچ کر مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو گے تو وہاں تمہیں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئے گا اس حلقے میں لوگ نہایت باادب طریقے سے بیٹھے ہوں گے تو سمجھ لینا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے معلوم ہوا کہ آپ کی اخلاقی خصوصیات اتنی بلند تھیں کہ لوگوں میں آپ بہت مقبول تھے اور لوگ آپ کا ادب واحترام کرتے تھے۔ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کنیز نے پھولوں کا گلدستہ لا کر پیش کیا گلدستہ ہاتھ میں لے کر حضرت نے سونگھا اور کنیز سے ارشاد فرمایا جاؤ تم اللہ کی راہ میں میری طرف سے آزاد ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا: آپ نے ایک گلدستہ پر ہی اتنی اچھی خوبرو کنیز کو آزاد کر دیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) المعجم الکبیر، ۳:۱۱۶، رقم، ۲۸۴۷ (۲) صحیح ابن حبان، ۱۵:۴۲۱، رقم ۶۹۶۶ (۳) تاریخ ابن عساکر، ۴:۳۲۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَاِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا جب تمہیں اچھا تحفہ پیش کیا جائے تو تم اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ دیا کرو۔
(النساء ۸۶:۴)

پس اس کے لیے سب سے اچھا تحفہ یہی ہوسکتا تھا کہ میں اسے اللہ کے لیے آزاد کردوں (۱)

تواضع:

حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ میں نہایت عاجزی اور انکساری تھی۔ تکبر سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ آپ کو کسی کام کے کرنے میں یا کسی طبقے کے لوگوں میں بیٹھنے سے کبھی کسی قسم کا کوئی عار نہ تھا۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے راستہ میں چند غریب لوگ کھانا کھارہے تھے انہوں نے آپ کو جو دیکھا تو دوڑتے ہوئے حاضرِ خدمت ہوکر عرض کیا حضور آیئے اور کھانا تناول فرمائیں۔ آپ اس وقت ان غرباء کے حلقہ میں جا بیٹھے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ فرمایا مجھے کھانے کی حاجت تو نہیں تھی لیکن تمہاری خوشی کی خاطر چند لقمے تناول کر لیے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ۔ (۲) بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔ (۳)
(لقمان ۳۱، ۱۸)

مقروضوں و بیکسوں کی اعانت اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا امامِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کے سخی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ سخاوت کرنا غریبوں اور مساکین کی مدد کرنا یہ آپ کی خاندانی وراثت تھی۔ کبھی کوئی سائل آپ کی بارگاہ سے خالی نہ گیا۔

○ حضرت سیّدنا امام زین العابدین علی اوسط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ بزرگوار یتیموں اور محتاج لوگوں کے گھروں پر خود کھانا لے کر جاتے تھے۔ اس کام میں اس قدر مشقت اٹھاتے تھے کہ آپ کی پیٹھ پر نشانات پڑ جاتے تھے (۴)

○ ابنِ عساکر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سائل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے نماز کو مختصر کر کے دروازہ پر تشریف لائے اور دیکھا کہ سائل واقعی محتاج ہے آپ نے اسی وقت خادم سے فرمایا کہ ہمارے گھر میں کتنی رقم ہے عرض کیا دو سو درہم۔ فرمایا وہ لے آؤ۔ عرض کیا یہ تو صرف اہلِ بیت کے خرچ کے لیے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمارا گزارا ہو جائے گا اس محتاج کو دینا اوّلین فرض ہے چنانچہ دو سو درہم منگوا کر آپ نے سائل کو پیش کیے اور ساتھ ہی فرمایا اس وقت ہم تنگدست ہیں تمہاری زیادہ خدمت نہیں کر سکتے۔ (۵)

○ ایک مرتبہ آپ کو بیت المال سے بڑی رقم ملی، آپ وہ رقم لے کر مسجد میں بیٹھ گئے اور ایک ضرورت مند کا انتظار کرنے لگے۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور آپ کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں آپ یہ رقم اپنے لباس اور ضروری اشیاء پر خرچ کریں۔ آپ نے فرمایا اپنے آرام و آرائش سے بہتر یہی ہے کہ یہ رقم کسی محتاج کی حاجت میں صرف کی جائے۔ چنانچہ ایک حاجت مند آیا تو آپ نے تمام رقم اسے عنایت فرمادی۔ (۶)

(۱) تحفہ اثنا عشریہ (۳) تا (۶) تاریخ ابن عساکر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

○ ایک بار ایک ضرورت مند محتاج دیہاتی آپ کے دروازے پر حاضر ہوا اور چند گزارشات لکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں جن کے الفاظ یہ تھے۔

لَمْ يَبْقَ لِيْ شَيْءٌ يُبَاعُ بِحَبَّةٍ، فَكَفَاكَ مَظْهَرِ حَالَتِيْ عَنْ مُخْبِرِيْ أَبْقَيْتُ مَاءَ الْوَجْهِ كُنْتُ صَنْتُهَا، مَاإِنْ يُبَاعُ فَقَدْ وَجَدْتُ الْمُشْتَرِيْ.

میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس سے ایک دانہ خریدا جا سکے۔ میری حالت آپ پر ظاہر ہے بتانے کی حاجت نہیں۔ میں نے اپنی آبرو بچا رکھی تھی اسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا پسند نہیں کرتا تھا مگر اب خریدار مل گیا ہے۔

اتفاق سے جواب آنے میں کچھ دیر لگ گئی تو اعرابی دیہاتی نے چار مصرعے اور لکھ بھیجے۔

مَاذَا أَقُوْلُ إِذَا رَجَعْتُ وَقِيْلَ لِيْ مَاذَا أَصَبْتَ مِنَ الْجَوَادِ الْمُفْضِلِ. إِنْ قُلْتُ أَعْطَانِيْ كَذَبْتُ فَإِنْ أَقُوْلُ. بَخِلَ الْجَوَادُ بِمَالِهِ لَمْ يُقْبَلْ.

جب میں لوٹوں گا تو مجھ سے پوچھیں گے کہ صاحب فضل سخی سے تجھے کیا ملا ہے تو کیا جواب دوں گا۔ اگر کہوں گا کہ مجھے دیا ہے؟ تو جھوٹ ہوگا اور اگر کہوں کہ سخی نے اپنا مال روک لیا ہے تو یہ بات مانی نہ جائے گی۔

سیّدنا امام عالی مقام نے دس ہزار درہم کی تھیلی اس سائل کو بھیجی اور ساتھ ہی اس کو اشعار میں ہی جواب دیا۔

عَاجَلْتَنَا فَاتَاكَ أَقَلَّ بِرِّنَا. كَلَّا وَإِنْ أَمْهَلْتَنَا لَمْ تَقْلِلْ خُذْ لَهَا وَكُنْ أَنْتَ كَمَا لَمْ تَسْئَلْ وَنَكُوْنَ نَحْنُ كَأَنَّمَا لَمْ نَفْعَلْ.

تم نے جلدی مچادی ہے سو تمہیں یہ قلیل حصہ مل گیا ہے اگر تم جلدی نہ کرتے تو تمہیں اور زیادہ ملتا۔ اب لے لو اور یوں سمجھنا کہ سوال کیا ہی نہیں اور ہم سمجھیں گے کہ گویا ہم نے کچھ دیا ہی نہیں (۱)

○ ایک مرتبہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت اسامہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ "**واغماہ واغماہ**" آہ کتنا بڑا غم ہے۔ آہ کتنا بڑا غم ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اے میرے بھائی آپ کو کس بات کا غم ہے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ موت سامنے کھڑی ہے اور میں بہت لوگوں کا مقروض ہوں اس قرض کی عدم ادائیگی کے صدمے نے سخت مصیبت اور تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں اس قرض کی ادائیگی کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میں مقروض ہونے کی حالت میں نہ مر جاؤں۔ حضرت امامِ عالی مقام نے مزید تسلی دی اور فرمایا کہ میں گھر جاتے ہی آپ کا قرض ادا کر دوں گا۔ چنانچہ آپ گھر پر آئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے تمام قرض خواہوں کو بلوایا اور ان کی ساری رقم اسی وقت ادا کر دی کل رقم آپ نے ساٹھ ہزار تقسیم فرمائی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور امامِ عالی مقام کو دعائیں دیتے رہے۔ (۲)

○ ایک بار عرب کے مشہور شاعر فرزدق کو مدینہ کے گورنر مروان نے شہر بدر کر دیا وہ اسی حالت میں بالکل بے سروسامان تھا۔ جب وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی مصیبت بیان کی تو آپ نے بہت سی رقم اسے عنایت فرما دی۔ (۳)

آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔ **ان خیر المال ما وقی به العرض**۔ مال کا سب سے بڑا مصرف یہی ہے کہ اس سے کسی کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائے۔ (۴)

(۱) تاریخ ابن عساکر (۲) (۳) تا (۴) تاریخ ابن عساکر، ۴: ۳۳۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پاکیزگیٔ قلب:

حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے قلب کو ظاہر و باطن کی پاکیزگی حاصل تھی۔ سب سے بڑی مومن کے قلب کی پاکیزگی یہ بھی ہے کہ وہ کسی مسلمان کے بارہ اپنے دل میں کینہ نہ رکھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ اپنے بھائی محمد اکبر رضی اللہ عنہ سے جن کو ابن حنیفہ کا لقب حاصل تھا ناراض ہو کر چلے آئے آپ کے چلے آنے کے بعد کچھ دوستوں نے حضرت امامِ عالی مقام کے متعلق نازیبا باتیں کیں تو حضرت محمد اکبر ابنِ حنیفہ نے فرمایا نہیں اگر تم لوگ کہو تو میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا کر بتا دوں یہ کہہ کر آپ نے حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ اے برادرِ معظم! ہم دونوں کے والد بزرگوار مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ اس لحاظ سے نہ مجھ کو آپ پر اور نہ آپ کو مجھ پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ لیکن ہاں آپ کی والدہ محترمہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہزادی تھیں۔ میری ماں کے قبضہ میں تمام کمالات آ جائیں تو بھی آپ کی والدہ کی شان و عظمت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پس اس لحاظ سے آپ کو مجھ پر فضیلت حاصل ہے اور آپ بڑھے ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ میرے پاس آنے میں بھی سبقت کریں۔ کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمانوں میں ناچاکی ہو جائے تو جو کوئی دونوں میں صلح کرنے میں سبقت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ پہلے جنت میں داخل کرے گا۔ میری خواہش ہے کہ اپنی فضیلت کی وجہ سے جنت میں جانے میں بھی آپ ہی سبقت کریں۔ والسلام۔

حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ حضرت امام محمد اکبر ابنِ حنیفہ کا یہ خط پڑھ کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور اسی وقت جا کر اپنے بھائی سے بغل گیر ہوئے۔

شجاعت:

حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ شجاعت میں بھی نہایت بلند مقام رکھتے تھے خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے حسین کو ہیبت اور جرأت عطا کی ہے۔ آپ کی جوانمردی اور بہادری کا اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب ۳۵ ہجری میں باغیوں اور مفسدوں نے حضرت سیّدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا تو مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے امامِ حسن اور امامِ حسین رضی اللہ عنہ دونوں کو آپ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ چنانچہ اس موقعہ پر امام عالی مقام نے نہایت نمایاں خدمت سرانجام دی اور باغیوں کے ساتھ جنگ کی۔ لیکن دروازۂ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کسی کو نہ جانے دیا۔ بالآخر باغی لوگ دوسرے راستہ سے آپ کے مکان میں داخل ہوئے۔

اس طرح آپ نے جنگِ جمل اور جنگِ صفین اور معرکۂ نہروان میں اپنی حیرت انگیز شجاعت سے متعدد معرکے سر کیے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک جنگ میں سب سے آگے بڑھ کر فرمایا تھا هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ ؟ ہے کوئی تم میں سے میرے مقابلہ میں آئے۔ حضرت امامِ عالی مقام کا یہ چیلنج سن کر ایک بہت بڑا بہادر زبرقان مقابلہ کے لیے نکلا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو آپ نے فرمایا:

فَقَالَ اَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ لَهُ الزِّبْرَقَانُ اِنْصَرِفْ يَا بُنَيَّ فَاِنِّيْ وَاللّٰهِ نَظَرْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مُقْبِلًا مِنْ نَاحِيَةِ قُبَا عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ وَاَنْتَ يَوْمَئِذٍ قُدَّامَهٗ فَمَا كُنْتُ لِاَلْقٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَمِكَ۔

میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہوں۔ اس پر زبرقان نے کہا اے میرے بیٹے تم میدان سے ہٹ جاؤ کیونکہ ایک دن میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو کر قبا کی طرف جا رہے تھے اور تم نبی علیہ السلام کے آگے بیٹھے ہوئے تھے میں حضور علیہ السلام سے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس حالت میں ملاقات کرنا نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھ تمہارے
خون سے رنگین ہوں۔ (۱)

جنگِ صفین میں تحکم کے موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو عہد نامہ لکھا گیا تھا اس میں بھی گواہ کی حیثیت سے امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے دستخط ثبت فرمائے تھے۔ (۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت و امارت میں ممالکِ غیر کو جو مہمات بھیجی گئی تھیں ان میں سے ایک مہم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حصہ لیا یہ قسطنطنیہ کی مہم تھی اور ۴۹ھ میں بھیجی گئی تھی اس مہم کے کمانڈر انچیف سفیان بن عوف تھے۔ (الحسین) بعض مورخین نے بنو امیہ کی خوشامد کی خاطر یزید بن حضرت معاویہ کا نام اس مہم کے کمانڈر کی حیثیت سے درج کیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں جو چند جھوٹ بولے گئے ہیں ان میں سب سے بڑا جھوٹ یہ بھی بیان کیا ہے۔ جیسا کہ اس کا ذکر آئے گا آپ نہایت شجاع دل غازی اور مجاہد تھے اور سب سے بڑا کارنامہ شجاعت تو امامِ عالی مقام کا کرب و بلا میں تھا جس کا نام تا قیامت جاری رہے گا۔ جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔

علم و فضل:

سیّدنا حضرت امام حسین نے بابِ مدینۃ العلم مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی آغوش میں بچپن سے لے کر جوانی تک تعلیم و تربیت پائی بابِ مدینۃ العلم نے جس کو خود تعلیم دی ہو۔ صحبتِ رسالت مآب علیہ السلام کے تربیت یافتگان سے جس نے براہِ راست کسبِ فیض کیا ہو اس کو اگر علم و فضل کا بحرِ بیکراں کہا جائے تو مبالغہ کیونکر ہوگا؟ علماء سیر و تواریخ متفق ہیں کہ امامِ عالی مقام اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور فاضل تھے۔ (اسد اللہ الغالب) آپ کے معاصرین بھی آپ کے بحرِ علمی کے معترف تھے اور آپ کی فقہی بصیرت کے مداح تھے۔ جب کبھی کوئی علمی مشکل پیش آتی تھی تو حلِ مشکل کے لیے آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کو دودھ پینے والے بچے کا وظیفہ مقرر ہونے کے متعلق مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس مسئلے میں بھی انہوں نے حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بطنِ مادر سے نکلنے کے بعد جب بچہ آواز دے اس وقت سے وہ وظیفہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (۳)

غرضیکہ آپ علم و حکمت کے بہت بڑے فاضل و عالم تھے۔

عبادت و ریاضت:

سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زندگی رضائے الٰہی کے حصول اور عبادتِ الٰہی میں صرف کردی۔

آپ کے دن تدریسِ دین اور راتیں قیام و سجود میں بسر ہوتیں۔ اکثر لوگوں نے دیکھا کہ آپ جب اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوتے تو خشوع و خضوع اور تضرع کا عالم یہ ہوتا تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بندھ جاتیں۔ میدانِ کربلا کے عظیم مصائب کے وقت بھی آپ نے دن اللہ کے کلام کی تلاوت اور رات اللہ کے حضور رکوع و سجود میں گزار دی۔ آپ نے اپنی زندگی میں امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی طرح خود پچیس حج پیدل ادا کئے۔ (۴)

(۱)،(۲) الحسین: ۲۳۱ (۱) اسد الغابہ (۲) التہذیب والحیاء: ۱۲۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مجسمۂ اوصافِ جلیلہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ محبت ونشانی خداوندی:

ابنِ عربی اور ابنِ ابی شیبہ بیان کرتے ہیں۔ کہ سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ ان اوصافِ جلیلہ کے حامل تھے۔ علم وحلم، عمل، عبودیت، صبرو استقلال، اولوالعزمی، سخاوت، شجاعت وتدبر، عاجزی وانکساری، حق گوئی، حق پسندی اور راضی برضائے مولیٰ۔ مزید فرماتے ہیں۔

كَانَ عَالِمًا بِالْقُرْآنِ عَامِلًا زَاهِدًا تَقِيًّا وَرَّاعًا وَجَوَّادًا فَصِيْحًا بَلِيْغًا عَارِفًا بِاللّٰهِ وَدَلِيْلًا عَلٰى ذَاتِهٖ تَعَالٰى كَانَ الْحُسَيْنُ السِّبْطُ اٰيَةً مِّنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ۔

سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ قرآن کے عالم باعمل، زاہد، متقی، منزہ عن المعاصی، متورع، صاحبِ جود وکرم، صاحبِ فصاحت و بلاغت، عارف باللہ اور ذاتِ باری تعالیٰ کی حجت تمامی تھے حضرت حسین نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی تھے۔ (۱)

معلوم ہوا یہ وہ شخصیت ہیں کہ جو سراپا فضائل، جس کی ہر ادا، جس کا ہر فعل، جس کا ہر عمل، جس کا خلق اور جس کا کریکٹر سرچشمۂ فضیلت ہو، اس کے فضائل مجھ جیسا کیا لاکھوں اور کروڑوں افراد بھی ضبطِ تحریر میں نہیں لا سکتے۔ مگر پھر بھی حصولِ برکت وسعادتِ دارین کی خاطر تبرکاً اور تیمناً اس بحرِ فضائل کے دو چار قطرات محض اس لیے لکھے جا رہے ہے کہ سرشارانِ محبتِ اہلِ بیتِ رسول کے دلوں کو تسکین ہو سکے۔

اخبار عن الغیب شہادت در کربلا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بارشادِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت:

حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی ولادتِ طیبہ کے ساتھ ہی آپ کی شہادتِ کربلا مشہور ہوگئی۔ احادیثِ صحیحہ کثرت کے ساتھ اس پر شاہد ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام الفضل بنتِ حارث حضرت سیّدنا عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ ایک روز حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہوئیں اس حال میں کہ گود میں سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ تھے آپ نے انہیں سیّدِ عالم علیہ السلام کی گودِ اقدس میں دیا تو میں نے دیکھا کہ:

فَاِمَنْ عَيْنَاهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْرِيْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَالَكَ قَالَ اَتَانِيْ جِبْرَائِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اُمَّتِيْ سَتُقْتَلُ اِبْنِيْ هٰذَا۔

آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور پھوٹ کر رو رہے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کیا بات ہے؟ تو آپ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں پس انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میں سے اس بیٹے کو شہید کر دیا جائے گا۔

حضرت سیّدہ ام الفضل نے عرض کیا واقعی ایسا ہوگا تو آپ نے فرمایا:

هٰذَا فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ وَاَتَانِيْ بِتُرْبَةٍ مِّنْ تُرْبَتِهٖ حَمْرَاءَ۔

ہاں میرے پاس اس جگہ میں سے وہ مٹی بھی لائی گئی ہے اور وہ مٹی سرخی مائل ہے۔ (۲)

(۱) الحسین: ۵۲، ۵۳ (۲) المستدرک ۱۲/۱۹۴۳، رقم ۴۸۱۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ثابت ہوا کہ سیّدنا امامِ حسین السلام کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی۔ شیر خوارگی کے ایام میں حضورِ اقدس علیہ السلام نے حضرت ام الفضل کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے اپنے اس نونہال کو زمینِ کربلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خونِ جگر (دودھ) پلایا۔ علی المرتضیٰ نے اپنے دل بند جگر کو خاک میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لیے سینہ سے لگا کر پالا۔ مصطفیٰ علیہ السلام نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہِ خدا میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لیے حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں تربیت فرمائی۔ یہ آغوشِ کرامت و رحمت فردوسی چمنستان اور جنتی ایوانوں سے زیادہ بالامرتبت ہے اس کے رتبہ کی کیا نہایت ہے جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ؟ اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے۔ جب کہ اس فرزندِ ارجمند کی ولادت کی مسرت کے ساتھ ساتھ شہادت کی خبر پہنچتی ہوگی۔ سیّدِ عالم رحمتِ دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام کی چشمِ اقدس نے اشکوں کے موتی لگا دیے۔ (۱)

اس خبر نے صحابہ کبار جان نثارانِ اہلِ بیت کے دل ہلا دیئے اس درد کی لذت علی المرتضیٰ کے دل سے پوچھئے۔ صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنتِ خلیل ادا کر رہے ہیں۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی خاک زیرِ قدمِ پاک پر قربان، جن کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینۂ اقدس سے لگا ہوا ہے۔ محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں وہ اپنے سرور آفرین تبسم سے دلربائی کرتا ہے۔ ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے ماں کی گود میں کھیل کر شفقتِ مادری کے جوش کو زیادہ موجزن کرتا ہے۔ میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے، عین اسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ (۲)

جہاں یہ چہیتا، نازوں کا پالا، بھوکا پیاسا، بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے نہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ساتھ ہیں، نہ حسنِ مجتبیٰ ساتھ ہیں، عزیز واقارب، برادرِ عزیز وفرزند قربان ہو چکے ہیں تنہا نازوں کا پالا حسین ہے کہ تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہو رہا ہے۔ کربلا کی زمین مصطفیٰ علیہ السلام کے پھول سے رنگین ہو رہی ہے۔ (۳)

باوجود اس کے بارگاہِ الٰہی میں اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے۔ کیونکہ اصل مقصود امتحان میں ثابت قدمی تھا۔ (۴)

ہاں یہ دعائیں کی گئیں کہ اس حسین رضی اللہ عنہ نورِ عین مقامِ صدق وصفا میں ثابت قدم رہو توفیق الٰہی مساعد رہے۔ مصائب اور آلام کا انبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کی شہرت میں کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں۔ ایک حدیث حضرت سیّدہ ام المؤمنین امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مٹی مجھے حسین کے قتل گاہ کی دی گئی ہے وہ میں تمہیں دیتا ہوں اس مٹی سے دکھ اور مصیبت کی بو آتی ہے اس کو اپنے پاس سنبھال کر شیشی میں رکھ لو۔

وَقَالَ يَا اُمِّ سَلْمَةَ اِذَا تَحَوَّلَتْ هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَمًا فَاعِلْمِيْ اِنَّ ابْنِيْ قَدْ قُتِلَ (۵)
اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین کربلا میں شہید ہو گیا ہے۔ (۶)

(۱) سوانح کربلا (۲) ج (۳) سوانح کربلا (۴) ترمذی، مشکوۃ (۵) المعجم الکبیر: ۱۰۸/۳، رقم: ۲۸۱۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس وجہ سے کربلا کی مٹی سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ واقعۂ کربلا کے وقت میری یہ بیوی مدینہ طیبہ میں موجود ہوں گی اور اس وقت تک ان کی حیات ہوگی۔ اس لیے انہی کو یہ کربلا کی مٹی دینی چاہیئے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں دوسرے مقام پر حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عین واقعۂ کربلا میں جب سیّدنا امامِ حسین شہید ہو گئے تو وہی شیشی جس میں کربلا کی مٹی تھی وہ خون بن گئی۔ جس کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے دیکھا اور روئیں اس سے معلوم ہوا کہ شہادتِ امام عالی مقام کا بار بار تذکرہ ان کے عہد طفولیت سے ہی حضور علیہ السلام نے فرمایا اور یہ شہادت مشہور ہو چکی تھی سب کو معلوم ہو گیا کہ ان کی مشہد کربلا ہے۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تحقیق اس میں کچھ شک نہیں رہا اور اہلِ بیت باتفاق جانتے تھے کہ حضرت امامِ حسین کربلا میں شہید ہوں گے(۱)

ابونعیم نے یحییٰ حضرمی سے روایت کی ہے کہ سفرِ صفیں میں حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمراہ تھے۔ جب نینویٰ کے قریب پہنچے جہاں سیّدنا یونس علیہ السلام کا مزارِ اقدس ہے تو آپ نے فرمایا اے ابوعبداللہ فرات کے کنارے ٹھہرو۔ بعد ازاں آپ اس مقام پر آئے جہاں آج سیّدنا امامِ حسین کا مزارِ اقدس کربلائے معلیٰ میں ہے میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ روئے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اس مقام پر کیوں رو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا:

فَقَالَ هٰهُنَا مَنَاخُ رِكَابِهِمْ وَمَوْضِعُ رِحَالِهِمْ وَمِهْرَاقُ دِمَائِهِمْ فِتْيَةٌ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يُقْتَلُوْنَ بِهٰذِهِ الْعَرْصَةِ تَبْكِيْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ.

یہاں شہیدوں کی سواریاں باندھی جائیں گی اور یہاں پر خیمے نصب ہوں گے اور یہاں پر خون بہائے جائیں گے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے ہی خون یہاں پر ہوں گے اور اس وقت زمین و آسمان روئیں گے۔(۲)

یاد رہے کہ اس روایت کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اصبغ بن نباتہ نے بھی بیان کیا ہے۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت در کربلا سب جانتے تھے بالخصوص اہلِ بیتِ اطہار اس مقام پر پہاڑ بھی ہوتا تو وہ بھی گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو جاتا مگر طالبِ رضائے حق مولیٰ تعالیٰ کی مرضی پر فدا ہونے اور جان قربان کرنے اور صبر و استقامت کے ساتھ منتظر ہیں۔ کہ کونسا وہ وقت آئے گا جب کہ فرزندانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو یہ عظیم درجہ شہادت کا حصہ ملے گا۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج اور اولادِ امجاد کا بیان:

نواسہ سیّدالابرار سرکار سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولادِ امجاد کے متعلق روایات شاہد ہیں کہ آپ کی کل ازواج کی تعداد پانچ تھی اور اولاد و امجاد کی تعداد چھ ہے۔ آپ کی بیویوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرتِ شہر بانو رضی اللہ عنہا
۲۔ حضرت معظمہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا
۳۔ حضرت رباب رضی اللہ عنہا
۴۔ حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا
۵۔ حضرت قضاعیہ رضی اللہ عنہا

(۱) سوانح کربلا (۲) مستدرک حاکم وسوانح کربلا ص:۳۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

آپ کی اولاد امجاد کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت علی اوسط المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔ ۲۔حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبداللہ المشہور علی اصغر رضی اللہ عنہ ۴۔حضرت جعفر رضی اللہ عنہ
۵۔حضرت فاطمہ صغریٰ خاتون رضی اللہ عنہا ۶۔حضرت سکینہ خاتون رضی اللہ عنہا

اب ازواج کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں جن کو سرکار امامِ حسین کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔

۱۔حضرتِ شہر بانو:

حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا بنتِ یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیرواں العادل۔ یزدجرد شاہانِ فارس میں سے آخری بادشاہ سے تھیں۔ سیّدنا امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب اس ملکِ فارس میں فتح حاصل ہوئی تو اس وقت یہ محترمہ اسیر ہو کر مالِ غنیمت میں لائی گئیں۔ سیّدنا عمر ابن الخطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ۔ المسلمین امیر المؤمنین نے اس محترمہ حسینہ وجمیلہ کی بمعہ مزین ہیرے وجواہرات وزیورات کے سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تزویج فرمادی۔

گویا کہ شہنشاہ کسریٰ کی بیٹی کو شہزادۂ کونین سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے بطن سے سیّدنا امامِ حسین کے ہاں حضرت علی اوسط المعروف امام زین العابدین متولد ہوئے۔

۲۔ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا:

حضرت لیلیٰ بنتِ مرۃ بن عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہا بن معتب الثقفی سے تھیں۔ ان کو سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا ان کے بطن سے سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ متولد ہوئے۔

۳۔حضرت رباب رضی اللہ عنہا:

حضرت رباب بنتِ امراء القیس بن عدی الکلبیہ حضرت امامِ حسین کو اپنی ازواج میں سے زیادہ محبوب تھیں اور ان کا بہت زیادہ اکرام واحترام فرماتے تھے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار بہت مشہور ہیں جو آپ نے حضرت رباب رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمائے تھے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا
تَحُلُّ بِهَا سَكِيْنَةُ وَالرَّبَابُ

قسم مجھے تیری زندگی کی مجھے محبت ہے اس زمین سے جہاں رباب وسکینہ ٹھہری ہوئی ہیں۔

اُحِبُّهُمَا وَاَبْذِلُ جَلَّ مَا لِیْ
وَلَيْسَ بِعَاتِبٍ عِنْدِیْ عِتَابُ

مجھے ان دونوں سے محبت ہے ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتب کے عتاب کی پرواہ نہیں کرتا۔

فَلَسْتُ لَهُمْ وَاِنْ غَابُوْا مُضَيِّعًا
حَيَاتِیْ اَوْ يُغَيِّبُنِیْ التُّرَابُ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گو وہ یہاں موجود نہیں مگر ان کی پرداخت سے بے خبر نہ رہوں گا۔ جب تک زندہ ہوں اور مٹی مجھے نہ چھپا لے۔

كَاَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُوْلٍ بِلَيْلٍ
اِذَا ذَارَتْ سَكِيْنَةُ وَالرَّبَابُ

جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوں تو رات ایسی لمبی نظر آتی ہے کہ گویا دوسری رات مل گئی۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا اور ان کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی۔ حضرت سکینہ خاتون رضی اللہ عنہا انہی کے بطن سے تھیں اور حضرت عبداللہ المشہور بہ علی اصغر رضی اللہ عنہ بھی ان ہی کے بطن سے متولد ہوئے۔ یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی سیدہ سکینہ خاتون اور ایک صاحبزادے عبداللہ یعنی علی اصغر رضی اللہ عنہ یہ بہن بھائی انہی سے پیدا ہوئے۔

حضرت رباب کے دردناک اشعار بعد شہادتِ امام رضی اللہ عنہ:

مہر و وفا کی پتلی نے واقعہ کربلا کے بعد اپنے عظیم شوہر کی جدائی پر یہ کلمے ارشاد فرمائے۔

اَنَّ الَّذِیْ كَانَ اَسْتَضَاءَ بِهٖ
بِكَرْبَلَا قُتِلَ غَيْرَ مَدْفُوْنٍ

وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا کربلا میں مقتول پڑا ہے اسے مدفون بھی کسی نے نہ کیا۔

سَبْطِ النَّبِيِّ جَزَاكَ اللّٰهُ صَالِحَةً
عَنَادِ حَيْثُ خُسْرَانِ الْمَوَزِيْنِ

اے سبطِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ ہماری طرف سے تجھے بہترین جزا دے آپ میزانِ عمل کے نقصان سے بچائے گے۔

قَدْ كُنْتَ لِیْ جَبَلًا صَعْبًا اَلُوذُبِهٖ
وَكُنْتَ تَصْحَبُنَا بِالرَّحِمِ وَالدِّيْنِ

میرے لیے آپ بلند پہاڑ کی چوٹی تھے۔ جس کی پناہ میں تھی آپ کا برتاؤ رحم اور دین تھا۔

مَنْ لَّلِيَتَامٰى وَمَنْ لِلسَّائِلِيْنَ وَمَنْ
يَغْنِيْ وِيَاوِیْ كُلَّ مِسْكِيْنٍ

اب کون رہ گیا جس کے پاس ہر مسکین، یتیم اور فقیر کو پناہ ملے گی اب مسکینوں کا کون ہے۔

وَاللّٰهِ لَا اَبْتَغِیْ بَعْدَ صَهْرٍ كُمْ
حَتّٰى اُغِيْبَ بَيْنَ الرَّمَلِ وَالطِّيْنِ

اب اس قرابت کے بعد اور کوئی خوشی پسند نہیں کروں گی۔ حتیٰ کہ ریت اور مٹی کو جا چھوؤں۔

(۱) الفائق، ۲: ۳۴

۴۔ حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا:

یہ محترمہ طلحہ بن عبد اللہ سے ہیں۔ ان کے والدِ معظم حضرت طلحہ عشرہ مبشرہ سے ہیں ان کو سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ زوجیت کا شرف ملا اور ان کے بطن سے امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

۵۔ حضرت قضاعیہ:

یہ محترمہ قبیلہ بنی قضاعیہ سے ہیں اسی نام قضاعیہ سے مشہور ہیں۔ ان کو سرکار امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرف زوجیت حاصل ہوا۔ ان کے بطن سے حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحبزادے جعفر پیدا ہوئے۔ اب آپ کی اولادِ امجاد کا اجمالی ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی ان مذکورہ ازواج میں سے آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

ا۔ حضرت علی اوسط ابن الحسین المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ محترمہ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا ہیں۔ واقعۂ کربلا میں سیّدنا علی اوسط المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور ان کی والدہ محترمہ کربلا میں موجود تھیں۔

۲۔ حضرت علی اکبر ابن الحسین رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ محترمہ امِ لیلیٰ ہیں۔ واقعۂ کربلا کے وقت جوان تھے اور عمر مبارک اٹھارہ سال تھی اور کربلا میں اپنے والد بزرگوار سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۳۔ حضرت عبد اللہ المشہور علی اصغر:

ان کی والدہ محترمہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا تھیں واقعۂ کربلا میں ان کی عمر چھ ماہ تھی اور یہ شیر خوارگی کے عالم میں تھے۔ سخت شدت پیاس پر پانی کی بجائے ان کے حلقِ اقدس پر ایک ظالم نے تیر مارا کہ شہزادہ نے تڑپ کر اپنے والد بزرگوار کی آغوش میں جان دے دی گویا کہ سرکار امامِ کے اس طفلِ شیر خوار کی شہادت ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا واقعہ کربلا کے وقت موجود تھیں۔

۴۔ حضرت جعفر ابن الحسین رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ محترمہ حضرت قضاعیہ رضی اللہ عنہا تھیں سرکار امامِ کے قیامِ مدینہ طیبہ میں بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے بعد کئی سالوں کے واقعۂ کربلا پیش آیا۔

۵۔ حضرت فاطمہ صغریٰ خاتون:

ان کی والدہ محترمہ امِ اسحاق تھیں امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے قیامِ مدینہ طیبہ کے وقت یہ جوان تھیں اور ان کا نکاح حضرت حسن مثنیٰ ابن امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو چکا تھا اور یہ بمعہ اپنے بچوں کے اپنے شوہر حسن مثنیٰ کے ساتھ اپنے گھر میں تھیں۔ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ طیبہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رحلت فرمانے پر ان کو ہمراہ نہ لے جانے کی یہی وجہ مانع ہوئی کہ یہ شادی شدہ اپنے گھر والی ہیں۔ دوسرا ان کے شوہر تجارت پر باہر تشریف لے گئے تھے ان کی بغیر اجازت کے ان کا لے جانا بھی مناسب نہ تھا۔ واقعۂ کربلا کے وقت سیّدہ خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اپنے گھر پر تھیں۔ حضرت فاطمہ صغریٰ کے بطن سے حسن مثنیٰ ابنِ امامِ حسن کے ہاں تین صاحبزادے ہوئے جن کی نسل روئے زمین میں ہے۔ عبداللہ المحض، ابراہیم الغمر، حسن المثلث، جیسا کہ اس کی تفصیل امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

۶۔ حضرت سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما:

ان کی والدہ محترمہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا تھیں اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ واقعۂ کربلا میں موجود تھیں۔ لیکن ان کی عمر مبارک اس وقت ۷ سال تھی۔ کربلا میں ان کے نکاح کی جو روایت مشہور ہے بالکل غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں۔ کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کر دی جنہیں اتنی تمیز بھی نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ یہ وقت اہلِ بیتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توجہ الی اللہ اور شوقِ شہادت و اتمامِ حجت کا تھا اس وقت شادی یا نکاح کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔ پھر حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی وفات راہِ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی بالکل غلط ہے۔ بلکہ واقعۂ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ یہ وہ صاحبزادی سکینہ ہیں جن کے ساتھ سرکار امام علیہ السلام کو شدید محبت تھی۔ اور ان کی والدہ کے ساتھ بھی محبت تھی۔ واقعۂ کربلا کے خونی منظر میں یہ شہزادی اور ان کی والدہ موجود تھیں۔

جہاں تک محققین کی تحقیق کے مطابق آپ کی ازواج و اولاد و امجاد کا تعلق پایۂ ثبوت تک پہنچا ہے اس کے مطابق ذکر کر دیا گیا ہے۔ گو بعض نے کچھ اختلاف بھی پیدا کیے ہیں لیکن اس کی صداقت کا معیار علمائے محققین کے نزدیک جو درست ہے وہی قابلِ قبول ہے۔ سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد آپ کی نسل روئے زمین میں آپ کے صاحبزادے سیّدنا علی اوسط المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پھیلی ہوئی ہے اور شہزادی حضرت فاطمہ صغریٰ سے بھی آپ کی نسل روئے دنیا میں آج تک موجود ہے۔

یاد رہے کہ یزید عنید کی بہت اولاد ہوئی تھی بعض نے لکھا ہے کہ اس کے چودہ لڑکے تھے اور چودہ میں آج تک نسلِ لعین کا کہیں کوئی نام و نشان بھی موجود نہیں۔ کتب عربی و فارسی و تواریخ معتبرہ کی ورق گردانی کے باوجود کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ ثابت ہوا کہ پروردگارِ عالم نے اس کی نسل تک بھی ختم کر کے رکھ دی اور سرکار امام کے صرف ایک ہی صاحبزادے سے کل روئے زمین میں نسل مبارک موجود ہے۔ (۱)

(۱) الجواہر، تاریخ کربلا، حیات الحیٰ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۱۳

یزید کی تخت نشینی

حضرت سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ رابع کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اہلِ کوفہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور آپ نے وہاں چند ماہ چند روز قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے امرِ خلافت کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کرنا مسطورہ ذیل شرائط پر منظور فرمایا۔

۱۔ بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ کو ملے گی۔

۲۔ اہلِ مدینہ وحجاز واہلِ عراق میں کسی شخص سے بھی زمانہ حضرت علی المرتضیٰ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مواخذہ و مطالبہ نہ کیا جائے۔

۳۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تمام شرائط قبول کیں اور باہم صلح ہوگئی اور حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا جو آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزندِ ارجمند کی بدولت مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح فرمادے گا۔ سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ نے تختِ سلطنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خالی کردیا۔ (۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب ۶۰ ھ میں بمقامِ دمشق لقوہ میں مبتلا ہوکر وفات پائی۔ آپ کے پاس حضور سیّدِ عالم علیہ السلام کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس قمیص مبارک موئے شریف اور تراشہائے ناخن ہمایوں تھے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور علیہ السلام کی ازار شریف وردائے مبارک وقمیصِ اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور ناخن اقدس رکھ دیے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کور باطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اور بدنِ اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھا تھا اور تادمِ آخر تمام زر و مال ثروت وحکومت سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اس کو ساتھ لے جانے کی تمنا حضرت امیر کے دل میں تھی۔ (۲)

اس برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوسِ پاک میں بوئے محبوب ہے یہ مقامِ غربت میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقہ میں مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس سے وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) اور (۲) سوانح کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے بدن پاک سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا بابرکت بنا دیتا ہے تو حسنین کریمین جو بدنِ اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا اور ان کا کیا احترام لازم ہے۔ مگر بد نصیبی اور شقاوت کا کیا علاج۔ (۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید تختِ سلطنت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت لینے کے لیے اطرافِ سلطنت میں مکتوب روانہ کیے۔ یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بد نصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہلِ بیتِ کرام کے بیگناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر قرن میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔ (۲)

یہ بد باطن، سیاہ دل، ننگِ خاندان ۲۵ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر بنتِ مجدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بد خلق، تند خو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب اور گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بیہودگیاں ایسی ہیں جن سے بد معاشوں کو بھی شرم آئے۔ عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل الملائکۃ نے فرمایا خدا کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب سے آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے علانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ کی علانیہ بے حرمتی کرائی۔ اربابِ فراست اور اصحابِ اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جب کہ عنانِ سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں آئے۔ (۳)

اس نے اپنی بیعت لینے کے لیے اطرافِ سلطنت میں مکتوب روانہ کیے مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت کے لیے حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے فسق و ظلم کی بناء پر اس کو نااہل قرار دیا اور بیعت سے انکار فرمایا اور حضرت ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی بیعت سے انکار فرما دیا بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ رَّاْسِ السِّتِّیْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْیَانِ۔ (۴)

یا رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے۔

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو حاملِ اسرار تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ۶۰ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے ان کی یہ دعا قبول ہوئی انہوں نے ۵۹ھ میں بمقامِ مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔ (۵)

اب حدیث کی روشنی میں یزید کے دورِ سلطنت کے بارے ملاحظہ فرمائیں۔

ارشادِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امارۃ الصبیان اور امت کی ہلاکت

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّدِ عالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے:

هَلَكَةُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللهِ عَلَیْهِمْ غِلْمَةً فَقَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ لَوْشِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنِیْ فُلَانٍ وَبَنِیْ فُلَانٍ لَفَعَلْتُ فَكُنْتُ اُخْرُجُ مَعَ جَدِّیْ حِیْنَ مَامُلِكُوْا بِالشَّامِ فَاِذَا اَرَاهُمْ غِلْمًا اَحْدَاثًا

میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ عمرو بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ انہی میں سے ایک مروان لونڈا ہے اور کہا ابو ہریرہ نے اگر تم چاہو تو میں بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں فلاں لونڈے ہوں گے اور عمرو بن یحییٰ نے کہا

(۱) تا (۲) سوانح کربلا (۳) سوانح کربلا: ۲۳، ۳۰، ۷ (۴) فتح الباری، ۱: ۱۶، ۲۱۶ (۵) سوانح کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قَالَ لَنَا عَسٰی هٰؤُلاءِ اِنْ یَكُوْنُوْنَ مِنْهُمْ قُلْنَا اَنْتَ اَعْلَمُ۔

کہ شام میں اپنے دادا کے ساتھ جاتا تھا تو میں نے ان نو خیز چھوکروں کو دیکھا یہ انہیں میں سے ہیں جن کی خبر دی گئی۔ شاگردوں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں۔

اس حدیث کے تحت ملاعلی قاری فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ اَحداثًا اَیْ شَبَابًا وَاَوَّلِهِمْ یَزِیْدُ عَلَیْهِ مَا یَسْتَحِق وَكَانَ غَالِبًا یَنْتَزِعُ الشُّیُوْخَ مِنْ اِمَارَةِ الْبُلْدَانِ الْكِبَارِ وَیُوَلِّیْهَا الْاَصَاغِرُ مِنْ اَقَارِبِهٖ۔ (۱)

احداث یعنی جوان ہوں گے ان کا پہلا شخص یزید علیہ ما یستحق ہے اور یہ عموماً بڑی عمر والوں کو شہروں کی امارت سے علیحدہ کرتا تھا اور اپنے رشتہ داروں میں کم عمر والوں (چھوکروں) کو حکمران بناتا تھا۔

مزید اسی حدیث بالا کے تحت ملاعلی قاری فرماتے:

قَوْلُهٗ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَةٍ اَیْ اَیْدِیْ شَبَانَ الَّذِیْنَ مَا صَلُوا اِلٰی مَرْتَبَةِ كَمَالِ الْعَقْلِ وَاَحْدَاثُ اَسِنَّ الَّذِیْنَ لَا مُبَالَاةَ لَهُمْ بِاَصْحَابِ الْوَقَارِ وَالظَّاهِرِ اَنَّ الْمُرَادَ مَا وَقَعَ بَیْنَ عُثْمَانَ وَ قَتَلَتَهٗ وَ بَیْنَ عَلِیٍّ وَالْحُسَیْنِ وَمِنْ قَاتِلِهِمْ قَالَ الْمُظْهَرُ لَعَلَّهٗ اُرِیْدُ بِهِمْ الَّذِیْنَ كَانُوْا بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِثْلُ یَزِیْدُ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَغَیْرَهُمَا۔ (۲)

غلمہ سے مراد وہ نوجوان ہیں جو کمال عقل کے مرتبہ تک نہیں پہنچتے اور وہ نوعمر جو وقار والوں کی پرواہ نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور حضرت علی و حضرت حسین کو قتل کیا۔ مظہر نے کہا کہ ان لوگوں سے مراد وہی ہیں جو خلفاء راشدین کے بعد تھے جیسے یزید اور عبد الملک بن مروان وغیرہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِیْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْیَانِ (۳)

اے لوگو ستر سال کی ابتدا اور چھوکروں کے امیر ہونے سے پناہ مانگو۔

اس کی شرح میں علامہ ملاعلی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اَیْ اِمَارَةِ الصِّبْیَانِ مِنْ حُكُوْمَتِ السُّفَهَاءِ الْجُهَّالِ كَیَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَةَ وَاَوْلَادُ حَكَمُ بِنِ مَرْوَانَ وَاَمْثَالَهُم قِیْلَ رَاٰهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ تَعَالٰی وَسَلَّمَ فِیْ مِنَامِهٖ یَلْعَبُوْنَ عَلٰی مِنْبَرِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ (۴)

امارۃ الصبیان سے مراد جاہل چھوکروں کی حکومت ہے۔ جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور ان کے ہم مثل ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں اپنے منبر پر کھیل کود کرتے ملاحظہ فرمایا ہے (یعنی اس سے وہی لوگ مراد ہیں)

اس حدیث مذکورہ کے متعلق علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

وَكَانَ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عِلْمٌ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَا مَوعَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ یَزِیْدُ

یزید کے متعلق جو باتیں مذکور ہیں جن کو حضور اقدس علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے ان کا علم آپ کے بتانے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہوا تو

(۱) عمدۃ القاری ۲۴:۱۸۰، ۱۸۱ (۲) فتح الباری، ج: ۱۳، ص: ۸ (۳) مسند احمد، ۲:۳۲۸ (۴) فتح الباری، ج: ۳، ص: ۷، صواعق محرقہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فَاِنَّهٗ كَانَ يَدْعُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ رَاْسِ السَّبْعِيْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْيَانِ فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ فَتَوَفَّاهُ سَنَةَ تِسْعَ وَاَرْبَعِيْنَ وَ كَانَتْ وَفَاةُ مُعَاوِيَةَ وَوَلَايَةُ ابْنُ سَنَةَ سِتِّيْنَ۔

وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی امارت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی یہ ۵۹ ہجری میں وفات پا گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی حکومت ۶۰ھ میں ہوئی۔ (۱)

ان احادیث کے ماتحت علامہ شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اشارت زمان یزید بے دولت کرد کہ ھم رساں ستین برسریر شقاوت نشت واقعۂ حرہ در زمان شقاوت نشان او وقوع یافت (۲)

حدیث مذکورہ میں اشارہ ہے کہ یزید کا زمانہ جس کی ابتداء ساٹھ ہجری سے ہوئی (جس میں شہادتِ امام حسین کے) بعد واقعۂ حرہ بھی ہے اور یہی نشانیاں ہیں اس میں اور یزید اس سے مراد ہے۔

احادیثِ صحیحہ اور محدثین کرام علیہم الرحمۃ سے ثابت ہوا کہ ساٹھ ہجری میں جو حکومت قائم ہوگی وہ یزید کی ہی حکومت تھی اور امت کو برباد کرنے والے اور اس امت کی تباہی کا ذریعہ چند قریشی لڑکے بنیں گے۔ لڑکوں کا لفظ تصغیر کے ساتھ لایا جانا ان کی تحقیر کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ امت جیسی عظیم وجلیل چیز کو تباہ کرنے والا تعظیم وتوقیر کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے اس لیے ان کو سفہاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ تباہی لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی جن میں سفاہت ہوگی۔ جس سے ان کی بدنظری واضح ہے اور بدنظر وہ ہے جس کا دل درست نہیں وہ نیک کام کیا کر سکے گا۔ اس لیے ان لڑکوں کو صبیان سے تعبیر کرتے ہوئے ان کی عملی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ وہ نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہواتِ نفس کی پیروی کریں گے اور جہنم میں وادی غی میں پھینک دیے جائیں گے۔ (۳)

ثابت ہوا کہ گو اس حدیث میں یزید کا نام تو نہیں آیا لیکن محدثین کرام اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا اور یزید کے افعالِ شنیعہ نے نصف النہار کی طرح یزید کو ظاہر کر دیا ہے کہ ایسی احادیث کا اوّلین مصداق یزید کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

سنتِ رسول ﷺ کو بدلنے والا پہلا شخص یزید ہوگا

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

لَا يَزَالُ اُمَّتِيْ قَائِمًا بِالْقِسْطِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَوَّلُ مَنْ يَّثْلُمُهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ يُقَالُ لَهٗ يَزِيْدُ۔ (۴)

ہمیشہ میری امت میں انصاف کا دور دورہ رہے گا یہاں تک کہ سب سے پہلے اس میں سوراخ امیہ کا ایک شخص کرے گا جس کا نام یزید ہوگا۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَوَّلُ مَنْ يُّبَدِّلُ سُنَّتِيْ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ يُقَالُ لَهٗ يَزِيْدُ (۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ میری سنت کو بدلنے والا پہلا شخص بنی امیہ سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔

مذکورہ بالا حدیث سے یزید پلید کی اصل صورت سامنے آجاتی ہے کہ امت کی بربادی کا سبب اور سنت رسول علیہ السلام کو بدلنے والا اوّلین شخص یزید پلید ہے۔ اس کا انکار رسول اللہ علیہ السلام کی احادیث سے انکار ہے جس کی جسارت کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

(۱) الصواعق المحرقہ: ۳۳ (۲) جذب القلوب، ص: ۳۳ (۳) جذب القلوب، ص: ۳۳

(۴) مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۱۷۶، رقم: ۸۷۱ (۵) تاریخ ابن عساکر، ۶۵: ۲۵۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا اقدامِ جہاد نہ طلبِ خلافت نہ حصولِ جاہ و اقتدار۔ باغیانہ الزام کی تردید۔ یزید کے حقیقی خدّ و خال

نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دینِ اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر اپنے اور اپنے خاندان والوں کے خون سے میدانِ کربلا میں جو نقوش ثبت کئے افسوس کہ اسے فراموش کر دیا گیا اور ان کی اس عظیم قربانی کے اعلیٰ ترین مقصد کو قابلِ التفات ہی نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ بدبختوں نے یزید کی حمایت کر کے اسے خلیفۂ رسول ثابت کرنا اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا حشر بھی یزید عنید کے ساتھ کرے (اور یقیناً کرے گا) جنہوں نے شہید انسانیت کے احسان کو بھول کر محض یزید کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے سرکار سیّد الشہداء نواسۂ سیّد الابرار امامِ حسین رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا الزام عائد کیا ہے۔

ان جاہلوں کو پہلے بغاوت کی شرعی تعریف معلوم ہونی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح وارث و جانشین کے خلاف علمِ مخالفت بلند کرنا۔

نیز کسی شخص پر بغاوت کا الزام عائد کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ جس کے خلاف اس نے کوئی اقدام کیا ہے۔ آیا اس کی خلافت صحیح طریقہ پر ثابت بھی ہے یا کہ نہیں اس اصول کے تحت اگر یزید کا جائزہ لیا جائے تو وہ قواعدِ حقہ کے مطابق کسی طرح درست ثابت نہیں ہوتی اور اس کی کئی وجوہاتِ حقہ ہیں۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخِلَافَةُ مِنْ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مَلَكًا(۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہے گی اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔

اس ارشاد کے مطابق خلافت کی مدت بعد از نبوت تیس برس بتائی گئی ہے جس کو خلافت علیٰ منہاج النبوت بھی کہا جاتا ہے اور یہ سلسلہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد ملوکیت ہے چنانچہ اس حدیث کے تحت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> خلافتِ ابوبکر چنانچہ در جامع الاصول وغیرہ مذکور است دو سال و چہار ماہ است و خلافت عمر دہ سال و شش ماہ است و خلافت عثمان دوازدہ سال الا چندروز خلافت علی چہار سال و نہ ماہ و بایں حساب خلافت خلفائے اربعہ بست و نہ سال و ہفت ماہ تمام می شود و پنج ماہ از سی سال باقی ماند کہ بامام المسلمین حسن بن علی تمام می گردد۔

ترجمہ: یہ بات جامع اصول اور دیگر مستند کتب سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال اور چار ماہ ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال اور چھ ماہ ہے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال اور کچھ روز کم ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال اور نو ماہ ہے اور اس حساب سے خلفائے اربعہ کی خلافت انتیس سال سات ماہ ہوتی ہے اور امام المسلمین امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پانچ ماہ شامل ہو کر مکمل پورے تیس سال ہوتے ہیں۔

---

(۱) صحیح ابن حبان، ۱۵: ۳۹۲، رقم: ۶۹۴۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس حدیث کے مطابق جب کہ خلافت ہی باقی نہ رہی تو سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ اس کی طلب کیسے فرما سکتے تھے کیونکہ اس حدیث میں خلافت سے مراد خلافتِ راشدہ ہے جس کی عمر تیس سال بتائی گئی ہے اس لیے اسی خلافت کو خلافت علی منہاج النبوۃ کہتے ہیں اور اس کے بعد کا سلسلہ حکومت آمریت کہلاتا ہے۔

خلافتِ راشدہ یا خلافتِ نبوت تو ایسی چیز تھی کہ اہلِ دین و دیانت کے لیے اس کی طلب اور اس کے مل جانے پر جماؤ کے ساتھ اس پر استقامت دکھلانا عقلی اور شرعی تقاضا ہو سکتا تھا اور اس پر جماؤ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ایمان اور اسلام کی طلب اور اس پر استقامت بہر صورت ضروری ہوتی ہے پس وہ ایک ایسا دینی مقام ہے کہ اگر پاک قلوب میں اس کی طلب ہو تو وہ زیبا ہے اگر اس کے حصول کے بعد اس پر استقامت دکھلائی جائے کہ کچھ بھی ہو جائے دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر اس نعمت کو ایمان اور اسلام کی طرح ہاتھ سے دینا نہیں اور یہی زیبا ہے۔

جیسا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا، خواہ کچھ بھی ہو جائے اسے تم خود نہ اُتارنا چنانچہ سیّدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے مظلومیت کے ساتھ جان دے دی لیکن قمیص خلافت بدن سے نہیں اتاری، اس میں اصولاً ہدایت حاصل ہوئی کہ خلافتِ نبوت ہی ایک ایسا عظیم اخلاقی و ایمانی مقام ہے جو کسی حالت میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔

یہی وجہ ظاہر ہوتی ہے کہ سیّدنا امامِ حسین کے رضی اللہ عنہ بڑے بھائی امامِ حسن رضی اللہ عنہ نے ابتدائے امر میں خلافت سنبھال لی اور چھ ماہ بعد اسے چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

غور کیا جائے جیسا کہ شیخ محقق نے فرمایا ہے تو چھ ماہ ہی پر وہ تیس سال مدت پوری ہوتی ہے جو خلافتِ نبوت کی عمر بتلائی گئی ہے۔ جس کے معنی یہ نکلتے ہیں کہ جب تک خلافتِ راشدہ کا دور قائم رہا۔ قبول کیے رہے جب نہ رہا تو اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اگر خلافت راشدہ کا دور ختم نہ ہوتا تو وہ اسے حضرت سیّدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی طرح ترک نہ فرماتے۔ خواہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کتنا ہی سخت مقابلہ ہو جاتا۔ جیسا کہ شیرِ خدا حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی سخت مقابلوں کے باوجود منصب خلافت سے دست برداری اختیار نہ فرمائی۔

لیکن خلافتِ راشدہ کی مدت گزر جانے کے بعد اگر مطلق ملوکیت کے لیے جان کی بازی لگائی جاتی تو اس میں محض اپنا ذاتی مفاد پیش نظر ہوتا اور مسلمانوں کا خون ضائع ہوتا اس لیے آپ نے خلافت ترک فرما کر مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کو آپس کی خونریزی سے بچا لیا اور ان میں صلح پیدا فرما کر اپنی سیادت کا وہ عملی ثبوت پیش فرما دیا جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی تھی۔

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ یُصْلِحُ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (۱) یہ میرا بیٹا سیّد ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرمائے گا۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ نے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پر عمل فرماتے ہوئے کہ خلافت راشدہ کی عمر تیس سال ہے اس کی عمر پوری ہونے پر خلافت ترک فرما دی۔ (۲)

(۱) صحیح بخاری، ۲: ۹۶۲، رقم: ۲۵۵۵ (۲) فتاویٰ عزیزی، ۱: ۲۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گویا خلافت پر اس وقت تک جمے رہے جب تک کہ اس کے رشد کا دور قائم رہا اور اس کے ختم ہوتے ہی علیحدہ ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ جس کا یہ ثمرہ نکلتا ہے کہ انہیں راشدہ خلافت مطلوب تھی جو اہل اللہ کے خواہش کرنے کی چیز ہے اور اس پر جہاد اور استقامت ان کے دین کا مقتضی ہوتا ہے۔ مطلق حکمرانی انہیں مطلوب نہ تھی۔ شہزادۂ امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ عمل کر کے عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تفسیر پیش کر دی۔ جس کا تعلق صلح سے تھا اور شہزادہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جہاد کا عمل کر کے کربلا میں اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کی عملی تفسیر پیش فرما دی۔ دونوں شہزادگان سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل عین حکمِ خداوندی و مصطفوی کے مطابق ہوئے۔

اس سے پتہ چلا کہ جب سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ خلافتِ نبوت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ تو اس کی طلب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے ان کے کربلا کے اقدام کو مطلب خلافت پر محمول کرنا اوّل درجہ کی جہالت اور بے دلیل ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خروجِ امامِ حسین بناء بر دعوائے خلافتِ راشدہ پیغامبر کہ در سی سال منقضی گشت نبود بلکہ بنا بر تخلیص رعایا از دستِ ظالم بود و اعانۃ المظلوم علی الظالم من الواجبات (۱)

ترجمہ: سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا دعوائے خلافتِ راشدہ کی بنا پر نہ تھا جو تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی۔ بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے چھڑانے کی بنا پر تھا اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی اعانت واجباتِ (دین) میں سے ہے۔

معلوم ہوا کہ جب یزید کا خلیفہ ہونا شرعاً درست و ثابت نہیں تو اس کے خلاف اقدام کرنے والا کیونکر باغی قرار دیا جا سکتا ہے اقدامِ امام نہ طلبِ خلافت کے لیے تھا نہ حصولِ جاہ و اقتدار کے لیے۔ بلکہ یہ ایک عظیم جہاد تھا جو کہ مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے رہائی دلانے کے لیے تھا۔

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَاَمَّا (......) بَعْضَ الْجَهَلَةِ مِنَ اَنَّ الْحُسَيْنَ كَانَ بَاغِيًا فَبَاطِلٌ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَلَعَلَّ هٰذَا مِنْ هَذَيَانَاتِ الْخَوَارِجِ.

اور یہ جو بعض جہلا نے افواہ اڑا رکھی ہے کہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے تو اہلِ السنت و الجماعت کے نزدیک باطل ہے شائد یہ خارجیوں کے ہذیانات ہیں جو راہِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ وہ لوگ جاہل ہیں۔ جنہوں نے سیّدنا امامِ عالیمقام پر بغاوت کا الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا صحابی اور اہلِ بیتِ رسول اور افضل المسلمین ہوتے ہوئے کربلائی اقدام کسی حصول جاہ و اقتدار کے لیے نہ تھا بلکہ عظیم جہاد تھا جس کو معرکۂ کربلا میں عملی شکل میں پیش فرمایا۔ جب یزید خلیفہ ہی نہیں تو اس کے خلاف اقدام کیونکر باغیانہ ہو سکتا ہے۔ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی معیار ہوتا ہے آخر خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بھی تو کوئی معیار ہونا چاہیے ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ شتر بے مہار دعوائے خلافت کر دے اور لاٹھی کے زور سے خلافت کے تخت پر بیٹھ جائے اور خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن جائے۔ اگرچہ شراب خور، زنا کار، تارکِ صوم و صلوٰۃ غرضیکہ پکا فاسق و فاجر بلکہ عقائد بھی کافرانہ و ملحدانہ رکھتا ہو کیا کوئی سچا فقیہ مسلمان اس دھاندلی کی اجازت دے سکتا ہے۔ حاشا و کلا ہرگز نہیں۔

(۱) فتاویٰ عزیزی، ۱: ۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یزید کے بعض کافرانہ عقائد ونظریات

یزید کے کفریہ عقائد بیان کرتے ہوئے ائمہ لکھتے ہیں کہ یزید کہا کرتا تھا:

لَيْتَ اَشْيَاخِىْ بِبَدْرٍ شَهِدُوْا
جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلِ

کاش میرے بدر والے وہ بزرگ جنہوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی فزع وجزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔

قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِكُمْ
وَعَدَلْنَا مَيْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

اور دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار (امام حسین) کو قتل کر کے بدر والی کجی کو سیدھا کر دیا۔

فَاَهَلُّوْا وَاسْتَهَلُّوْا فَرَحًا
ثُمَّ قَالُوْا يَا يَزِيْدُ لَا تُشَلْ

اس وقت خوشی کے مارے ضرور بآواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

لَسْتُ مِنْ خِنْدَفٍ اِنْ لَّمْ اَنْتَقِمْ
مِنْ بَنِىْ اَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلْ (۱)

میں اولادِ خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولادِ احمد سے ان کے کیے ہوئے کا بدلہ نہ لے لوں۔

لَعِبَتْ بَنُوْ هَاشِمٍ بِالْمُلْكِ فَلَا
خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْىٌ نَزَلْ

بنی ہاشم نے ملک گیری کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا اور نہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ (۲)

یہ ہیں یزید کے کفریہ عقائد ونظریات جو دینِ اسلام اور اس کے حقائق کا انکار کرنے کے ساتھ اپنے نجس و ناپاک خیال کا اظہار کرتا ہے کہ میں نے بدر والوں کا آلِ رسول ﷺ سے بدلہ لیا ہے۔ علامہ آلوسی اپنا فیصلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَنَّ الْخَبِيْثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا بِرِسَالَةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ. هٰذَا هُوَ الْمَرْوُقُ مِنَ الدِّيْنِ وَقَوْلِهٖ مَنْ لَا يَرْجِعُ اِلَى اللّٰهِ وَلَا اِلٰى دِيْنِهٖ وَلَا اِلٰى كِتَابِهٖ وَلَا اِلٰى رَسُوْلِهٖ وَلَا يُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ. (۳)

کہ یہ خبیث یزید تو رسالتِ مقدسہ نبی علیہ السلام کا بھی قائل تھا۔ یعنی یہ ہے دین اسلام سے کھلم کھلا خارج ہونا یزید کا اور اس کا یہ قول کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور نہ ہی اس کے دین کی طرف اور نہ ہی اس کی کتاب کی طرف اور نہ ہی اس کے رسول کی طرف اور نہ ہی اللہ پر اور جو کچھ اس کی طرف سے آیا ہے رجوع نہیں کرے گا۔

(۱) تفسیر روح المعانی: علامہ آلوسی، ج:۲۹، ص:۷۲۔ (۲) تفسیر روح المعانی: علامہ آلوسی، ج:۲۹، ص:۷۲۔

(۳) تذکرہ خواص الامہ، ص:۱۳۸، صواعق محرقہ، ص:۲۲۲، طبری، ص:۲۵۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یزید کا حلتِ شراب کے متعلق نظریہ آیتِ قرآنی کا تمسخر

یزید علانیہ شراب کے دور چلاتا تھا اور عیش و عشرت کرتا تھا جب اس کو شراب سے روکا جاتا تھا تو کہا کرتا تھا کوئی بات نہیں۔

فَإِنْ حَرُمَتْ يَوْمًا عَلَى دِيْنِ أَحْمَدٍ
فَخُذْ عَلَى دِيْنِ مَسِيْحِ بْنِ مَرْيَمَ

اگر دین احمد میں شراب نوشی حرام ہے تو پھر مسیح بن مریم (علیہ السلام) کے دین پر پی لو۔

مَا قَالَ رَبُّكَ وَيْلٌ لِلَّذِيْ شَرِبُوْا
بَلْ قَالَ رَبُّكَ وَيْلٌ لِلْمُصَلِّيْنَ

خدا نے شراب خوروں کے بارے میں ویل للشاربین نہیں کہا۔ البتہ نماز گزاروں کے متعلق قرآن میں ویل للمصلین موجود ہے۔ یعنی ہلاک ہو جاویں شرابی نہیں کہا بلکہ ہلاک ہو جاویں نمازی کہا ہے۔ (۱)

العیاذ باللہ۔ خدا اور رسول اور قرآن کا کیسا کھلا تمسخر کیا گیا ہے اور آیاتِ خداوندی کو کس طرح اپنی شراب نوشی پر دلیل بنانے کی کوشش کی۔ جیسے آج کل بھی شراب نوشی کرنے والے کہا کرتے ہیں کہ شراباً طہوراً جنت میں بھی جنتی لوگوں کو شراب ملے گی کون سی طہورا پاک۔ اس لیے ہم شراب پیتے ہیں خدا نے اس کی تعریف کی ہے۔

یزید اور محرماتِ شرعیہ، زنا، ترکِ نماز، شراب کا ارتکاب

حضرت عبداللہ بن حنظلہ (غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں:

فَقَدْ أَخْرَجَ الْوَاقِدِيُّ مِنْ طُرُقٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ الْغَسِيْلِ قَالَ وَاللّٰهِ مَا خَرَجْنَا عَلَى يَزِيْدَ حَتّٰى خِفْنَا أَنْ نُرْمٰى بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ أَنَّهُ رَجُلٌ يَنْكِحُ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ۔ (۲)

واقدی نے متعدد طریق سے یہ روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن حنظلہ نے فرمایا کہ واللہ ہم نے یزید کی بیعت کو اس وقت فسخ کیا جب ہم کو اپنے اوپر آسمان سے پتھر برسائے جانے کا خطرہ پیدا ہوا کہ وہ (یزید) اپنی اولاد کی ماؤں سے بیٹیوں سے اور بہنوں سے نکاح کرتا ہے اور نماز ترک کرتا ہے۔

یزید گانے باجے، ناچ، راگ، کتوں، بندروں کا دلدادہ

یزید کی عیش و عشرت اور عادات و اطوار کا یہ حال تھا:

وَكَانَ يَزِيْدُ صَاحِبَ طَرَبٍ وَجَوَارِحَ وَكِلَابٍ وَقُرُوْدٍ وَفُهُوْدٍ وَمُنَادَمَةٍ عَلَى الشَّرَابِ۔

یزید بڑا عیش و عشرت پسند، شکاری، جانوروں، کتوں، بندروں اور چیتوں کا دلدادہ تھا اور ہر وقت اس کے ہاں شراب خوری کی بزمیں لگی رہتی تھیں۔

(۱) تفسیر مظہری، ج:۲، ص:۹۱۲، ابن اثیر کامل، ج:۳، ص:۳۶
(۲) تاریخ الخلفاء، ص:۲۰۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جب یزید کی بدکرداریوں کی عام شہرت ہوئی تو مدینہ کے لوگوں پر یہ بات بالخصوص شاق گزری۔ حاکم عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اشراف مدینہ کا ایک وفد مرتب کر کے یزید کے پاس بھیجا جس میں حضرت عبد اللہ بن حنظلہ انصاریؓ اور حضرت منذر ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ شامل تھے عثمان کا خیال تھا کہ یہ لوگ یزید کی عطاو بخشش سے مطمئن ہو جائیں گے مگر اس کا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوا۔ ان حضرات نے واپس آ کر یزید کے کردار کو بالکل طشت از بام کر دیا۔ اگرچہ یزید نے رخصت کے وقت حضرت عبد اللہ کو ایک لاکھ اور ان کے ہمراہوں کو دس دس ہزار درہم دیے۔ یزید کا خیال تھا کہ اس حیلہ سے ان کو اپنے دام میں پھانسنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ مگر اس کی توقع کے خلاف جب یہ حضرات واپس لوٹ کر مدینہ طیبہ پہنچے تو کھلے بندوں یزید کی برائیاں آنکھوں دیکھی بیان کیں۔

فَاَظْهَرَ وَاَظْلَمَ يَزِيْدَ وَ عَيْبِهٖ وَقَالُوْا قَدِمْنَا مِنْ عِنْدِ رَجُلٍ لَيْسَ لَهٗ دِيْنٌ يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَ يَطْرَبُ بِالطَّنَابِيْرِ عِنْدَهُ الْقِيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَ مُلْعِبٌ بِالْكِلَابِ وَيَسْمُرُ عِنْدَهُ الْحَرَابُ وَ هُمُ اللُّصُوْصُ وَاَنَا شَهِدَ كُمْ اَنَاقَدْ خَلَعْنَاهُ۔ (۱)

یزید کے متعلق یہ برائیاں ظاہر کیں کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے ہو کر آئے ہیں جو بالکل بے دین ہے۔ شراب پیتا ہے طنبورے بجاتا ہے اس کے سامنے کنیزیں باجے بجاتی ہیں کتوں کے کھیل سے دل بہلاتا ہے رات بدمعاشوں اور چوروں کے گروہ میں جنگی کہانیاں بیان ہوتی ہیں۔ ہم تمہیں گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی ہے۔

چنانچہ دیگر اہلِ مدینہ نے بھی یزید کی بیعت توڑ دی۔ جس کے نتیجہ میں وہ واقعہ ہوا۔ جو واقعۂ حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

وَقَدْ رُوِيَ اَنَّ يَزِيْدَ كَانَ قَدْ اشْتُهِرَ بِالْمَعَازِفِ وَ شُرْبِ الْخَمْرِ وَالْغِنَاءِ وَالصَّيْدِ وَاتِّخَاذِ الْغِلْمَانِ وَالْقِيَانِ وَالْكِلَابِ وَالنِّطَاحِ بَيْنَ الْكِبَاشِ وَالدُّبَابِ وَالْقِرْدَ وَمَا مِنْ يَوْمٍ اِلَّا يُصْبِحُ فِيْهِ مَخْمُوْرًا وَكَانَ يَشُدُّ الْقِرْدَ عَلٰى فَرَسٍ مَسْرَجَةٍ بِحَبَالٍ وَ يَسُوْقُ وَيَلْبَسُ الْقِرْدَ قِلَانِسَ الذَّهَبِ وَ كَذٰلِكَ الْغِلْمَانَ وَكَانَ يُسَابِقُ بَيْنَ الْخَيْلِ وَكَانَ اِذَا مَاتَ الْقِرْدُ حَزِنَ عَلَيْهِ۔ (۲)

اور تحقیق روایات سے ثابت ہے کہ یزید سرود ونغمہ، ساز وراگ، شراب نوشی اور سیر و شکار کے اندر اپنے زمانہ میں مشہور تھا نوعمر لڑکوں، گانے والی دوشیزاؤں اور کتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا۔ سینگ والے لڑاکا مینڈھوں، سانڈھوں اور بندروں کے درمیان لڑائی کا مقابلہ کرواتا تھا۔ ہر دن صبح نشہ میں مخمور رہتا تھا۔ زین کسے ہوئے گھوڑوں پر بندروں کو رسی سے باندھ دیتا تھا اور پھراتا تھا۔ بندروں اور نوعمر لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کراتا تھا۔ جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کا سوگ منایا جاتا تھا۔

(۱) تاریخ الخلفاء (۲) البدایہ والنہایہ، ج:۸، ص:۲۳۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امامِ عالی مقام کا جہادِ عظیم

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظالم وجابر بادشاہ سے نجات حاصل کرنے پر اس کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

عَنْ عُمَرِ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ تَصِیْبُ اُمَّتِیْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سَلْطَانِہِمْ شَدَائِدٌ لَا یَنْجُوْ مِنْھَا اِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِیْنَ اللّٰہِ فَجَاھَدَ عَلَیْہِ بِلِسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَقَلْبِہٖ

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ فرمایا حضور رسول اللہ ﷺ نے کہ پہنچیں گی آخری زمانہ میں میری امت کو سختیاں نجات نہیں پائے گا مگر وہ شخص جو کہ بچائے اللہ کے دین کو پس جہاد کیا اس نے اپنی زبان سے اور اپنے ہاتھ سے اور اپنے دل سے۔ پس یہی شخص ہے جو نیکیوں میں سابق ہے۔

اس حدیث سے روشن الفاظ میں ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے جابر و ظالم بادشاہ کی سختیوں سے نجات کی بنیاد جہاد پر رکھی جس میں جابر فرماں روا کے ساتھ بھی جنگ کرنا جہاد شمار کیا گیا ہے۔

سرکار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری مشہور حدیث میں بھی اس طرف اشارہ بیان فرمادیا۔

اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (۱)

سب سے بہتر جہاد وہ کلمہ حق ہے جو کسی جابر غیر عادل بادشاہ کے سامنے برملا کہا جائے۔

تیسری حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

مَنْ رَأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ

تم میں جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے مٹا دے اور اگر اس کی قدرت نہیں تو زبان سے مذمت کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل میں برا سمجھے یہ ایمان کا نچلا درجہ ہے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

وَصِفَۃُ الْاِمَامِ اَنْ یَّکُوْنَ مُجْتَنِبُ الْکَبَائِرَ وَمُسْتَتِرًا بِاالصَّغَائِرَ عَالِمًا بِحُسْنِ السِّیَاسَۃِ لِاَنَّ ھٰذَا الَّذِیْ کُلِّفَ بِہٖ

امام کی شان یہ ہے کہ وہ کبائر سے اجتناب کرے اور صغائر کا اظہار نہ کرے حسنِ سیاست اور تدبیرِ مملکت کی خصوصیات کو جانتا ہو کیونکہ اس بات کا وہ مکلف ہے۔

اس کے پھر کچھ آگے علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

فَاِنْ قَامَ عَلَی الْاِمَامِ الْقُرَشِیِّ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِنْہُ اَوْمِثْلُہٗ اَوْدُوْنِہٖ قَاتَلُوْا کُلُّھُمْ مَعَہٗ لِمَا ذَکَرْنَا قَبْلُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ جَائِرٌ فَاِنْ جَائِرًا فَقَامَ عَلَیْہِ مِثْلُہٗ اَوْدُوْنَہٗ قَاتَلُوْا مَعَہٗ الْقَائِمُ لِاَنَّہٗ مُنْکَرٌ زَائِرٌ فَاِنْ قَائِمٌ عَلَیْہِ اَعْدَلُ مِنْہُ وَجَبَ الْقِتَالُ مَعَ الْقَائِمِ لِاَنَّہٗ تَغْیِیْرُ مُنْکِرٍ۔ (۲)

پس اگر قریشی امام کے خلاف ایسا شخص کھڑا ہوا جو اس سے بہتر یا اس کے مثل ہو یا اس سے کم ہو تو چاہیے کہ سب متحد ہو کر اس کے ساتھ قتال کریں بجز اس کے کہ وہ امام غیر عادل ہو پس اگر وہ امام غیر عادل ہے اور اس کے مقابلہ میں ایسا شخص کھڑا ہوا ہو جو اس کے مثل یا اس سے کم ہے، تو چاہیے سب مل کر اس کے ساتھ قتال کریں اور اگر اس کے

(۱) صحاح ستہ (۲) المحلی، ج:۹، ص:۳۶۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مقابلہ میں ایسا شخص کھڑا ہوا ہو جو اس سے بہتر ہے تو چاہیے کہ سب اس کھڑے ہونے والے کے ساتھ متحد ہو کر اس امام جائر کے خلاف قتال کریں کیونکہ یہ امر منکر کی تغییر ہے۔

معلوم ہوا کہ امام المسلمین ہونے پر جن چیزوں کی اہلیت وصلاحیت ہونا ضروری ہے وہ یزید میں ہرگز نہ تھیں اور امام عالی مقام کا اقدام بالکل شرعاً جہادِ عظیم ہے۔ اس اصول اور ارشادِ نبوت ﷺ کے مطابق امامِ عالی مقام پر لازم ہو گیا کہ وہ یزید عنید کے خلاف جہاد کریں۔

چنانچہ علامہ ابنِ خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

فَاَمَّا الْحُسَيْنُ فَاِنَّهُ لَمَّا ظَهَرَ فِسْقُ يَزِيْدَ عِنْدَ الْكَافَّةِ مِنْ اَهْلِ عَصْرِهٖ بَعَثَتْ شِيْعَةُ اَهْلِ الْبَيْتِ بِالْكُوْفَةِ لِلْحُسَيْنِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ فَيَقُوْمُوْا بِاَمْرِهٖ فَرَاَى الْحُسَيْنُ اَنَّ الْخُرُوْجَ عَلٰى يَزِيْدَ مُتَعَيِّنٌ مِنْ اَجْلِ فِسْقِهٖ لَا سِيَّمَا مَنْ لَهُ الْقُدْرَةُ عَلٰى ذَالِكَ وَظَنَّهَا مِنْ نَفْسِهٖ بِاَهْلِيَّتِهٖ وَشَوْكَتِهٖ فَاَمَّا الْاَهْلِيَّةُ فَكَانَتْ كَمَا ظَنَّ وَزِيَادَةٌ وَاَمَّا الشَّوْكَةُ فَغَلَطَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ فِيْهَا لِاَنَّ عَصَبِيَّةَ مُضَرَ كَانَتْ فِيْ قُرَيْشٍ وَعَصَبِيَّةَ قُرَيْشٍ فِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَعَصَبِيَّةَ عَبْدِ مَنَافٍ اِنَّمَا كَانَتْ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ تَعْرِفُ ذَالِكَ لَهُمْ قُرَيْشٌ وَسَائِرُ النَّاسِ وَلَا يُنْكِرُوْنَهٗ.(۱)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تو جب یزید کا فسق وفجور اس کے دور کے سب لوگوں کے نزدیک نمایاں ہو گیا تو کوفہ کی اہلِ بیت کی جماعت نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اہلِ کوفہ کے پاس تشریف لے آئیں تو وہ سب ان کی اطاعت میں کھڑے ہو جائیں گے تو اس وقت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا اب یزید کے خلاف کھڑے ہو جانا متعین ہے اس کے فسق کی وجہ سے۔ (اور مقابلہ کی قوت فراہم ہو جانے سے) بالخصوص اس شخص کے لیے جسے کھڑے ہونے کی قدرت حاصل ہو جائے اور اہلیت بھی موجود ہو اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے اندر اس قوت کا ظنِ غالب پیدا ہو گیا مع اپنی صلاحیت واہلیت کے جہاں تک تعلق ہے صلاحیت کا تو وہ بلاشبہ ان میں یعنی سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ میں تھی جیسا کہ انہوں نے گمان کیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ لیکن جہاں تک یزید کے مقابلہ کی قوت کا تعلق تو اپنے اندر اس کے سمجھنے میں نہ پہنچ سکے کیونکہ اس وقت مضر کی ساری جماعتیں طاقتِ قریش میں تھیں اور قریش کی جماعتی طاقت عبدِ مناف اور عبدِ مناف کی ساری قبائلی طاقت بنی امیہ میں تھی۔ پس قبائلی اور خاندانی طاقتیں کل کی کل یزید کو حاصل تھیں جسے قریش اور سب لوگ برملا پہچانتے تھے اور کسی کو اس سے انکار نہ تھا۔

(۱) مقدمہ ابن خلدون، ص: ۱۸۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عبارتِ بالا سے واضح ہوگیا کہ یزید کے فسق کے متعلق صحابہ میں دورائیں نہ تھیں بلکہ اس کے خلاف کھڑا ہونے میں دورائیں تھیں اور سیدنا امامِ عالی مقام کے شرعی مؤقف کی پوری وضاحت ہوتی ہے کہ ان کا خروج مذہبی نقطۂ نگاہ سے اقتدارِ یزید کے خلاف جہادِ عظیم تھا۔

نیز مقام بیضہ راہِ کربلا پر جو خطبہ امامِ عالی مقام نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے بیان فرمایا اسے بھی بغور جانا جائے۔

أَنَّ الْحُسَيْنَ خَطَبَ أَصْحَابَهُ وَأَصْحَابَ الْحُرِّ بِالْبَيْضَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَأٰى سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلًّا لِحُرُمِ اللهِ نَاكِثًا لِعَهْدِ اللهِ مُخَالِفًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ فِيْ عِبَادِ اللهِ بِالْإِثْمِ الْعُدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ مَا عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُدْخِلَهُ مُدْخَلَهُ أَلَا وَإِنَّ هٰؤُلَاءِ قَدْ لَزِمُوْا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكُوْا إِطَاعَةَ الرَّحْمٰنِ وَأَظْهَرُوا الْفَسَادَ عَطَّلُوا الْحُدُوْدَ وَاسْتَأْثَرُوْا بِالْفَيْءِ وَأَحَلُّوْا حَرَامَ اللهِ وَحَرَّمُوْا حَلَالَ اللهِ وَأَنَا أَحَقُّ مِنْ غَيْرِيْ۔

امامِ عالی مقام نے مقامِ بیضہ میں خطبہ دیا جس میں حُر اور آپ کے ساتھی بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا۔ پھر فرمایا اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی سلطان جائر کو دیکھے کہ اس نے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرالیا ہے اور عہدِ الٰہی کو توڑ رہا ہے اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کررہا اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کا معاملہ کرتا ہے۔ پس یہ سب کچھ دیکھتے جانتے بھی اپنے قول وعمل سے اس شر کو مٹا کر اپنا فرض ادا نہیں کرتا تو خدا کا تقاضائے عدل ہے کہ اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچادے۔ غور سے سنو کہ ان یزیدیوں نے شیطان کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور خدا کی بندگی کو چھوڑ رکھا ہے ان لوگوں نے ہر طرف فساد بپا کردیے ہیں اور شریعت کی حدود کو معطل کردیا اور سرکاری مال کو ذاتی مفاد پر خرچ کیا خدا کے حرام کو حلال کیا اور اس کے حلال کو حرام کردیا اور یزیدیوں کے شر مٹانے والوں میں سے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں۔

صحابہ پر یزید کا فسق وفجور مسلم
اور عدمِ شرکتِ امام پر مؤقفِ صحابہ، نیز کربلائی اقدام پر اتفاق

اب رہا یہ کہ جب سرکار سیدنا امامِ عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ نے اقدامِ جہاد کیا تو اس وقت کے دور کے دوسرے صحابہ ان کے ساتھ کربلائی اقدام میں کیوں شریک نہ ہوئے کیا وہ یزید کو خلیفہ جانتے تھے اور اس کے خلاف خروج کو جائز نہ جانتے تھے۔ اگر صحابہ پر یزید کا فسق مسلم تھا تو وہ ضرور سیدنا امام کے ساتھ ہوتے۔ یہ الزام بھی بالکل سراسر بے بنیاد اور غلط ہے۔ صحابہ پر یزید کا فسق مسلم ہو چکا تھا لیکن صرف فتنہ وخونریزی کے اندیشہ کے پیشِ نظر اس کے خلاف خروج نہیں کیا اور یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔

چنانچہ اس کے متعلق مشہور مورخ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔ جو یزیدی پارٹی کے نزدیک معتمد علیہ مورخ ہیں۔

وَمَا حَدَثَ فِيْ يَزِيْدَ مَا حَدَثَ مِنَ الْفِسْقِ اِخْتَلَفَ الصَّحَابَةُ حِيْنَئِذٍ فِيْ شَأْنِهٖ فَمِنْهُمْ مَنْ رَأَى الْخُرُوْجَ وَنَقْضَ الْبَيْعَةِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَمَا فَعَلَ الْحُسَيْنُ

اور جب یزید میں وہ بات پیدا ہوگئی جو پیدا ہوئی تھی یعنی فسق وفجور۔ تو صحابہ اس کے بارہ میں مختلف آرا ہوگئے بعضوں نے اس کی بیعت توڑ دینے اور اس کے خلاف کھڑے ہوجانے کو ضروری سمجھا اس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنِ زُبَيْرٍ وَمَنْ تَبِعَهُمَا فِي ذَالِكَ وَمِنْهُمْ مَنْ اَبَاهُ مِمَّا فِيْهِ مِنْ اَثَارَةِ الْفِتْنَةِ وَكَثْرَةِ الْقَتْلِ مَعَ الْعِجْزِ عَنِ الْوَفَاءِ بِهِ لِاَنَّ شَوْكَةَ يَزِيْدَ يَوْمَئِذٍ هِيَ عِصَابَةُ بَنِيْ اُمَيَّةَ وَجَمْهُوْرُ اَهْلَ الْحِلِّ وَالْعُقْدَةِ مِنْ قُرَيْشٍ وَتَشْبَعُ عَصَبِيَّةُ مُضَرٍ اَجْمَعُ وَهُوَ اَعْظَمُ مِنْ كُلِّ شَوْكَةٍ وَلَا يُطَاقُ مَقَاوَمَتِهِمْ ... عَنْ يَزِيْدٍ بِسَبَبِ ذَالِكَ وَاَقَامُوْا عَلَى الدُّعَاءِ بِهِدَايَةٍ وَالرَّاحَةِ مِنْهُ هٰذَا كَانَ شَاْنَ جَمْهُوْرُ الْمُسْلِمِيْنَ وَكُلٌّ مُجْتَهِدُوْنَ وَلَا يُنْكِرُ عَلٰى اَحَدٍ مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ فَمَا قَصَدَهُمْ اِلَّا فِي الْبِرِّ وَتَحَرِّيِ الْحَقِّ مَعْرُوْفَةٌ وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِاِقْتِدَائِهِمْ۔ (۱)

فسق کی وجہ سے جیسا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر اور ان کے پیروؤں نے کیا اور بعض نے فتنہ اور کثرتِ قتل کے خطرات اور اس کی روک تھام سے عجز محسوس کرنے کی وجہ سے اس سے انکار کیا۔ کیونکہ اس دور میں یزید کی شوکت وقوت بنی امیہ کی عصبیت تھی اور اکثر اہل حل وعقد قریش تھے اور اس کے ساتھ مضر کی ساری کی ساری عصبیت اور جماعتی قوت بھی لگی ہوئی تھی اور وہ سب قوتوں سے بڑے قوت تھی جس کی تاب ومقاومت کوئی نہیں لاسکتا تھا اس لیے کہ جو لوگ (یزید کے مخالف بھی تھے) وہ اس وجہ سے اس کے مقابلہ سے رک گئے اور اس کے لیے دعا (ہدایت) مانگنے اور اپنے کو اس سے راحت دینے میں رہنے لگ گئے عام طور سے (اس وقت) مسلمانوں کی اکثریت کا بھی یہی طریقہ رہا اور سب کے سب مجتہد تھے کوئی دنیوی غرض درمیان میں حائل نہ تھی۔ فریقین میں کوئی ایک دوسرے پر ملامت نہیں کرتا تھا۔ پس مقاصد ان کے نیک تھے اور حق کی جستجو ان کی نیک تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء ہمیں بھی نصیب کرے۔

اس کے آگے چل کر علامہ لکھتے ہیں:

وَاَمَّا غَيْرَ الْحُسَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِالْحِجَازِ وَمَعَ يَزِيْدٍ بِالشَّامِ وَالْعِرَاقِ وَمِنَ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ فَرَاَوْا اَنَّ الْخُرُوْجَ عَلٰى يَزِيْدٍ وَاِنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَجُوْزُ لِمَا يَنْشَاءُ عِنْدَ مِنَ الْجَرْحِ وَالدِّمَاءِ فَاقْصَرُوْا عَنْ ذَالِكَ وَلَمْ تُبَايِعُوْا الْحُسَيْنَ وَلَا اَنْكَرُوْا عَلَيْهِ وَلَا اَثَّمُوْهُ لِاَنَّهُ مُجْتَهِدٌ وَهُوَ اَسْوَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ۔

اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے صحابہ جو حجاز میں تھے اور یزید کے ساتھ شام اور عراق میں تھے اور جو لوگ ان کی رائے کے تابع تھے یزید کے خلاف خروج کرنا ناجائز سمجھتے تھے اگرچہ یزید (ان کے نزدیک) فاسق تھا۔ کہ اس خروج سے قتل وخون ریزی کافی ہوتی تو یہ حضرات اس خون ریزی سے رک گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ ہوئے۔ مگر حضرت پر کوئی انکار اور ملامت بھی نہ کیا اور نہ ہی انہیں گنہگار سمجھا کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ مجتہد تھے (اور یہ حضرات بھی) اور مجتہدوں کا یہی طریقہ ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد پر ملامت نہیں کرتا۔ اگرچہ رائے میں اسے خاطی بھی سمجھتا ہو۔

ایک اور مقام پر حافظ ابنِ کثیر وضاحت کرتے ہیں:

وَاَمَّا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَاِنَّ وَلِيْدَ تَشَاغَلَ عَنْهُ بِاِبْنِ الزُّبَيْرِ وَجَعَلَ كُلَّمَا بَعَثَ اِلَيْهِ يَقُوْلُ حَتّٰى تَنْظُرَ وَمَنْظُرُ

اور رہا معاملہ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا تو ولید جب ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں لگ کر حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ غافل ہوا اور جب بھی ان سے

(۱) مقدمہ ابن خلدون، ص: ۱۷۷

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ثُمَّ جَمَعَ اَهْلَ بَيْتِهٖ وَرَكِبَ لَيْلَةَ الْاَحَدِ اللَّيْلَتَيْنِ بَقِيَّتَا مِنْ رَجَبٍ مِنْ هٰذِهِ السَّنَةِ بَعْدَ خُرُوْجِ ابْنِ زُبَيْرٍ بِلَيْلَةٍ وَلَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْهُ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِهٖ سِوٰى مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَاِنَّهٗ قَالَ لَهٗ وَاللّٰهِ يَا اَخِيْ لَاَنْتَ اَعَزُّ اَهْلِ الْاَرْضِ عَلَيَّ وَاِنِّيْ نَاصِحٌ لَكَ لَا تَدْخُلَنَّ مِصْرًا مِنْ هٰذِهِ الْاَمْصَارِ وَلٰكِنْ اُسْكُنِ الْبَوَادِيَ وَالرِّمَالَ وَابْعَثْ اِلَى النَّاسِ فَاِذَا بَايَعُوْكَ وَاجْتَمَعُوْا عَلَيْكَ فَادْخُلِ الْمِصْرَ وَاِنْ اَبَيْتَ اِلَّا سَكَنَ الْمِصْرِ فَاذْهَبْ اِلٰى مَكَّةَ فَاِنْ رَاَيْتَ مَا تُحِبُّ والا ترفعت اِلَى الرِّمَالِ وَالْجِبَالِ فَقَالَ لَهٗ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ نَصَحْتَ وَاَشْفَقْتَ وَسَارَ الْحُسَيْنُ اِلٰى مَكَّةَ.

بیعت کے لیے کہتا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جواب دیتے رہے کہ تم بھی سوچ سمجھ لو۔ ہم بھی غور کر رہے ہیں اس کے بعد انہوں نے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور اس سنہ کے رجب کی دو راتیں رہ گئی تھیں کہ وہ روانہ ہو گئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی روانگی کے ایک رات بعد اور ان کے خاندان میں سے کوئی بھی ساتھ سے نہیں رہا سوائے محمد بن الحنفیہ کے تو محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا خدا کی قسم میرے بھائی میں تمہیں اپنی نظر میں ساری دنیا سے عزیز جانتا ہوں اور میں تمہاری خیر خواہی سے یہ کہتا ہوں کہ اول تو تم کسی بھی شہر میں ان شہروں میں سے مت جاؤ بلکہ دیہات و ریگستان میں قیام کرو اور لوگوں کو اطلاع دو اگر وہ تم سے بیعت کر لیں اور تم پر جمع ہو جائیں تب شہروں کا رخ کرو اور اگر بہر صورت تم اور شہروں میں رہنا چاہتے ہو تو مکہ چلے جاؤ اگر وہاں وہ بات پوری ہو جائے جو تم چاہتے ہو تو فبہا۔ ورنہ ریگستانوں اور پہاڑوں میں ہی قیام رکھو۔ اس پر سیدنا حسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تم نے نیک مشورہ دیا ہے اور شفقت کی اور مکہ کا راستہ لیا۔

اور علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

وَلَا يَذْهَبْ بِكَ الْغَلَطُ اَنْ تَقُوْلَ بِتَاْثِيْمِ هٰؤُلَاءِ بِمُخَالَفَةِ الْحُسَيْنِ وَقُعُوْدِهِمْ عَنْ نَصْرِهٖ فَاِنَّ كَثْرَةَ الصَّحَابَةِ كَانُوْا مَعَ يَزِيْدَ وَلَمْ يَرَوُا الْخُرُوْجَ عَلَيْهِ وَكَانَ الْحُسَيْنُ يَسْتَشْهِدُ بِهِمْ وَهُوَ يَقُوْلُ فِيْ كَرْبَلَا عَلٰى فَضْلِهٖ وَحَقِّهٖ وَيَقُوْلُ سَلُوْا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ وَاَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَسَهْلَ بْنَ سَعِيْدٍ وَزَيْدَ ابْنَ اَرْقَمَ وَاَمْثَالَهُمْ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلٰى قُعُوْدِهِمْ عَنْ نَصْرِهٖ وَلَمْ تَعَرَّضْ لِذٰلِكَ لِعِلْمِهٖ اِنَّهٗ عَنِ اجْتِهَادٍ مِنْهُمْ كَمَا كَانَ فَعَلَهٗ عَنِ اجْتِهَادٍ مِنْهُ۔(۱)

کہیں تم اس غلطی میں نہ پڑ جانا کہ تم ان لوگوں کو جو سیدنا حسین کی رائے کے مخالف تھے اور ان کی مدد کے لیے (عملاً) کھڑے نہیں ہوئے گنہگار کہنے لگو۔ اس لیے کہ گو صحابہ کی اکثریت ہے جو یزید کے ساتھ تھے اور اس پر خروج جائز نہیں سمجھتے تھے اور خود سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے حق اور اپنی فضیلت کے بارہ میں انہیں میدانِ کربلا میں قتال کرتے ہوئے بطور گواہ کے پیش فرما رہے تھے تو جب وہ انہیں گنہگار نہیں سمجھتے تھے بلکہ متقی وعادل جانتے تھے جیسا کہ گواہی میں پیش کرنے سے ثابت ہے تو انہیں گنہگار سمجھنا کب جائز ہے اور کہہ رہے تھے کہ میرے حق اور فضیلت اور اہلبیت کے بارہ میں پوچھو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور ابو سعید

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

خدری رضی اللہ عنہ سے اور انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے اور سہل ابن سعید رضی اللہ عنہ سے اور زید بن ارقم سے اور ان جیسے دوسرے حضرات سے۔ نیز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹھ رہنے پر اور ان کو اپنا مددگار نہ دیکھ کر ان پر ملامت کی اور نہ ان سے تعرض کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان حضرات کا یہ رویہ اجتہادی ہے۔(کسی دنیوی غرض سے نہیں ہے) جیسا کہ خود ان کا اپنا رویہ اپنے اجتہاد سے تھا۔

اہلِ کوفہ کے پیہم اصرار پر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ رختِ سفر میں جب مصروف ہوئے تو اکابرین صحابہ اہلِ کوفہ کی بے وفائی کے پیشِ نظر انہیں کوفہ سے باز رکھنے کی تجویز میں لگے رہے کیونکہ امامِ عالی مقام کا نقصان ملتِ اسلامیہ کا نقصانِ عظیم تھا۔ جس کی تلافی میں کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ حضرت عبداللہ ابنِ جعفر رضی اللہ عنہ نے جو خط امامِ عالی مقام کو سفرِ کوفہ سے باز رکھنے کے لیے لکھا اس میں اس چیز کا ذکر کیا گیا ہے۔

اِنْ هَلَكْتَ الْيَوْمَ طَفِىَ نُوْرُ الْاَرْضِ فَاِنَّكَ عِلْمُ الْمُهْتَدِيْنَ وَرِجَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اگر آپ شہید ہو گئے تو نورِ اسلام جاتا رہے گا کیونکہ آپ ہدایت یافتہ لوگوں کے امام ہیں اور اہلِ ایمان کی امیدوں کے مرکز۔

اور حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اَقِمْ فِيْ هٰذَا الْبَلَدِ فَاِنَّكَ سَيِّدُ اَهْلِ الْحِجَازِ۔

اس شہر میں قیام کیجیے کیونکہ آپ باشندگانِ حجاز کے امام ہیں۔

ثابت ہوا کہ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے روکنے میں جو حضرات پیش پیش تھے اس کی یہ وجہ نہیں کہ وہ یزید کے خلاف سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو ناجائز سمجھتے تھے بلکہ اسبابِ خروج مہیا نہ ہونے کی بنا پر امامِ عالی مقام کو روکنے میں کوشاں رہے کیونکہ اہلِ کوفہ کے وعدوں پر ان حضرات کو کوئی اعتماد نہ تھا۔ جیسا کہ سفرِ کوفہ میں راستہ پر فرزوق نے سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر اہلِ کوفہ کی حالت کا ان الفاظ سے تعارف کرایا۔

قُلُوْبُ النَّاسِ مَعَكَ وَسُيُوْفُهُمْ مَعَ بَنِيْ اُمَيَّةَ۔

لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

اس لیے اختلاف صرف اسباب مہیا نہ ہونے پر مبنی تھا نہ کہ اقدامِ امام پر۔

یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر ایک شخص کو بیس کوڑے

وَقَالَ نَوْفَلُ بْنُ اَبِيْ نَضْرَاتٍ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ فَذَكَرَ رَجُلٌ يَزِيْدَ فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ تَقُوْلُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَرَ بِهٖ

نوفل بن ابو نضرات نے فرمایا کہ میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا۔ پس ایک شخص نے یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کو یوں کہا امیر المؤمنین یزید بن معاویہ یہ سنتا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز

Digitized by Maktabah-Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فَضُرِبَ عِشْرِيْنَ سَوْطًا۔ (۱) غضب ناک ہوئے آپ نے فرمایا آیا تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے پھر آپ کے حکم پر اس کو بیس کوڑے مارے گئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خود بھی بنی امیہ میں سے ہیں مگر حق پرست بنی امیہ میں سے ہیں مطلقاً بنی امیہ میں سے نہیں اور حق گو کی علامت یہی ہے کہ خود حق پر ہو اور حق کو حق کہے اور باطل کو باطل۔ خود نیک ہو تو نیک کو نیک کہے اور بد کو بد کہے خواہ وہ اپنا ہی کیوں نہ ہو اور خواہ پرایا ہو حق گو اس کا قطعاً لحاظ نہیں کرتا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کو بیس کوڑے مروائے اور امیر المؤمنین جیسا اعلیٰ خطاب حق ایک یزید پلید کے متعلق گوارا نہ فرمایا۔ کاش اگر آج بھی وہی دور ہوتا تو ایسے لوگ جو پمفلٹ اور کتابچے اور مجموعات میں یزید عنید کو امیر کہہ رہے ہیں ان کی پیٹھوں پر کوڑے مارے جاتے تو زبانیں یزید کی مدح سے رک جاتیں اور مجموعات و کتابچے ضبط ہی نہ ہوتے بلکہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جاتا اور دین فروش لوگوں کو بھی سمجھ آ جاتی۔

فاسق بادشاہ یا امیر حاکم کے خلاف خروج

اب رہا سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے جہادِ عظمیٰ کے بارے میں یہ کلام کرنا کہ یزید ایک حاکم تھا اور حاکمِ وقت کے خلاف یا امیر پر خروج کرنے سے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے وہ یہ کہ امیر پر خروج کسی صورت نہ کیا جائے جب تک کہ وہ کافر نہ ہو جائے۔ اس لیے امام کا خروج یا اقدام معاذ اللہ ایک امیر کے خلاف خروج تھا ان جہلاء اور ہوا خواہانِ یزید کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ امیر کے کافر ہو جانے پر اس کے خلاف خروج کا جواز رہتا ہی نہیں ہے کیونکہ اس حالت میں امیر باقی ہی نہیں رہتا۔ جب کہ امیر کے لیے اسلام شرطِ اول ہے اگر وہ اسلام سے خارج ہو جائے تو اسے معزول کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی وہ خود بخود معزول ہو جاتا ہے۔ اس کے جواز یا عدم جواز کا سوال ہی نہیں رہتا اور ایسی صورت میں سیدنا امامِ عالی مقام کے اقدام پر بھلا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے:

وَلَا اَنْ نُّنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ۔ (۲) اور یہ کہ حکومت کے بارے میں جو برسرِ اقتدار شخص ہے جھگڑا نہ کریں جب تک کہ اس سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے بارے میں قطعی کوئی دلیل موجود ہو۔

اس ارشادِ نبوت میں کفرًا بواحًا سے مراد کفر بمعنے عصیان خداوندی (نافرمانی) ہے کہ حقیقی کفر جس سے انسان حدودِ اسلامی سے خارج کیا جاتا ہے۔

۱۔ مجمع البحار میں اس کی تصریح موجود ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهِ الْمَعَاصِيْ اَيْ لَا تُنَازِعُوا الْوُلَاةَ اِلَّا اَنْ تَرَوْا مِنْهُمْ مُنْكَرًا مُحَقَّقًا فَاَنْكِرُوْهُ۔ اور مراد اس سے معاصی ہیں یعنی نہ جھگڑو، حاکمان وقت سے مگر یہ کہ دیکھو ان سے برائی ظاہر پس نکیر کرو اس پر

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۶۱ بزاس ص ۵۵۱ (۲) بخاری ہکذا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور علامہ نووی قاضی عیاض علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِیْ عِیَاضٌ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ الْاِمَامَۃَ لَا تَنْعَقِدُ لِکَافِرٍ وعلٰی اَنَّہٗ لَوْ طَرَأَ عَلَیْہِ الْکُفْرُ اِنْعَزَلَ قَالَ وَکَذَا لَوْتَرَکَ اِقَامَۃَ الصَّلٰوۃِ وَالدُّعَاءَ اِلَیْہَا. قَالَ وَکَذَالِکَ عِنْدَ جُمْھُوْرِھِمُ الْبِدْعَۃُ.[1]

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ امامت کافر کی منعقد ہو ہی نہیں سکتی اور اگر امامت کے بعد اس پر کفر طاری ہوجائے تو وہ خود بخود معزول ہوجاتا ہے اور ایسے ہی جب کہ وہ اقامتِ صلٰوۃ چھوڑ دے اور اس کی طرف بلانا ہی ترک کردے اور ایسے ہی جمہور علماء کے یہاں بدعت کا یہی حکم ہے (کہ اسے رائج کرنے لگے)

اس کے کچھ آگے لکھتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِیْ فَلَوْ طَرَءَ عَلَیْہِ کُفْرٌ اَوْ تَغْیِیْرٌ لِلشَّرْعِ اَوْبِدْعَۃٌ خَرَجَ عَنْ حُکْمِ الْوَلَایَۃِ اَوْ بِدْعَۃٌ خَرَجَ عَنْ حُکْمِ الْوَلَایَۃِ وَبِدْعَۃٍ سَقَطَتْ طَاعَتُہٗ وَوَجَبَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ الْقِیَامُ عَلَیْہِ وَخَلْعُہٗ وَنَصْبُ اِمَامٍ عَادِلٍ اِنْ اَمْکَنَھُمْ ذٰلِکَ فَاِنْ لَّمْ یَقَعْ ذٰلِکَ اِلَّا لِطَائِفَۃٍ وَجَبَ عَلَیْھِمُ الْقِیَامُ بِخَلْعِ الْکَافِرِ وَلَا یَجِبُ فِی الْمُبْتَدِعِ اِلَّا اِذَا ظَنُّوْا الْقُدْرَۃَ عَلَیْہِ فَاِنْ تَحَقَّقُوْا الْعِجْزَ لَمْ یَجِبِ الْقِیَامُ وَالْیُھَاجِرِ الْمُسْلِمُ عَنْ اَرْضِہٖ اِلٰی غَیْرِھَا وَیَفِرُّ بِدِیْنِہٖ.[2]

امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اگر امام پر کفر یا شرع کو بدلنا یا بدعت طاری ہوجائے تو وہ امام (خود بخود) ولدیت وامامت سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑا ہونا اور اس کی امامت سے ہٹانا اور اس کی جگہ امام عال کا مقرر کرنا واجب ہوجائے گا۔ بشرطیکہ ان میں اس کی قدرت وطاقت ہو اور اگر ایسا نہ ہو (کہ سارے مسلمان اس کے خلاف کھڑے ہوں) بلکہ کوئی چھوٹی جماعت کھڑی ہوتو اس پر کافر کا ہٹانا تو واجب ہوگا اور مبترع کا ہٹانا اس وقت واجب ہوگا جب اس جماعت کو اپنی قدرت کا ظن غالب ہو میں اگر ان کو اپنا عجز وکمزوری متحقق ہوتو (اس کے خلاف) کھڑا ہونا واجب نہیں اور مسلمان اس کے ملک سے کسی دوسری زمیں میں ہجرت کرجائے اور اپنے دین وایمان کے ساتھ (وہاں سے) بھاگ جائے۔

اب اس کے مطابق شرعی اصول اور مسائل فقہیہ پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوگا کہ امیر پر خروج کے جواز کی صورت کفر سے پہلے ہی ہوسکتی ہے کہ وہ امیر باقی رہے مگر مستحق عزل ہوجائے نہ کہ کفر کے بعد کہ نہ امیر رہے نہ اس کے عزل کے استحقاق کا سوال درمیان میں آئے اور یہ صورت فسق کی نہیں کفر کی ہوسکتی ہے۔

پھر اس حدیث کی یہ مراد خود حدیث سے متعین ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اسی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ میں حبان بن النصر رضی اللہ عنہ کی روایت سے شرح کرتے ہوئے اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْراً بَوَاحًا کی وجہ اِلَّا اَنْ تَرَوْ مَعْصِیَۃً بَوَاحًا۔ نقل کیا ہے جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہاں کفرِ بواح سے شارع علیہ السلام کی مراد معصیۃ اور کھلا ہوا منکر ہے۔

(۱) اور (۲) مسلم مع نووی ج ۲ ص ۱۲۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

علامہ ابنِ حجر صاحب فتح الباری فرماتے ہیں۔

۴۔ وَقَعَ فِیْ رِوَایَةِ حِبَّانُ اَبِی النَّضْرِ اَلْمَذْکُوْرَةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَعْصِیَةَ اللهِ بَوَاحًا۔ [1]

اور اسی حدیث میں بروایت حبان بن النضر یہ جملہ آیا ہے۔ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَعْصِیَةَ اللهِ بَوَاحًا۔ یعنی اس وقت امام سے منازعۃ جائز ہے کہ وہ کھلی ہوئی معصیت میں گرفتار ہو جائے۔

اس سے صاف واضح ہوا کہ کفرِ بواح سے معصیتِ بواح مراد ہے نہ کہ کفرِ اصطلاحی حدیث کی اسی بینہ مراد کو سلف وخلف نے قبول کیا ہے اور علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

۵۔ وَالْمُرَادُ بِالْکُفْرِ هٰهُنَا الْمَعَاصِی وَمَعْنٰی عِنْدَکُمْ مِّنَ اللهِ فِیْهِ بُرْهَانَ اَیْ تَعْلَمُوْنَهٗ مِنْ دِیْنِ اللهِ تَعَالٰی۔

اور یہاں کفر سے مراد معاصی ہیں اور معنی عندکم من اللہ فیہ برھان کے یہ ہیں کہ تم امام کی معصیت کو قواعدِ شرعیہ سے جان لو کہ یہ دینی خلاف ورزی ہے۔

اور بھی کئی متعدد مقامات پر شرعی استعمالات میں معاصی پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے جیسے حدیث میں مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ عَمَدًا تَارِكِ الصلوٰۃ کو مرتکب کفر کہا گیا ہے۔ یا کاہن وساحر کے پاس آنے جانے والے کو پوری شریعت کا منکر اور اس کے ساتھ کفر کنند فرمایا گیا۔ اس طرح اس حدیث میں بھی معصیتِ بواح کو جس میں آدمی کافروں کی طرح برملا حقوق شرعیہ کو ضائع کرنے لگے کفرِ بواح فرما دیا گیا کہ وہ عمل بلاشبہ کفر کے قریب تر کر دینے والا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس حدیث کے بارے فرماتے ہیں۔

۶۔ آنچہ در مشکوٰۃ شریف ثابت است از حضرت ﷺ کہ خروج بر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس در آن وقت است کہ آن بادشاہ ظالم بلا منازع ومزاحم تسلط پیدا کردہ باشد وہنوز اہلِ مدینہ واہلِ مکہ واہلِ کوفہ بہ تسلط یزید پلید راضی نشدہ بودند ومثل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وعبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ وعبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بیعت نہ کردہ بالجملہ خروج حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط وآنچہ در حدیث ممنوع است آں خروج است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائز باشد والفرق بین الدفع و الرفع ظاہر مشہور فی المسائل۔

اور یہ جو مشکوٰۃ شریف میں ثابت ہے کہ حضرت ﷺ نے بادشاہِ وقت کے مقابلہ میں کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو اس وقت کے لیے ہے کہ وہ ظالم بلا کسی کے جھگڑے اور مزاحمت کے مکمل غلبہ پیدا کر لے حالانکہ یہاں ابھی تک اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ اور اہلِ کوفہ یزید پلید کے تسلط سے راضی نہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وعبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ وعبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات نے بیعت ہی نہ کی تھی۔ حاصل یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج یزید کے (ظالمانہ) تسلط کو دفع کرنے کے لیے تھا اس کے رفع کرنے کے لیے نہ تھا (کیونکہ تسلط مان کر خروج ہوتا تو رفع ہوتا اور ماننے سے پہلے جب کہ خروج ہوا تو دفع کی صورت ہوئی جو ممنوع ہیں اور وہ خروج جو حدیث شریف میں ممنوع ہے وہ ہے جو کے بادشاہ کا تسلط رفع کرنے کے لیے ہو۔ (نہ کہ دفع کرنے کے لیے) اور دفع اور رفع میں ایک روشن فرق ہے اور مسائل فقہیہ میں مشہور ہے۔

(۱) فتح الباری ج ۱۳ ص ۶

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِنَّمَا يُنْفَذُ مِنْ اَعْمَالِ الْفَاسِقِ مَا كَانَ مَشْرُوْعًا وَقِتَالُ بُغَاةٍ عِنْدَهُمْ مِنْ شَرْطِ اَنْ يَكُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ الْعَادِلِ وَهُوَ مَفْقُوْدٌ فِيْ مَسْئَلَتِنَا فَلَا يَجُوْزُ قِتَالُ الْحُسَيْنِ مَعَ يَزِيْدَ وَلَا لِيَزِيْدَ بَلْ هِيَ مِنْ فِعْلَاتِهِ الْمُؤَكَّدَةِ وَالْحُسَيْنُ فِيْهَا شَهِيْدٌ مُثَابٌ وَهُوَ عَلٰى حَقٍّ وَ اِجْتِهَادٍ وَ الصَّحَابَةُ الَّذِيْ كَانُوْا مَعَ يَزِيْدَ عَلٰى حَقٍّ وَاجْتِهَادٍ۔ (۱)

اور جان لو کہ (فاسق امیر) کے وہی اعمال واحکام عند اللہ نافذ ہو سکتے ہیں جو مشروع ہوں اور باغیوں سے قتال کرنے میں اہلِ شرع کے نزدیک شرط یہ ہے کہ امام عادل ہو تب اس کے ساتھ ہو کر باغیوں سے جنگ کی جا سکتی ہے کیونکہ یزید امیر عادل ہی نہ تھا اس لیے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کرنا یزید کے ساتھ ہو کر یا یزید کے لیے جائز نہ تھا۔ بلکہ یہ حرکتیں یزید کے فسق کے لیے زیادہ مؤید اور مؤکد ثابت ہوئیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس قتال میں شہید اور اجر یافتہ ہوئے جو حق اور اجتہاد پر تھے اور جو صحابہ یزید کے ساتھ تھے وہ بھی حق اور اجتہاد پر تھے۔

فَقَدْ تَبَيَّنَ غَلَطُ الْحُسَيْنِ اِلَّا اَنَّهٗ فِيْ اَمْرٍ دُنْيَوِيٍّ لَا يَضُرُّهٗ الْغَلَطُ فِيْهِ وَاَمَّا الْحُكْمُ شَرْعِيٌّ لَمْ يَغْلَطْ فِيْهِ لِاَنَّهٗ مَنُوْطٌ بِظَنِّهٖ وَكَانَ ظَنُّهُ الْقُدْرَةَ عَلٰى ذٰلِكَ۔

پس تم پر اتنا واضح ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بمقابلہ یزید اپنی مادی شوکت وقوت سمجھنے میں غلطی کی۔ لیکن یہ غلطی ایک دنیوی امر (یعنی جنگی تدبیر) میں تھی جو ان کے لیے کچھ بھی مضر نہ تھی کیونکہ اس کا دار ومدار ان کے گمان پر تھا اور گمان یہ تھا کہ انہیں یزید کے مقابلہ کی قدرت ہے تو ان کی نیت اور گمان کے لحاظ سے یہ خطاء اجتہادی تھی۔ کسی حکمِ شرعی کے خلاف معصیت نہیں تھی کہ اسے مضر کہا جائے۔

صاحبِ اتحاف لکھتے ہیں:

وَاَمَّا اِذَا خَالَفَ اَحْكَامَ الشَّرْعِ فَلَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ كَمَا فِي الْبُخَارِيِّ وَسُنَنِ الْاَرْبَعَةِ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْ مَا اَحَبَّ وَ كَرِهَ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔ (۲)

اور جب امیر احکام شریعت کی خلاف ورزی کرنے لگے تو پھر مخلوق کی اطاعت خالق کی معصیت میں نہیں ہے جیسا کہ بخاری اور سنن اربعہ میں ہے کہ امیر کی سمع وطاعت مردِ مسلم پر واجب ہے خوشی اور ناخوشی میں مگر جب تک کہ اسے معصیتِ خداوندی کا امر نہ کیا جائے۔ پس جب اسے کسی معصیتِ شرعی کا امر کیا جائے تو اب سمع وطاعت نہیں۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جب حکمِ شرع کی نافرمانی (معصیت) حاکم یا امیرِ وقت میں پائی جائے تو اس کے خلاف جہاد ضروری ہے۔ جب کہ اس کی طاقت ہو تو معلوم ہوا کہ سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام جہاد کو کیسے ناجائز سمجھا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس حدیث کو سب سے بہتر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ بخوبی جانتے تھے کہ یہ کفر بمعنے معصیت کے ہے اور ایسے شخص کے متعلق تو آپ نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ مشکوۃ کی حدیث سے واضح کیا جا چکا ہے۔

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۱ (۲) اتحاف السادۃ المتقین جلد دوم ص ۲۳۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اب رہا یہ کہ ایک اور حدیث میں آتا ہے:

فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ۔ (۱)

اگر کوئی شخص اس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے اور امت متفق ہو چکی ہو تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دو خواہ وہ کوئی ہو۔

اس حدیث میں بھی احکام اسلامی میں ممانعت وخروج اس وقت ہے جب کہ کسی کا اقتدار مکمل طور پر ملک میں جم چکا ہو اور قوم اس کے اقتدار کو بغیر کسی مزاحم کے طوعاً یا کرہاً تسلیم کر چکی ہو جیسا کہ الفاظ حدیث وھی جمیع سے ظاہر ہے۔ لیکن اقتدار یزید ابھی نامکمل تھا اس لیے کہ اہل مدینہ واہل کوفہ تا حال اقتدار یزید سے راضی نہ ہوئے تھے۔ مثلاً جیسا کہ خواص امت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے ظاہر ہے کہ کسی چیز کی صحت وعدم صحت کا مدار صرف خواص امت پر ہوا کرتا ہے نہ کہ عوام الناس پر۔

لہٰذا عوام الناس کا اقتدار یزید کو قبول کرنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ جب کہ خواص امت اس کے خلاف ہوں۔ تو ایسی صورت میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو ناجائز قرار دینا کس طرح صحیح قرار دیا جاسکتا ہے؟

بالفرض اگر اقتدار یزید استخلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا بیعت جمہوریت کی بنا پر تسلیم کر لیا جائے کہ اقتدار یزید مکمل ہو چکا تھا تو پھر بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج میں کلام نہیں کیا جاسکتا تو اس صورت میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سرکار نواسۂ سید الابرار امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو کافر سمجھ کر اس پر خروج کیا تھا۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ میں امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں اور مفسرین کی جماعت میں علامہ آلوسی بھی کفر کے قائل ہونے اور محققین ومحدثین مثل علامہ سعد الدین تفتازانی اور علامہ ثناء اللہ پانی پتی اور دیگر مجتہدین رحم اللہ تعالیٰ علیہم کفر یزید کی طرف گئے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد تو یزید کی حالت میں ایسی نمایاں تبدیل ہوگئی کہ وہ غیر شرعی امور کا اعلانیہ ارتکاب کرنے لگا اور کفریہ الفاظ کا زبان سے اظہار کرنے لگا۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت آخر تک تین قبیلوں سے کیوں بیزار تھے؟

قبیلہ بنی حنیفہ مسیلمہ کذاب، قبیلہ ثقیف حجاج، قبیلہ بنی امیہ یزید اور ابن زیاد۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَكْرَهُ ثَلَاثَةَ اَحْيَاءٍ (۲)

ترجمہ: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں وصال فرمایا کہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ ایک قبیلہ ثقیف ہے۔ جس قبیلہ میں مشہور ظالم حجاج بن یوسف گزرا ہے۔ دوسرا قبیلہ بنی حنیفہ ہے جس قبیلہ کا مسیلمہ کذاب فرد تھا اور تیسرا قبیلہ بنی امیہ ہے جس قبیلہ سے یزید اور ابن زیاد کا تعلق ہے جو امام شہید سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا بانی فاعل تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تین قبیلوں کو جو ناپسند فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں قبیلوں میں ایسے افراد گزرے ہیں جن کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے ان سے ناخوش تھے۔ یہ سیاہ افراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے لیکن قبیلے موجود تھے اور آپ کو ان کے کرتوتوں کا علم باعلام الٰہی تھا اس لیے آپ کے قلب مبارک پر یہ قبائل گراں تھے۔

---

(۱) بخاری (۲) الی آخر اشعۃ اللمعات

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شیخ محقق علی الاطلاق آگے چل کر یزید کا حال بیان کرتے ہیں:

وعجب است از ایں قائل کہ یزید را نہ گفت کہ امیر عبیداللہ ابن زیاد بود وہر چہ کرد بامر دے ورضائے وے کرد باقی بنی امیہ ہم در کارہائے خود تقصیر کردہ اند یزید وعبیداللہ راچہ گویند ودر حدیث آمدہ است کہ آنحضرت در خواب دید کہ بوزنہ ہا بر منبر شریف وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازی می کنند وتعبیر آں بہ بنی امیہ کردہ دیگر چیز ہا بسیار است چہ گوید۔ (۱)

اور اس قائل کے حال پر تعجب ہے کہ یزید کا نام نہ لیا حالانکہ ابنِ زیاد کا امیر یزید ہی تھا۔ باقی بنی امیہ نے بھی اپنے اپنے سیاہ کارناموں میں کوئی کمی نہیں کی ہے صرف یزید وابنِ زیاد کو کیا کہا جائے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے منبر شریف پر بندر کھیل رہے ہیں آپ نے اس خواب کی تعبیر بنی امیہ کو ہی قرار دیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں بنی امیہ کے متعلق حدیثوں میں ہیں اس کے متعلق کیا کہا جائے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں۔ کہ ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اولادِ حکم کو دیکھا کہ میرے منبر پر کود رہے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس خواب کے بعد حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی میں نے ہنستا ہوا نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

ثابت ہوا کہ حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے کہ ان قبائل میں ایسے ظالم اشخاص پیدا ہوں گے چنانچہ اس کے متعلق محدثین کرام نے واضح کر دیا ہے کہ قبیلہ بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب ہوا اور قبیلہ ثقیف میں حجاج بن یوسف اور قبیلہ بنی امیہ سے یزید بن معاویہ ہوا۔ اور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ظلم باعلامِ الٰہی معلوم تھے۔ جس کی بناء پر آپ رنج وغم سے اس دنیا سے وصال فرما گئے۔

آپ اندازہ کریں کہ ایسے ظالم لوگوں کا کیا حال ہو گا جن پر خدا کے محبوب علیہ السلام نے ان کے ظلم وستم پر رنج رکھا اور وصال فرما گئے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

آیۂ قرآنی اور احادیثِ نبویہ ﷺ سے یزید کے ظلم وستم پر گہری روشنی پڑتی ہے۔

اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنے پر لعنتِ خداوندی

امام مسلم نے اس حدیث کو بیان کیا کہ حضور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (۲)

جس نے اہلِ مدینہ کو ظلماً ڈرایا دھمکایا اس پر اللہ تعالیٰ خوف ڈالے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

اس حدیث سے اول بات یہ معلوم ہوئی کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق جس نے بھی مدینہ والوں کو ظلماً ستایا یا ڈرایا یا دھمکایا اللہ تعالیٰ اس پر خوف ڈالے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے۔

ثابت ہوا کہ ایسا کرنے والے غضب خداوندی ولعنت خداوندی کے مستحق ہیں۔ اس کے آگے ہے۔

---

(۱) اشعۃ اللمعات ج ۴ باب ذکر المناقب قریش (۲) مسلم شریف، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَلَا یُقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ اور اللہ کے ہاں اس کا کوئی عمل جانی و مالی فرضی و نفلی قبول نہ ہوگا۔

مقامِ زیت (حرہ) مدینہ منورہ خون سے رنگین ہوگا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

کَیْفَ اَنْتَ اِذَا رَاَیْتَ اَحْجَارَ الزَّیْتِ قَدْ غَرِقَتْ بِالدَّمِ (۱) جب تو دیکھے گا کہ زیت کے پتھر خون میں ڈوب جائیں۔ اس وقت اے ابوذر تیرا کیا حال ہوگا۔

اس حدیث کے تحت شرح مشکوۃ اشعۃ اللمعات میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ احجارِ زیت مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے جسے حرہ کہتے ہیں اور اس میں واقعۂ حرہ کی طرف اشارہ ہے جس کا وقوع یزید کے دورِ حکومت میں ہوا۔ اس کے حکم پر مدینہ طیبہ خون سے رنگین ہوا تھا اور جو کچھ ہونا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبل از وقت اس کی بشارت فرمادی۔ (۲)

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں واضح فرمایا گیا کہ جو اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے مقامِ زیت کے خون سے رنگین ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اہلِ علم واقعۂ حرہ کے متعلق خوب جانتے ہیں کہ یہ اس وقت پیش آیا جب یزید کی بدکرداریوں کی بنا پر اس کی بیعت کو فسخ کیا گیا تو یزید کے حکم پر اس کے بدبخت لشکریوں نے اہلِ مدینہ کے مقدس ترین خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس حکومت کا مصداق یزید پلید اور اس کے لشکری نہیں تو اور کون ہے؟ اگر اہلِ مدینہ کو ظلماً قتل کر کے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کے بعد بھی یہ لعنت کا مستحق نہیں تو اور کون ہے، اور یہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ملعون ہوا اور اس کے اعوان و انصار ملعون ہوئے۔

یزید کا سہ سالہ دورِ حکومت

اب رہا یزید کا مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں لشکرِ جرار بھیج کر اہلِ مدینہ کو ڈرانا اور دھمکانا اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانا تو یہ تاریخ کا وہ مسلم الثبوت اور دردناک و کربناک واقعہ ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس بارہ ہزار اور بروایتِ دیگر بائیس ہزار کے لشکرِ جرار یزیدیوں نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان بپا کیا کہ العظمۃ للہ۔ قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم ساکنین کے گھر لوٹ لیے۔ سات سو جلیل القدر قاریانِ قرآن کو شہید کیا گیا اور ایک ہزار صحابہ کرام کو شہید کیا گیا اور ایک ہزار کے قریب باکرہ عورتوں کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا۔ لڑکوں کو قید کیا اور ان کے ساتھ وہ بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستونوں کے ساتھ گھوڑے باندھے اور گوبر و پیشاب کی غلاظت پھیلائی۔ تین دن تک لوگ مسجدِ نبوی شریف میں نماز سے مشرف نہ ہوسکے اور اذان و جماعت نہ ہوسکی۔ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ ہتک و بے حرمتی کی جو بیان سے باہر ہے۔ (۳)

"ایک گروہ نے میرے نانا ابنِ جوزی سے یزید کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ بھلا تم ایسے شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو جس نے اپنے سہ سالہ دورِ حکومت میں سے پہلے سال میں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور دوسرے سال مدینہ منورہ والوں کو خوف زدہ کیا اور مدینہ طیبہ کی ہتک کی اور تیسرے سال خانہ کعبہ کو منجنیقوں سے اڑا دیا۔ انہوں نے کہا ہم اس پر لعنت کریں؟ تو فرمایا: ہاں اس پر لعنت کرو"۔ (۴)

(۱) تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶، ابوداؤد کتاب الفتن، صواعق محرقہ ص ۱۳۳ (۲) اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸۸ (۳) سوانح کربلا

(۴) قسطلانی شرح بخاری ج ۵ ص ۸۴، ۸۵، ج ۱۰، ص ۱۳۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

واقعۂ حرہ

اور بلاشبہ یزید نے شدید ترین اور بہت بڑی غلطی کی کہ جو مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ مدینہ منورہ کو تین دن تک مباح الدم قرار دے (یعنی خون بہائے) یہ وہ غلطی تھی جس کے ساتھ مزید یہ اضافہ ہوا کہ ایک بڑی تعداد صحابہ اور ابنائے صحابہ کی قتل ہوگئی اور یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو عبداللہ ابن زیاد کے ہاتھوں سے قتل کرایا ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں بڑے عظیم فساد رونما ہوئے جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کیفیت بیان کی جاسکتی ہے انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ بھیج کر تو یہ چاہا تھا کہ اس کا ملک مضبوط ہو جائے اور اس کی حکومت دیرپا ہو جائے جس میں کوئی شریک نہ ہو۔ لیکن خدا نے اس کے ان منصوبوں کے خلاف سزا دی اور جو چاہتا تھا وہ نہ ہونے دیا اس کو خدا نے اسی طرح پچھاڑا جس طرح اس نے جابروں کو پچھاڑا ہے اور قضا کے پنجوں سے اسے پکڑا اور ظالم بستیوں کے لیے تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی سخت ہوتی ہے اس کی گرفت بے انتہا الم انگیز اور شدید ہوتی ہے۔ (۱)

یزیدی لشکر کی مدینہ منورہ میں تباہی، مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین صحابہ کرام تابعین، حفاظِ قرآن، عوام الناس کا قتل لوٹ مار کا بازار گرم

حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سب سے شنیع اور قبیح واقعہ جو یزید پلید بن حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں رونما ہوا وہ واقعۂ حرہ ہے۔ اس کو واقعۂ حرہ اور حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ طیبہ رونق و آبادی میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ صحابہ اور انصار و مہاجرین وعلمائے کبار تابعین سے مالا مال تھا۔ یزید نے حکم دیا کہ اگر وہ لوگ میری اطاعت کرلیں تو فبہا ورنہ جنگ کرو فتح کے بعد تین دن تک مدینہ تمہارے لیے مباح ہے۔ مسلم بن عقبہ آیا اور مقامِ حرہ پر پڑاؤ ڈالا اہلِ مدینہ تابِ مقابلہ نہ لاکر خندق کھود کر محصور ہوگئے۔ یزیدی مدینہ میں گھس آئے پہلے پہل حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پناہ گزینوں نے بڑے شدومد کے ساتھ مدافعت کی مگر کب تک۔ عبداللہ بن مطیع رئیسِ قریش مع اپنے سات فرزندوں کے شہید ہوگئے آخر میں یہ شامی درندے حرم پاک میں گھس گئے۔ نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام کیا۔ ایک ہزار سات سو مہاجرین وانصار صحابہ کرام اور کبار علمائے تابعین کو، سات سو حفاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام الناس کو ذبح کیا۔ بوڑھوں، بچوں عورتوں اور مردوں کو پامال کیا، مال ومتاع جو کچھ ملا سب لوٹا۔ ہزاروں دوشیزگانِ حرمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت دری کی مسجدِ نبوی شریف میں گھوڑے دوڑائے۔ روضۂ جنت میں گھوڑے باندھے۔ گھوڑوں کی لید و پیشاب سے اسے ناپاک کیا۔ تین دن تک کسی اہلِ مدینہ کو جرأت نہ ہوسکی کہ مسجدِ نبوی شریف میں جاکر نماز و اذان ادا کرے نہ یزیدی درندوں کو اس کی توفیق ہوسکی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک نوچ لی گئی۔ **تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا**۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے زمین پھٹ جائے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ جان اس کی بچی جس نے ان الفاظ کے ساتھ یزید کی بیعت کی۔ **ثُمَّ دَعَا اِلٰی بَيْعَةِ يَزِيْدَ وَهُمْ عَبْدٌ لَّهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَعْصِيَتِهٖ فَاَجَابَهُ اِلَّا وَاحِدٌ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقُتِلَ** مدینہ والوں کو یزید کی اس بیعت کی دعوت دی گئی کہ یہ لوگ یزید کے غلام ہیں۔ اللہ عزوجل کی اطاعت و

(۱) البدایہ والنہایہ، ۸: ۲۲۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

معصیت میں ہے۔ ان درندوں کے ظلم وستم سے مرعوب ہو کر سب نے بیعت کر لی۔ ایک قریشی نے نہ کی تو اسے قتل کر دیا گیا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو جو کبار تابعین اور قراء سبعہ میں سے ہیں پکڑا ان سے یزید کی بیعت لینی چاہی۔ انہوں نے فرمایا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ ابن عقبہ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ان کے مجنون ہونے کی گواہی دی، تب کہیں جا کر ان کی جان بچی۔ پھر یزید کے حکم کے بموجب یزیدی لشکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا اس ارض پاک کا جس کے جنگلی جانور کو اٹھا کر اس کی جگہ سایہ میں نہیں بیٹھ سکتے محاصرہ کر لیا آتش بازی کر کے کعبۃ اللہ کی چھت کو جلایا۔ فدیۂ اسمٰعیل علیہ السلام کے سینگ جل گئے اسی اثناء میں ان سارے مظالم کے بانی مبانی یزید کو اپنے کیفرِ کردار تک پہنچنے کا وعدہ آ گیا اور وہ اپنے ٹھکانے لگا۔

یزیدی ظلم سے مسجد نبوی شریف تین یوم بے اذان و بے نماز رہی

سعید بن عبدالعزیز روایت کرتے ہیں:

جب واقعہ حرہ ہوا تو تین دن مسجد نبوی شریف میں آذان نہ ہوئی اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نہ نکلے اور وقتِ نماز کا پتہ نہ چل سکتا تھا تو قبرِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ آواز سنتے تھے (یعنی وقتِ نماز کی اذان)‘‘[۱]

یزیدیوں نے کعبۃ اللہ کو آگ لگا دی

یزیدی لشکر مدینہ طیبہ کی تاراجی کے بعد مکہ معظمہ آیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور ان سے قتال کیا اور ان پر منجنیق کے ذریعہ آتش بازی کی۔ یہ واقعہ صفر کے مہینہ ۶۴ ہجری کو رونما ہوا۔ جس آگ کے شعلوں سے کعبہ کے پردے اور اس کی چھت جل گئی اس مینڈھے کے دو سینگ بھی جل گئے جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت سے بھیجا تھا یہ سینگ دونوں کعبۃ اللہ کی چھت میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یزید کو اسی سال ربیع الاول کا مہینہ گزرتے ہی ہلاک فرما دیا۔ [۲]

یزید کے ظلم وستم اور افعالِ قبیحہ
اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کی زبانی

یزید بن معاویہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام اپنے باپ کے نام پر رکھا تھا۔ جس کا نام معاویہ تھا۔ یعنی معاویہ ابنِ یزید۔ جب یزید لعین مر گیا تو اس کے بیٹے کو تختِ سلطنت پر بٹھایا گیا تو اس نے لوگوں کے سامنے اپنے باپ یزید کے متعلق ایک طویل خطبہ دیا جس کا حاصل یہ ہے:

ثُمَّ قُلِّدَ اَبِي الْاَمْرَ وَكَانَ غَيْرَ اَهْلٍ لَهُ وَنَازَعَ ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَصَفَ عُمُرُهُ وَانْبَتَرَ عَقِبُهُ وَصَارَ فِيْ قَبْرِهِ رَهِيْنًا بِذُنُوْبِهِ ثُمَّ بَكٰى وَقَالَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْاُمُوْرِ عَلَيْنَا عِلْمَنَا بِسُوْءِ مَصْرَعِهِ وَبِئْسَ مُنْقَلَبِهِ وَقَدْ قَتَلَ عِتْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَاحَ الْخَمْرَ وَضَرَبَ الْكَعْبَةَ. [۳]

پھر میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سے جھگڑا کیا آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی پھر وہ اپنے گناہوں کے ساتھ اپنی قبر میں دفن ہو گیا یہ کہہ کر رونے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں گزری ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو قتل کیا شراب کو حاصل کیا اور بیت اللہ کو ویران کیا۔

(۱) مشکوٰۃ باب الکرامات وشرح بخاری عینی (۲) تاریخ الخلفاء: ۹۰۲ (۳) الصواعق المحرقۃ، ص: ۲۲۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یزید کی رضامندی اور واقعۂ کربلا

جہاں تک یزید کے ذاتی فسق وفجور کا تعلق ہے اس ذاتی فسق سے محض ذات تباہ ہوجاتی ہے۔ لیکن اجتماعی فسق سے امت اور اجتماعیت تباہ ہوکررہ جاتی ہے اس لیے علمائے اکابرین نے زیادہ تر یزید کے اسی فسق کا ذکر کیا اور اس پر احکام مرتب کیے۔ پھر اس میں بھی قبیح ترین فسق یہ تھا کہ اس نے نواسۂ رسول اور خاندانِ نبوت ﷺ پر ظلم وستم کئے اور پھر ان کو قتل کیا۔ اب اس اقدامِ ظلم اور اس کے حمایتیوں نے مشہور کررکھا ہے کہ اس قتل میں یزید شریک نہیں۔ بھلا جو شخص عنانِ سلطنت پر بیٹھا ہے کیا اس کی مرضی کے بغیر ایسا عظیم واقعہ ہوسکتا تھا ہرگز نہیں۔ واقعۂ کربلا میں جو کچھ دن دھاڑے یومِ عاشور ۶۰ ھ کو ہوا وہ سب یزید کی رضامندی سے ہوا اور اس کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عائد ہوتی ہے اگرچہ اس واقعہ کے وقت ظاہر میں کربلا سے دور تھا مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا کیونکہ کوئی کام بھی اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہورہا تھا۔ سرکار نواسۂ سید الابرار امامِ حسین وعلیٰ جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی عظیم شخصیت پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر یا کسی صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہوسکتا۔

اب یہاں پر ایک مشہور کتاب شرح عقائد علامہ سعد الدین تفتازانیؒ علیہ الرحمہ کی عبارت وہ ہے جو سب پر ایک شافی کی حقیقت کا مقام رکھتی ہے۔

وَالْحَقُّ اَنَّ رَضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهٖ بِذٰلِكَ وَاَهَانَةِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهَا اٰحَادً فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِيْ شَأْنِهٖ بَلْ فِيْ اِيْمَانِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ۔

اور حق بات تو یہ ہے کہ یزید کی رضا قتلِ حسین رضی اللہ عنہ پر اور اس کا اس پر خوش ہونا اہلِ بیتِ نبوت ﷺ کی توہین کرنا متواتر المعنی اگرچہ اس کی تفصیل احاد ہے۔ بس ہم اس کے معاملہ میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں (وہ یقینا کافر ہے) اس پر اس کے اعوان وانصار پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو (مدد خواہ مشورہ سے کریں یا اسلحہ سے کریں۔)

اہم نقطہ:

شرح عقائد کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں صیغہ متکلم مع الغیر اپنی ذات کی نہیں بلکہ تمام اہلِ سنت کی ترجمانی کررہا ہے اور علم عقائد کی کتابوں میں سے صرف اسی شرح عقائد کو نصابِ تعلیم میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہے اور آج تک کسی عالمِ دین نے اس کتاب کو نصابِ تعلیم سے خارج کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

وَتَقَدَّمَ اَنَّهٗ قَتَلَ الْحُسَيْنَ وَاَصْحَابَهٗ عَلٰى يَدَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ۔

اور یہ گزر چکا ہے کہ یزید نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یزید کی رضا سے عبید اللہ ابنِ زیاد کے ہاتھوں سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا۔

یہ عبارتِ مذکورہ امام قسطلانی شارح بخاری نے علامہ سعد الدین تفتازانی سے نقل کی ہے قسطلانی کا بلانکیر تفتازانی سے یہ عقیدہ اور واقعہ نقل کرنا اس واقعہ اور عقیدہ سے خود ان کی موافقت کی کھلی دلیل ہے کیونکہ نہ انہوں نے اس قول کی تردید کی ہے اور نہ انکار۔ پھر اس کے کفر وجوازِ لعن کو واضح کیا ہے اور اس واقعہ کو یزید کی رضا بقتل الحسین کو معناً متواتر فرمارہے ہیں اور یہ اجماعی بات ہوئی اور ایک متواتر عقیدہ واجب ہوا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بعد از شہادتِ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے جب شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبید اللہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجا تو اس وقت یزید نے امامِ عالی مقام کے لب و دندانِ مبارک پر چھڑی ماری اور بے ادبی کی۔

ابنِ ابی الدنیا نے ابو الولید سے انہوں نے خالد بن یزید بن اسد سے انہوں نے عمار وہبی اور انہوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ:

لَمَّا وُضِعَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ بَيْنَ يَدَيْ يَزِيْدَ وَعِنْدَهُ أَبُوْ بَرْزَةَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِالْقَضِيْبِ وَقَالَ لَهُ ارْفَعْ قَضِيْبَكَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْثِمُهُ۔ (۱)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس کے پاس ابو برزہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے، یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے منہ مبارک پر چھڑی سے چوکے مارنے شروع کیے تو صحابی نے دیکھ کر کہا یزید اپنی چھڑی کو ہٹالے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ بوسہ دیتے دیکھا ہے۔

کیا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد چہرہ مبارک کو چھڑی سے چوکا لگانا قتلِ امام رضی اللہ عنہ سے ناخوشی کی دلیل ہوگی اور آیا یہ گستاخانہ نازیبا اور تحقیر آمیز رویہ وہ شخص اختیار کرسکتا ہے جو اس قتل سے ناخوش ہو یا وہ کرے گا جو دل میں انتہائی خوشی کے جذبات لیے ہوئے ہو؟

بلاشبہ یزید عنید کا سرکار امامِ حسین وعلی جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک سے تحقیر آمیز رویہ جو ایک دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کسی طرح سے بھی اس قتل سے یزید کی ناخوشی کا ثبوت نہیں بن سکتا بلکہ اس کی خوشی ورضا کی کھلی علامت ہے۔

علامہ ابنِ جوزی فرماتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِي فِيْمَا حَكَاهُ سِبْطُهُ عَنْهُ لَيْسَ الْعَجَبُ مِنْ قِتَالِ ابْنِ زِيَادٍ لِلْحُسَيْنِ وَإِنَّمَا الْعَجَبُ مِنْ خُذْلَانِ يَزِيْدَ وَضَرْبِهِ بِالْقَضِيْبِ ثَنَايَا الْحُسَيْنِ وَحَمْلِهِ آلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَايَا عَلٰى أَقْتَابِ الْجِمَالِ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ مِنْ قَبِيْحِ مَا اشْتَهَرَ عَنْهُ وَرَدِّهِ الرَّأْسَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَقَدْ تَغَيَّرَتْ رِيْحُهُ ثُمَّ قَالَ وَمَا كَانَ مَقْصُوْدُهُ إِلَّا الْفَضِيْحَةَ وَإِظْهَارَ الرَّأْسِ فَيَجُوْزُ أَنْ يُفْعَلَ هٰذَا بِالْخَوَارِجِ وَالْبُغَاةِ يُكَفَّنُوْنَ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِمْ وَيُدْفَنُوْنَ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْ قَلْبِهِ أَحْقَادٌ جَاهِلِيَّةٌ وَأَضْغَانٌ بَدْرِيَّةٌ لَاحْتَرَمَ الرَّأْسَ لَمَّا وَصَلَ إِلَيْهِ وَكَفَّنَهُ وَدَفَنَهُ وَأَحْسَنَ إِلٰى آلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (۲)

ابن جوزی نے کہا جیسا کہ ان کے پوتے نے اُن کے سے بیان کیا کہ ابن زیاد کا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا اس قدر تعجب خیز نہیں تعجب خیز تو یزید کا خاندان ہے اور اس کا امامِ عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر لکڑی مارنا اور آلِ رسول رضی اللہ عنہم کو قیدی بنا کر اونٹوں کے پالانوں پر بٹھانا ہے اور ابن جوزی اس قسم کی بہت سی قبیح باتوں کا ذکر کیا ہے جو اس یزید کے بارے میں مشہور ہیں پھر یزید نے امام رضی اللہ عنہ کا سر اس وقت مدینہ منورہ میں واپس لوٹایا جبکہ اس کی بُو متغیر ہو چکی تھی تو اس سے اس کا مقصد سوائے فضیحت اور سرِ انور کی توہین کے اور کیا تھا حالانکہ خارجیوں اور باغیوں کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ بھی جائز ہے اور اگر اس کے دل میں جاہلیت کا بغض وکینہ اور جنگ بدر کا انتقامی جذبہ نہ ہوتا تو جب اس کے پاس امام کا سرِ انور پہنچا تھا وہ اس کا احترام کرتا اور اس کو کفن دے کر دفن کرتا اور آلِ رسول ﷺ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتا۔

(۱) قسطلانی، ج:۵، ص:۱۲۴، ۱۲۵ (۲) الصواعق المحرقہ، ص:۲۱۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ثابت ہوا کہ یزید عنید نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے بغض وکینہ کا اظہار کیا اگر وہ ناخوش ہوتا تو کبھی ایسی بے ادبی نہ کرتا بلکہ احترام کرتا نمازِ جنازہ پڑھتا اور سر مبارک دفن کرتا۔ لیکن ایسا نہ کیا بلکہ خوشی کے ساتھ شعر بولے کہ آج میں نے بدر کے اپنے بزرگوں کا بدلہ لے لیا کاش وہ آج دیکھتے ہوتے۔

اسی لیے علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ اور قسطلانی اور علامہ ابنِ جوزی نے یزید کی خوشی بقتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ اس پر کفر اور اس کو بے ایمان اور اجتماعی طور پر لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے اور یہ بات بھی واضح ہوگئی جو یزیدی ہواخواہاں کہتے ہیں کہ سر مبارک امام رضی اللہ عنہ یزید کے پاس آیا ہی نہیں تھا کہاں تک یہ داغ مٹایا جاسکتا ہے اور یزید کی پوزیشن صاف ہوسکے گی؟

ابنِ زیاد اور حادثۂ کربلا

رہا یہ کہ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بعد از شہادت عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس نہیں پہنچا تو یزید کے پاس کیسے پہنچ سکتا تھا۔ یزیدی ہواخواہوں نے اب اس داغ کو مٹانے کے لیے عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس بھی سر مبارک پہنچنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ صحیح بخاری سے اس کا بین ثبوت واضح ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں تاریخی قیاسات کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ محمد بن حسین بن ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا ہم سے بیان کیا اس کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ:

عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيءَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِقَضِيبٍ فِي أَنْفِهِ وَيَقُولُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا لِمَ يُذْكَرُ قُلْتُ أَمَا أَنَّهُ كَانَ مِنْ أَشْبَهِهِمْ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابنِ زیاد کے پاس موجود تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ انور لایا گیا تو وہ ایک چھڑی سے آپ کے ناک مبارک پر مارنے لگا اور کہا کہ میں نے ان جیسا حسین نہیں دیکھا تو پھر ان (امامِ حسین رضی اللہ عنہ) کا ذکر کیوں ہوتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ ان لوگوں میں سے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

علامہ بدر الدین عینی نے مسند بزار سے اس پر اتنے جملہ کا اضافہ کیا ہے۔

قَالَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْثُمُ حَيْثُ يَقَعُ قَضِيبُكَ. (۱)

(اور بزار نے ایک دوسرے طریقہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ جملہ اور زائد روایت کیا کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس جگہ کو چومتے تھے جس جگہ پر تیری چھڑی لگی ہے۔

حافظ ابنِ حجر نے بخاری کی اس روایت کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَلِلطَّبَرَانِيِّ مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَجَعَلَ قَضِيبًا فِي يَدِهِ فِي عَيْنِهِ وَأَنْفِهِ فَقُلْتُ ارْفَعْ قَضِيبَكَ فَقَدْ رَأَيْتُ فَمَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْضِعِهِ وَلَهُ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ أَنَسٍ نَحْوُهُ. (۲)

اور طبرانی کی روایت سے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ابنِ زیاد نے اپنے ہاتھ کی چھڑی سے یہ شروع کیا کہ چھڑی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھ مبارک وناک مبارک میں دینے لگا تو میں نے کہا کہ اپنی چھڑی اٹھا تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک کو اس موقع پر رکھے ہوئے دیکھا ہے۔

(۱) عینی شرح بخاری، ج:۷، ص:۶۵۷ (۲) فتح الباری، ج:۷، ص:۷۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور طبرانی ہی کی ایک اور روایت اور طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ثُمَّ انْفَتَحَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ زِيَادٍ أَبْكَى اللَّهُ عَيْنَكَ فَوَاللَّهِ لَوْ لَا أَنَّكَ شَيْخٌ قَدْ خَرِفْتَ وَذَهَبَتْ عَقْلُكَ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ فَقَامَ وَخَرَجَ فَسَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ وَاللَّهِ لَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ قَوْلًا لَوْ سَمِعَهُ ابْنُ زِيَادٍ لَقَتَلَهُ فَقُلْتُ مَا الَّذِي قَالَ قَالَ هُوَ يَقُولُ أَنْتُمْ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَبِيدٌ بَعْدَ الْيَوْمِ قَتَلْتُمُ ابْنَ فَاطِمَةَ وَأَمَّرْتُمُ ابْنَ مَرْجَانَةَ فَهُوَ يَقْتُلُ خِيَارَكُمْ وَيَسْتَعْبِدُ شِرَارَكُمْ۔ (۱)

پھر زید بن ارقم رضی اللہ عنہ رونے لگے تو ابنِ زیاد نے کہا خدا تیری آنکھوں کو رلاتا ہوا رکھے۔ خدا کی قسم اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے جلد دیتا اور تیری عقل نہ چلی گئی ہوتی تو تیری گردن اڑا دیتا تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور یہاں سے نکل گئے تو میں نے لوگوں کو دیکھا اور سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ واللہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر ابنِ زیاد اسے سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا تو میں نے کہا کہ کیا کلمہ ہے جو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا ہے تو کہا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جب ہم پر سے گزرے تو کہہ رہے تھے کہ اے گروہ عرب: آج کے بعد سمجھ لو کہ تم غلام بن گئے ہو۔ تم نے ابنِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو شہید کیا اور ابنِ مرجانہ (یعنی ابن زیاد کو جو) تم میں بہترین لوگوں کو قتل کرے گا اور بدترین لوگوں کو پناہ دے گا۔

قُلْتُ فَلِلَّهِ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ الْأَنْصَارِيُّ الْخَزْرَجِيُّ مِنْ عِيَانِ الصَّحَابَةِ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَشَرِيكُ صِفِّينَ مَعَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَكَانَ مِنْ خَوَاصِّ الصَّحَابَةِ وَمَاتَ بِالْكُوفَةِ سَنَةَ سِتٍّ وَسِتِّينَ وَقِيلَ ثَمَانِيَةٍ وَسِتِّينَ۔ (۲)

میں تو کہتا ہوں کہ اللہ بھلائی کرے زید ابن ارقمِ انصاری خزرجی کا جو اکابر صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ جہاد کیے اور جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ رہے اور خواص صحابہ میں سے تھے اور کوفہ میں وفات پائی ۶۶ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۶۸ھ میں۔ اور یہ صحابی جلیل القدر اور صاحبِ مناقب تھے اور ابنِ زیاد نے ان کی بھی قدر و منزلت کی بجائے ان کو بڈھے اور سٹھیا گیا اور تیری عقل ماری گئی جیسے جملے کہے۔

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبیداللہ ابنِ زیاد کے پاس لایا گیا اور ابنِ زیاد نے امام کی بھی بے حرمتی کی اور رو کنے والے صحابی کی بھی گستاخی کی اور اپنی کور باطنی کو نمایاں کیا۔ جن کو محدثین کی جماعت کثیرہ، بخاری، بزار، طبرانی، ابنِ حجر عسقلانی بدرالدین عینی نے پیش کیا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے روایت کیا۔ یہ سرکار امام کے سرِ اقدس کو تنِ اقدس سے جدا کرنے اور اظہار خوشی و رضا کے بیس دلائل ہیں۔ عبیداللہ ابنِ زیاد کا جو حشر ہوا اس کو سزاؤں کے باب میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

(۱)، (۲) عینی ج ۷ ص ۶۷۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

یزید کا قتل امام کے بعد خطراتِ رسوائی تا قیامت کی بنا پر اظہارِ ندامت اور ابنِ زیاد کو لعنت و ملامت

اور یہ کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد آپ کا سر مبارک جب یزید کے پاس پہنچا تو وہ غم میں نڈھال ہو گیا اور اس نے ابنِ مرجانہ یعنے عبید اللہ ابن زیاد پر لعنت کی یہ کہنا کہ اس کی قتلِ امام میں ناخوشی کا بین ثبوت ہے یہ بالکل سراسر غلط ہے۔ یزید خوش ہوا لیکن یہ خوشی دیر پا ثابت نہ ہوئی اور فوراً ابنِ زیاد کو برا کہنا صرف اس لیے شروع کر دیا کہ قیامت تک کے آنے والے لوگ مجھے برے طریقہ سے یاد کریں گے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

لَمَّا قَتَلَ ابْنُ زِيَادٍ الْحُسَيْنَ وَمَنْ مَعَهُ بَعَثَ رُؤُسِهِمْ اِلٰى يَزِيْدَ فَسُرَّ بِقَتْلِهٖ اَوَّلًا حَسُنَتْ بِذٰلِكَ مَنْزِلَةُ ابْنُ زِيَادٍ عِنْدَهٗ ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ اِلَّا قَلِيْلًا حَتّٰى نَدِمَ۔ (۱)

جب ابنِ زیاد نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو مع ان کے ساتھیوں کے قتل کر دیا اور ان کے سر یزید کے پاس بھیجے گئے تو اس قتل سے خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابنِ زیاد کا رتبہ اسکے یہاں بلند ہو گیا اس خوشی پر تھوڑی دیر نہ گزری کہ نادم ہوا۔

و لَعَنَ اِبْنَ زياد عَلٰى فِعْلَه وَشِتَمَهٗ فِيْ مَا يَظْهِرُو يَبْدَاً وَلٰكِن لَمْ يعزِلِهٖ عَلٰى ذٰالِكَ وَلَا اَعْقبه وَلَا اَرْسِلْ اَحدا يَعيب عليه ذٰالِك وَاللهُ اَعْلَم۔ (۲)

یزید نے ابن زیاد پر لعنت تو کی اور اسے برا بھلا کہتا رہا اس پر کہ آئندہ کیا ہو گا اور کیا بنے گا اور لوگ کیا کہیں گے لیکن نہ تو اس ناپاک فعل پر اسے معزول کیا نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج دیا کہ وہی اس کی طرف سے جا کر اس کا یہ شرمناک عیب اسے جتائے اور قائل کرے۔

فَلَمْ يَفْعَلْ بَلْ اَبٰى عَلَيْهِ وَقَتَلَهٗ فَبَغَّضَنِيْ بِقَتْلِهٖ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَزَرَعَ لِيْ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعَدَاوَةَ فَالْمُبْغِضِيْ الْبِرُّ وَالْفَاجِرُ بِمَا اسْتَعْظَمَ النَّاسُ مِنْ قَتْلِيْ حُسَيْنًا مَالِيْ وَلِابْنِ مَرْجَانَةَ قَبَّحَهُ اللهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ (۳)

ابنِ مرجانہ نے وہ نہ ہونے دیا جو سیدنا حسین چاہتے تھے (کہ یا انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں یا انہیں سرحدات کی طرف جانے دیا جائے کہ جہاد میں زندگی بسر کریں۔ یا انھیں یزید کے پاس جانے دیا جائے کہ وہ خود اس سے معاملہ طے کریں) بلکہ گھیر گھار کر انہیں مقتول ہونے پر مجبور کر دیا اور قتل کر دیا۔ اس سے ابن مرجانہ (یعنے ابنِ زیاد) نے مجھے لوگوں کی نگاہوں مبغوض بنا دیا ہے اور مسلمانوں کی طرف سے عداوت کا بیج بو دیا ہے جس سے ہر ایک نیک و بد مجھ سے عداوت رکھے گا۔ جب کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو میرا قتل کر دینا لوگوں کے دلوں پر شاق اور بھاری گزرے گا۔ مجھے اس کم بخت ابنِ مرجانہ سے کیا واسطہ خدا اس کا برا کرے اور اس پر خدا کا غضب نازل ہو۔

(۱) البدائیہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲ (۲) البدائیہ ج ۸ ص ۲۰۳ (۳) البدائیہ ج ۸ ص ۲۳۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اس سے یہ واضح ہوا کہ یزید حقیقتاً قتلِ امام سے خوش ہوا کہ رقیب باقی نہ رہا۔اس لیے ابن مرجانہ قاتل کا رتبہ اپنے یہاں بلند کیا۔لیکن یہ وقتی خوشی دیر پا ثابت نہ ہوئی۔فوراً ہی اس پر نادم بھی ہوگیا اور یہ ندامت قتلِ امام پر نہیں بلکہ اپنی رسوائی کے خطرات پر جو قیامت تک اس کے حصہ میں آنے والی تھی اور آئی۔اس لیے یہ کہنا کہ یزید قتلِ امام سے راضی نہ تھا۔خود یزید کی منشاء کے خلاف ہے۔اس کی خوشی اور چیز پر تھی اور ناخوشی اور چیز پر تھی۔اسی لیے اس نے اپنی رسوائی کے خیال سے یہ الفاظ نکالے اور بڑے سوچ سمجھ کر۔پھر اگر وہ ناخوش تھا تو ابنِ زیاد کو سزا دیتا اور معزول کرواتا یا کم سے کم باز پرس کرتا۔

زبان سے ملعون و مغضوبِ خداوندی کہہ کر کچھ اپنا مغضوب بھی تو بناتا۔ابن زیاد تو یزید کا ملازم تھا۔اور یزید مطلق العنان ہوتے ہوئے یہ جرأت نہ کرسکا کہ ابنِ زیاد کو پوچھتا پھانسی نہیں تو تعزیر دیتا۔ایسے زور آور آدمی سے یہ بے زوری عجز کے سبب سے نہیں بلکہ قتلِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خوشی میں تھی کہ کام تو اپنا ہی ہے ابنِ زیاد کو صرف زبان سے ملعون یا مغضوب کہنا یہ یزید کی بہت بڑی سیاست تھی۔

حدیثِ قسطنطنیہ کا تحقیقی بیان

یزید لعین کے ساتھ محبت کرنے والے بہت ہاتھ پیر مارنے کے بعد بموجب، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، اپنے یزید لعین کی صفائی پیش کرنے کے لیے بخاری کی اس حدیث کو پیش کیا کرتے ہیں کہ حضور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ.

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر (بادشاہ رُوم) کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

چنانچہ ۴۹ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک فوج سفیان بن عوف کی کمان میں قسطنطنیہ بھیجی تھی اور چونکہ یزید لعین اس لشکر میں شامل تھا۔لہٰذا وہ مبشر بالجنۃ قرار پاتا ہے۔یہ دلیل دے کر یزید کی صفائی ہرگز نہیں ہوسکتی۔

اولاً یہ روایت سند کے اعتبار سے مجروح ہے کیونکہ اس کے راوی بوجہ بدعقیدہ یا بدعمل ہونے کے ناقابلِ اعتبار ہیں اس روایت کا سلسلہ سند اس طرح ہے۔

حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ حَمْزَةَ بْنِ وَاقِدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ الْحِمْصِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ الْحِمْصِيِّ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ الْاَسْوَدِ الحمصي.

اس سلسلہ کا پہلا راوی اسحاق ہے جو کہ علمائے رجال کے نزدیک ضعیف ہے۔چنانچہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ج ا ص ۲۲۰ میں لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ كَتَبَ عَنْهُ اَبِيْ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ يَقُوْلُ اَدْرَكْنَاهُ وَلَمْ نَكْتُبْ عَنْهُ.

ابنِ ابی حاتم بیان کرتے ہیں میرے باپ نے اس (اسحاق) سے حدیث لکھی اور میں نے ابوزرعہ (راوی) سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا زمانہ پایا ہے مگر (بوجہ ضعیف ہونے کے) اس سے حدیث نہیں لکھی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دوسرا راوی یحییٰ ہے اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد اصفحہ ۲۰۰ پہ لکھا ہے۔

كَانَ يُرْمٰى بِالْقَدْرِ رُوِيَ عَنِ ابْنِ مُعِيْنٍ اَنَّهٗ كَانَ قَدْرِيًّا۔

اسی پر قدری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے اور ابی معین (بڑے نقاد) سے روایت ہے کہ یہ قدری تھا۔

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

اَلْقَدْرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

قدریہ میری امت کے مجوسی ہیں۔[1]

تیسرا راوی ثور ہے۔اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے۔

يُقَالُ اَنَّهٗ قَدْرِيًّا وَكَانَ جَدُّهٗ قُتِلَ يَوْمَ صِفِّيْنَ مَعَ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ ثُوْرٌ اِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا قَالَ لَا اُحِبُّ رَجُلًا قَتَلَ جَدِّيْ نَفَاهُ اَهْلِ الْحِمْصِ لِكَوْنِهٖ قَدْرِيًّا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ شخص قدری المذہب تھا اس کا دادا جنگِ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں مارا گیا۔چنانچہ جب ثور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ کا ذکر کیا کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا۔اہلِ حمص نے اس کو قدری ہونے کی وجہ سے شہر بدر کر دیا تھا۔[2]

معلوم ہوا کہ یہ شخص قدری ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت کا دشمن بھی تھا اور یہ امر بجائے خود راوی کے لیے قادح ہے لہذا ایک قدری و ناصبی کی روایت کیونکر قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔

چوتھا راوی خالد بن معدان ہے۔اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد ا صفحہ ۲۲ میں تصریح موجود ہے۔کہ یرسل کثیراً یہ شخص روایت کرتے وقت ارسال سے بہت کام لیتا تھا۔اس بناء پر یہ بھی نا قابلِ اعتماد ہو کر رہ جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ان تمام راویوں کا دمشقی،شامی،حمصی ہونا بری طرح کھٹکتا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ ان راویوں نے اپنی طرف سے یا حکومتِ وقت کے اشارے پر ایسی روایات وضع کر کے اسلامی شہروں میں پھیلا دیں جن سے سلاطینِ وقت کی خوشنودی ہو سکے۔ان حقائق قویہ کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ روایت بالکل وضعی و جعلی اور نا قابلِ استدلال ہے۔

ثانیاً

اگر اسے بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں پہلے لشکر کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور جس لشکر میں یزید شامل تھا۔وہ پہلا نہ تھا یزید ۵۰ھ میں شریک ہوا۔حالانکہ اس سے بہت پہلے ۲۷ھ میں ایک مہم مدینہ طیبہ سے قیصرِ قسطنطنیہ کے خلاف روانہ کی جا چکی تھی اور سالہا سال بعد میں بھی برابر مہمیں روانہ ہوتی رہیں۔جیسا کہ ابنِ خلدون اور ابنِ کثیر نے بیان کیا ہے۔

ثالثاً

واقعات شاہد ہیں کہ یزید نے اس مہم میں بادلِ ناخواستہ شرکت کی تھی۔ظاہر ہے کہ جو عمل قلبی رضامندی سے نہ ہو وہ شرعاً نا قابلِ اعتنا نہیں ہوتا۔چنانچہ کامل ابنِ اثیر میں ہے کہ حضرت معاویہ نے یزید کو شرکتِ جہاد کا حکم دیا مگر اس نے سستی سے کام لیا اور کوئی بہانہ کر کے رہ گیا۔ادھر لشکر میں بخار اور چیچک کی وبا پھوٹ پڑی۔جب یزید لعین کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے خوب بغلیں بجائیں اور عیاشانہ اشعار کہے:

(۱) شرح المقاصد (۲) میزان الاعتدال

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جن کا ترجمہ یہ ہے:

مَا اِنْ اُبَالِیْ بِمَا لَاقَتْ جُمُوْعُهُمْ
بِالْفَدْفَدِ الْبَیْدِ مِنَ الْحُمّٰی وَمِنْ شُمُوْمٍ
اِذَا اتَّکَأْتُ عَلَی الْاَنْمَاطِ مُرْتَفِعًا
بِدَیْرِ مُرَانَ عِنْدِیْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ

ترجمہ: مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر یہ بخار و تنگی کی بلائیں فرقدونہ (نام مقام) میں آ پڑیں۔ جب کہ میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ام کلثوم و بنت عبداللہ ابن عام (یزید کی بیویاں) کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔

یزید کے یہ اشعار جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچے فَاَقْسَمَ عَلَیْهِ لَیَلْحَقَنَّ سُفْیَانَ فِیْ اَرْضِ رُوْمٍ یُصِیْبُهٗ مَا اَصَابَ النَّاسَ۔ تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب میں اس یزید کو ضرور بھیجوں گا سفیان بن عوف کے پاس روم کی سرزمین میں تا کہ اسے بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو وہاں کے لشکروں کو ملا ہے۔

رابعاً

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جہاد ماضی کے گناہ دھوتا ہے۔ مستقبل کے گناہوں اور بداعمالیوں کو محو نہیں کرتا یزید سے جو گناہ بعد میں سرزد ہوئے ان کا حساب و کتاب جزا اور سزا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو انہیں بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج:۶ ص:۹۴۹ پہ ہے)

لَا یَلْزَمُ مِنْ دُخُوْلِهٖ فِیْ ذَالِكَ الْعُمُوْمِ اَنْ لَا یَخْرُجَ بِدَلِیْلٍ خَاصٍ اِذْ لَا یَخْتَلِفُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنَّ قَوْلَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالصَّلٰوةُ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ مَشْرُوْطٌ بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتّٰی لَوِ ارْتَدَّ مِمَّنْ غَزَاهَا بَعْدَ ذَالِكَ لَمْ یَدْخُلْ فِیْ ذَالِكَ الْعُمُوْمِ اِتِّفَاقًا۔

اس بخشش والے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دلیلِ خاص کے ذریعہ نکل نہ سکے کیونکہ اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ وہ لشکر بخشا ہوا ہے۔ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شامل ہونے والا شخص مغفرت کی قابلیت بھی رکھتا ہو۔ لہٰذا اگر کوئی بھی اس لشکر والوں میں سے بعد میں مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بخشش کے عموم میں داخل نہ ہوگا اور یزید نے چونکہ بعد میں وہ افعالِ شنیعہ کیے ہیں کہ اگر پہلے اس کا اسلام بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر اس کا مرتد ہونا ثابت ہے لہٰذا وہ اس عموم سے خارج ہوگا۔

سبط ابن جوزی نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

قُلْنَا فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَخَافَ مَدِیْنَتِیْ وَالْاٰخِرُ یَنْسِخُ الْاَوَّلَ۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جس نے میرے مدینہ والوں کو ڈرایا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اور واقعہ حرہ جو یزید کے حکم سے مدینہ طیبہ میں رونما ہوا وہ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد میں ہوا لہٰذا آخری حدیث نے پہلی کو منسوخ کر دیا۔

ایک مشہور شبہ متعلق یزید

رہا یہ کہ علامہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یزید میں بہت اچھی خصلتیں تھیں۔ لیکن جو پوری بات حافظ ابن کثیر نے لکھی ہے اس کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

اب حافظ ابن کثیر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَدْ كَانَ يَزِيْدُ فِيْهِ خِصَالٌ مَحْمُوْدَةٌ مِنَ الْكَرَمِ وَالْحِلْمِ وَالْفَصَاحَةِ وَالشِّعْرِ وَالشُّجَاعَةِ وَ حُسْنِ الرَّأْيِ فِي الْمُلْكِ وَكَانَ ذَا جَمَالٍ وَحُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ۔

اور یزید میں کچھ ایسی خصلتیں بھی تھیں جیسے حلم و کرم اور فصاحت اور شعر گوئی اور شجاعت اور عمدگی رائے ملک وسیاست کے بارہ میں اور صاحب جمال اور حسن المعاشرت تھا۔

اب خود ہی حافظ ابن کثیر خصلتیں بیان کرنے کے ساتھ ہی جو لکھتے ہیں وہ بھی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وَكَانَ فِيْهِ إِقْبَالٌ عَلَى الشَّهَوَاتِ وَتَرْكُ بَعْضِ الصَّلٰوتِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَأَمَاتَتُهَا فِي غَالِبِ الْأَوْقَاتِ۔

اور یزید میں یہ عادتیں بھی تھیں کہ شہوت رانی پر جھکا ہوا تھا۔ بعض اوقات کی نمازیں بھی نہیں پڑھتا تھا اور وقت گزار کر پڑھنا تو بہت زیادہ تھا۔

دیکھا یزید کی کیسی خصلتیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ شہوت پرست اور نمازوں کو ضائع کر دیتا تھا اور اگر کوئی پڑھتا بھی تو وقت نماز گزار کر۔ اب یزید کا نمازوں کو ضائع کرنا اور شہوت پرست ہونا ہی اس کے فصیح و بلیغ و شاعر ہونے نیز اس کے حلم و کرم اور سیاست کو خاک میں ملا دینے کے لیے کافی ہے کیا ان باتوں سے یزید کے متقی اور پرہیز گار ہونے پر روشنی پڑی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ خود حافظ ابن کثیر آگے چل کر اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوتوں کی پیروی کریں گے تو ان کا انجام ''غی'' جہنم کی ایک وادی میں ہوگا۔

اس حدیث کے ساتھ ہی یہ لانا ثابت کر رہا ہے کہ حافظ ابن کثیر کا یہ اشارہ یزید کی پارٹی کی طرف ہے جو ساٹھ ہجری کو اُبھری۔ اور ناخلف لوگ اور جہنم کے مستحق یہی لوگ ہوں گے۔ بلکہ یہ بات قرآن میں بھی ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ (مریم:۵۹)

اس کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوں گے جو شہوات پرست اور نمازوں کو ضائع کرنے والے ہوں گے۔ قریب ہے کہ ایسے لوگ جہنم کے (غی) ذلیل نالے میں ڈالے جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کے پرکھنے کی کسوٹی یہی تھی اور ظاہر ہے کہ جس شخص کی نماز عبادت اور بالفاظ دیگر تعلق مع اللہ ہی درست نہ ہو۔ تو اس کا حلم و کرم، شعر گوئی، سیاست، خوبصورتی، بہادری، فصاحت، اور اس کی زندگی اور معاشرت دین کی حیثیت سے کیا درست ہو سکتی ہے۔

اب دیکھئے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اپنے عمال و حکام کے نام جو فرمان جاری کر رہے ہیں اس کے متعلق امام مالک علیہ الرحمہ نے مؤطا میں نقل کیا ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ إِنَّ اَهَمَّ اَمْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ۔

عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کے نام فرمان جاری کیے اور لکھا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں اہم ترین کام نماز کی پابندی ہے جو اسے صحیح طور پر ادا کرے گا اور اس کی پابندی رکھے گا وہی اپنے دین کو محفوظ رکھ سکے گا اور جو اسے ضائع کر دے گا تو وہ نماز کے سوا (اپنی زندگی کی) ہر چیز کا اور بھی زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا (یعنی جس کا تعلق مع اللہ درست نہیں اس کا تعلق مع الخلق بھی کبھی صحیح بنیادوں پر استوار نہیں رہ سکتا)۔

معلوم ہوا کہ جو شخص شہوات پر جھکا ہوا اور تارک الصلوۃ ہے اس کی متذکرہ خصلتیں کچھ معنے نہیں رکھتیں۔ کربلائے معلی اور حرمین شریفین میں اس کے کئے جانے والے مظالم کے بعد اس کی ان خصلتوں کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔

یزید کے متعلق دنیائے اسلام کی رائے

(۱) علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اِخْتِلَافٌ فِيْ اِكْفَارِ يَزِيْدَ قِيْلَ نَعَمْ لِمَا رُوِيَ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى كُفْرِهٖ مِنْ تَحْلِيْلِ الْخَمْرِ وَلَعَلَّهٗ وَجْهُ مَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بِتَكْفِيْرِهٖ لِمَا ثَبَتَ عِنْدَهٗ۔ (۱)

یعنی کفر یزید کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ہاں وہ کافر ہے کیونکہ اس سے ایسے اقوال وافعال نقل ہوتے ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتے ہیں جیسے شراب کو حلال سمجھنا وغیرہ اور شائد ان ہی وجوہ کی بنا پر امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ نے اس کے کفر پر فتویٰ دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کے یہ کافرانہ اقوال وافعال ثابت ہو گئے تھے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اَطْلَقَ اللَّعْنَ عَلَيْهِ لِمَا اَنَّهٗ كَفَرَ حِيْنَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهٗ وَاَمَرَ بِهٖ وَاَجَازَهٗ وَرَضِيَ بِهٖ۔

یزید پر لعنت بھیجنی علی الاطلاق جائز ہے اس لیے کہ اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دے کر کفر کیا اور تمام اس پر متفق ہیں جس نے یہ فعل کیا یا اس کا حکم دیا اور اس پر راضی ہوا۔ اس پر لعنت بھیجنے کا جواز ہے۔

اَلْحَقُّ اَنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهٗ بِذٰلِكَ وَاِهَانَتَهٗ اَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اور سچی حق بات یہ ہے کہ یزید سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اور خوش ہوا اور اس نے عترت رسول کی بے حرمتی کی۔

(۱) شرح فقہ اکبر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِی شَأْنِهٖ بَلْ فِی اِیْمَانِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ۔ (۱)

ہم یزید پر لعنت کرنے کے جواز بلکہ اس کے بے دین اور بے ایمان ہونے میں کسی قسم کا توقف نہیں کرتے اور شک وشبہ نہیں رکھتے۔ اس پر اور اس کے اعوان انصار پر خدا کی لعنت ہو۔

اس کے حاشیہ پر ہے۔

اَنَّهٗ شَرِبَ الْخَمْرَ وَفَسَقَ فِیْ دِیْنِهٖ وَاَنَّ یَزِیْدَ اَرْسَلَ الْجُنْدَ عَلَی الْحُسَیْنِ فَقَتَلُوْهُ وَاَهَانُوْا اَهْلَ بَیْتِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

یزید شراب پیتا تھا اور یہ بات تو اس سے ثابت ہے کہ یزید نے امام کے قتل کے لیے لشکر بھیجا اور پھر اس لشکر نے قتل کیا اور آلِ رسول ﷺ کی توہین کی۔

۲۔ ابنِ جوزی علیہ الرحمہ نے یزید کے کفر پر اور اس پر لعنت بھیجنے پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے۔ اَلرَّدُّ عَلَی الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِیْدِ فِیْ جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰی یَزِیْدَ. اس سے انہوں نے دلائلِ قاطعہ براہینِ ساطعہ سے ثابت کیا ہے کہ یزید پر لعنت اور اس کے کفر میں کچھ شک وشبہ نہیں۔

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَهٗ وَابْنَ زِیَادٍ وَیَزِیْدَ.

خدا تعالیٰ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید پر لعنت کرے۔

۴۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ واقعۂ حرہ کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے اس حدیث کَیْفَ بِكَ یَا اَبَاذَرٍ۔ اے ابوذر رضی اللہ عنہ تو اس وقت کیا کرے گا جب مدینہ منورہ خون سے رنگین ہوگا۔ کے تحت فرماتے ہیں۔ آں شقی بدار البوار رفت کہ وہ بے سعادت یعنی یزید جہنم میں گیا۔ اور اس یزید کو ملعون و کافر وجہنمی لکھا ہے اور شیخ محقق نے یزید کے نام کے ساتھ ملعون کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۵۔ علامہ سید امیر علی علیہ الرحمہ مترجم کتب کثیرہ نور الہدایہ وشرح وقایہ وفتوی نہدیہ و بخاری اپنی تفسیر پارہ اٹھائیسواں سورۂ حشر میں فرماتے ہیں۔ کہ حضور اقدس ﷺ جانتے تھے کہ آپ کے بعد سیدنا ابوبکر پھر عمر وعثمان وعلی وحسن رضی اللہ عنہم ترتیب خلفاء ہوں گے اور سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت میں ایک گروہ قریش وبنی امیہ سخت مناقشہ کریں گے۔ چنانچہ آئندہ حدیث لا اراکم فاعلین میں ظاہر ہوگا۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ یزید پلید اور ولید وحجاج وغیرہ کی مانند ایسے ظالم ہوں گے کہ قرآن پر ایمان لانے سے منحرف ہو کر توہین کرنے لگیں گے اور آپ کی پاک عترت کے ساتھ ظلم سے پیش آئیں گے۔ اصل حدیث میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت کی محبت کا ذکر ہے جو مومنوں پر لازم ہے اور آپ نے یہ حجت تمام فرمائی۔ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ یزید پلید ایسے بدکار ہوں گے جن پر قیامت تک لعنت ہوتی رہے گی۔ کیونکہ یزید مردود اور اس کے ساتھیوں کی ذات سے اہلِ بیت کے حق میں شہید کرنے اور تعظیم نہ کرنے کی بدذاتی سرزد ہوئی۔ حتیٰ کہ امام الدنیا والدین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ائمہ کرام نے یزید پلید سے بیعت کو منظور نہ فرمایا۔

۶۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ابنِ جوزی نے کہا کہ قاضی ابو یعلی نے کتاب المعتمد الاصول میں اپنی سند سے

(۱) شرح عقائد نسفی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

روایت کی ہے کہ صالح بن احمد حنبل نے کہا اپنے باپ سے کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔ پس احمد نے کہا اے بیٹے جو اللہ پر ایمان رکھے اسے چاہیے کہ وہ یزید سے اس طرح لعنت کی محبت کرے جس طرح اللہ نے اس پر لعنت کی محبت کی ہے۔ میں نے کہا کہ یزید پر اللہ تعالیٰ نے کہاں لعنت بھیجی ہے۔ تو آپ نے کہا اس آیت میں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ. (محمد: ۲۳)

تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی۔

یزید فسادی تھا اور اس نے خون ریزی کی اور اس نے نواسۂ سید الابرار رضی اللہ عنہ کو بھی اور ان کے خاندان کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ کیا اور مدینہ طیبہ میں بھی قتلِ عام کرایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ.

وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔

اس کے آگے علامہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ دوسرے مقام پر سورت ابراہیم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قُلْتُ اَمَّا بَنُوْ اُمَيَّةَ فَتَمَتَّعُوْا بِالْكُفْرِ حَتّٰى اَسْلَمَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَمُعَاوِيَةُ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَغَيْرُهُمْ ثُمَّ كَفَرَ يَزِيْدُ وَمَنْ مَّعَهٗ بِمَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَانْتَجُوا الْعَدَاوَةَ اٰلَ مُحَمَّدٍ وَقَتَلُوْا الْحُسَيْنَ ظُلْمًا وَكَفَرَ يَزِيْدُ بِدِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ.

میں کہتا ہوں کہ بنو امیہ نے کفر سے فائدہ اٹھایا یہاں تک کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ مسلمان ہو گئے۔ پھر یزید نے کفر کیا اور جو اس کے ساتھی تھے ان نعمتوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیں اور انہوں نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلم اور کفر سے قتل کیا اور یزید نے دینِ مصطفیٰ کے ساتھ کفر کیا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ محدث علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ۔

۷۔ علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ صاحب۔ روح المعانی زیرِ آیت اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تحت بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں، اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

وَاَنَا اَقُوْلُ الَّذِيْ يَغْلِبُ عَلٰى ظَنِّيْ اَنَّ الْخَبِيْثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا بِرِسَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ مَجْمُوْعَ مَا فَعَلَ مَعَ بِاَهْلِ حَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَهْلَ حَرَمِ نَبِيِّهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَعِتْرَتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ وَمَا صَدَرَ عَنْهُ مِنَ الْمَخَازِيْ لَيْسَ بِاَضْعَفِ دَلَالَةٍ عَلٰى عَدَمِ تَصْدِيْقِهٖ مِنْ اِلْقَاءِ وَرَقَةٍ مِّنَ الْمُصْحَفِ الشَّرِيْفِ فِيْ قَذَرٍ

وَلَوْ سَلِمَ اَنَّ الْخَبِيْثَ كَانَ مُسْلِمًا فَهُوَ مُسْلِمٌ جَمَعَ مِنَ الْكَبَائِرِ مَا لَا يُحِيْطُ بِهٖ نِطَاقُ الْبَيَانِ

میں کہتا ہوں اور میرا ظن غالب یہ ہے کہ ہو خبیث (یزید) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو ماننے والا نہ تھا اور جو کچھ اس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے باسیوں اور اہلِ بیتِ اطہار کے ساتھ ان کی زندگی اور بعد از وفات کیا اور جو کچھ اس نے دیگر افعال کئے وہ اس کے عدم ایمان پر قرآن مجید کے اوراق گندگی پر ڈالنے سے کم دلالت نہیں کرتے۔۔۔۔اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اتنے زیادہ گناہ کبیرہ کیے جو بیان کی حدود سے باہر ہیں۔

۸۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وہ کم بخت یزید اصحاب میں سے نہ تھا۔اس کی بدبختی میں کسی کو کلام نہیں جو کام اس بدبخت نے کیا کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرتا۔ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب ہے اور اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اس میں کون سا محلِ اشتباہ ہے اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا۔(یعنی لعنت) تو بیشک جائز تھا۔لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہنا برا ہے۔

۹۔ مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماعِ اہلسنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا۔اس قدر پر ائمہ اہلسنت کا اطباق اور اتفاق ہے۔امام احمد بن حنبل اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر طعن کرتے ہیں اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امامِ مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ اہلِ سنت مذہب کے خلاف ہے اور ضلالت و بے دینی ہے۔بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے نہیں جس میں محبتِ سید عالم ﷺ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** شک نہیں کہ اس کا قائل ناجی ہو بلکہ مردود اور اہلِ سنت کا عدو عنود ہے اور ان کلماتِ شنیعہ سے حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کا دل دکھا چکا ہے۔**اَللّٰہُ وَاحِدٌ قَھَّارٌ** کو ایذا دے چکا ہے۔**وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔**

۱۰۔یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہلِ سنت کے تین اقوال ہیں۔امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہو گی۔اور امام غزالی وغیرہ مسلمان جانتے ہیں تو اس پر کتنا عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔

۱۱۔ سید المفسرین حکیم الامت رئیس المحققین صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہلِ بیتِ کرام کے بیگناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر قرن (زمانہ) میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔یزید بد باطن، سیاہ دل، ننگِ خاندان ۲۵ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر میسون بنت مجدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخلق، تندخو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب، گستاخ تھا۔اس کی شرارتیں اور بیہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو شرم آئے عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل نے فرمایا خدا کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔(واقدی)

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے اعلانیہ رواج دیا۔مدینہ طیبہ ومکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوپانی سے زیادہ خطرناک تھی۔اربابِ فراست اور اصحابِ اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے۔جب کہ عنانِ سلطنت اس کے ہاتھ آئی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۲۔ علامہ قاضی شہاب الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَ عَنْ یَزِیْد مَنْ اِیذاء النبیؐ فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ مَایُوْجِبُ اللعن فَرَحِمَ اللہُ مَنْ جَوازِ لِعنۃ. قَالَ اللہُ تَبَارَکَ وتعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ وَاعدلَھُمْ عَذَابًا مھینًا۔

یزید کے متعلق یہ بات بالتواتر ثابت ہے کہ اس نے حضور اقدس علیہ السلام کو بوجہ قتل اہل بیت اذیت پہنچائی اور یہ بات موجب لعنت ہے اور اللہ رحم کرے ان لوگوں پر جو یزید پر لعنت جائز سمجھتے ہیں اللہ فرماتا ہے کہ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۱۳۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سُئِلَ الْکِیَا الْاَھْرَاسِیُّ الْفقیہ الشَّافِعِیّ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ مُعَاوِیَۃَ ھَلْ ھُوَ مِنَ الصَّحَابَۃِ اَمْ لَا ھَلْ یَجُوْزُ لَعْنَہٗ اَمْ لَا فَاَجَابَ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ مِنَ الصَّحَابَۃِ لِاَنَّہٗ وُلِدَ فِیْ اَیَّامِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَمَّا قَوْلُ السَّلَفِ فَفِیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٍ وَاَحْمَدَ قَوْلَانِ تَصْرِیْحٌ وَتَلْوِیْحٌ وَلَنَا قَوْلٌ وَاحِدٌ التَّصْرِیْحُ دُوْنَ التَّلْوِیْحِ وَکَیْفَ لَا یَکُوْنُ کَذٰلِکَ وَھُوَالمتقید بِالْفَھْدِ وَاللَّاعِبُ بِالنَّرْدِ وَشَرِبَ الْخَمْرَ وَمِنْ شِعْرِہٖ فِی الْخَمْرِ قَوْلُ الصَّحْبِ قَمت الْکَاس شَمْلَھُم وَدَاعِیْ حبابات الْھَوٰی یَتم ثُمَّ خذوا بِنَصِیْبٍ مِنْ نَعِیْمٍ وَلَذَّۃٍ فَکُلٌّ وَاِنْ طَالَ الْمَدٰی یَتَصَرَّمُ وَکتب فَصْلًا وطویلًا اَضْرَبْنَا عَنْ ذکرہٖ ثُمَّ قُلِبَ الْوَرَقَۃِ وَکَتَبَ وَلومدت بِبَیَاضٍ لَاَطلقت العنان وَسبطت الْکَلَامِ فِیْ مَخَازِیْ ھٰذَا الرَّجُل

الکیا اہراسی فقیہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہ صحابہ میں سے ہے یا نہیں اور آیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا۔ کیونکہ اس کی ولادت زمانہ عثمان رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔ اب رہا سلف صالحین کا قول اس پر لعنت کے بارہ میں تو اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے دو قسم کے قول ہیں ایک تصریح کے ساتھ اور ایک تلویح کے ساتھ اور ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کرنا بلکہ تلویح۔ (یعنی صراحۃ لعنت کا جواز) اور کیوں نہ ہو جب کہ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ چیتوں کے شکار میں رہتا اور نرد سے کھیلتا اور شراب خوری کرتا۔ چنانچہ اس کے اشعار میں سے ہے کہ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کی جماعت کو دور جام و شراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی سرگرمیاں ترنم کی آواز سے پکار رہی ہیں کہ اپنے نعمتوں کے حصہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا۔ اگرچہ اس کی کتنی ہی عمر طویل کیوں نہ ہو۔ لہٰذا وقت تھوڑا ہے جو عیش کرنی ہے کر لو کہ پھر یہ زندگی ہاتھ نہیں آئے گی۔ اس پر اہراسی فقیہ نے ایک فصل لکھا ہے جسے طول کی وجہ سے ہم نے چھوڑ دیا ہے پھر انہوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا کہ اگر اس ورق میں کچھ اور بھی جگہ ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی کر دیتا اور اس یزید کی رسوائیاں کافی تفصیل سے لکھتا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

۱۵۔ مؤرخ جلیل سعودی لکھتے ہیں:

وليزيد وغيره اخبار عجيبة ومثالب كثيرة من شرب الخمر وقتل ابن الرسول ولعن الوصي وهدم البيت وسفك الدماء والفسق والفجور وغيره ذالك مما ورد فيه الوعيد باليأس من غفرانه كوروده فيمن جحد التوحيد وخالف رسله.

یزید اوراس کے ہمراہیوں کے اخبار وآثار عجیب اور مصائب ومثالب کثیر ہیں۔ جیسے شراب پینا، فرزندِ رسول کو قتل کرنا ان پر لعن وطعن کرنا۔ خانہ کعبہ کا گرانا۔ مسلمانوں کا خون بہانا اور مختلف قسم کے ایسے فسق وفجور کے کاموں کا ارتکاب کرنا جن کے ارتکاب کرنے والوں کے لیے اس طرح رحمتِ خداوندی سے ناامیدی کی وعیدِ تہدید وارد ہوئی ہے جس طرح منکرینِ توحید ومخالفینِ رسل کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

قال الامام احمد بكفره وناهيك به ورعا وعلما انه لم يقل ذالك الا لما ثبت عنده امور صريحة وقعت منه توجب ذالك ووافقه على ذالك جماعة كابن الجوزي وغيره واما فسقه لقد اجمعوا عليه واجاز قوم من العلماء لعنة بخصوص اسمه وروى ذالك عن الامام احمد قال ابن الجوزي صنف القاضي ابو يعلى كتابا فيمن يستحق اللعنة وذكر منهم يزيد.

امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا۔ اپنے علم وورع کے اعتبار سے وہ کافی ہیں ان کے علم وورع اس بات کے گواہ ہیں کہ یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا جب کہ صریح موجب کفر باتیں اس سے واقع ہوئی ہوں گی ایک جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ ہیں یہی فتویٰ ہے۔ یزید کے فسق پر اجماع ہے بہت سے علمائے کرام نے یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی نے بتایا کہ قاضی ابو یعلیٰ نے مستحقین لعنت کے بارہ میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں یزید کا نام بھی ذکر کیا ہے۔

کچھ دلائل سابقہ بھی بیان ہوئے، اب تک دنیائے اسلام کی رائے بمتعلق یزید لکھی گئی ہیں۔ مفسرین، محدثین، محققین، مجتہدین، ائمہ اربعہ، فقہا، فضلا، علما اکابرین امت کے حوالہ جات کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

خدا اور فرشتوں، مومن مردوں اور مومن عورتوں کی ہر لحظہ ہر لمحہ زبان اس ملعون پر اور اس کے پیروکاروں یار ومددگار اور اس کے لشکر اور اس کے خادموں پر بے حد لعنت ہو۔ علمائے سلف ومشائخ خلف کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ جملہ اہلسنت کے نزدیک کافر ہو چکا ہے۔ پس جب یزید کا کافر ہونا ثابت ہو گیا تو اس پر لعن کرنا بھی جائز ہو گیا۔ حوالہ کے لئے دیکھو سعادۃ الکونین فی فضائل الحسنین از مفتی محمد اکرام الدین علیہ الرحمہ بندۂ شیخ محقق محدث دہلوی علیہ الرحمہ از حوالہ مناقب السادات مترجم اخی المکرم مولانا محمد ضیاء اللہ صاحب سلمہ، قادری کوٹلوی کتب خانہ قادری تحصیل بازار سیالکوٹ شریف)

یزید عنانِ سلطنت پر اور بیعت لینے پر اصرار اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا انکار

یزید پلید نے ۶۰ ہجری بقول ۲۲ رجب کی تاریخ کو تختِ شام پر قدم رکھتے ہی اپنی بیعت لینے کے لیے اطرافِ ممالک میں مکتوب روانہ کئے اور سب سے زیادہ توجہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور بالخصوص سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

طرف دی۔ اگر یہ حضرات بیعت قبول کرلیں گے تو ان کی پیروی میں تمام لوگ میری بیعت کرلیں گے چنانچہ اس نے اس کام کے لیے مدینہ طیبہ کے اس وقت کے گورنر ولید بن عتبہ کو ایک خط بذریعہ قاصد روانہ کیا جس میں اپنے والد کے انتقال اور اپنی جانشینی کی اطلاع دی اور ساتھ یہ ہدایت کی کہ جتنی جلدی ہو سکے۔

فَخُذْ حُسَيْنًا وَعَبْدَاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدَاللّٰهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِالْبَيْعَةِ اَخْذًا شَدِيْدًا لَيْسَتْ فِيْهِ رُخْصَةٌ حَتّٰى يُبَايِعُوا۔ [1]

حضرت حسینؓ اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر کو میری بیعت پر مجبور کرو۔ جب تک یہ میری بیعت نہ کریں ان کو ہرگز نہ چھوڑیں۔

بعض روایات میں اس کے مزید الفاظ بھی درج ہیں:

فَمَنْ لَّمْ يُبَايِعْكَ اِلَيَّ بِرَأْسِهٖ مَعَ جَوَابِ كِتَابِيْ هٰذَا۔

ان کے سامنے میرا خط پیش کرو اور ان میں سے جو بھی میری بیعت سے انکار کرے اس کا سر قلم کر کے میرے اس خط کے جواب کے ساتھ بھیج دو۔

ولید بن عتبہ گورنرِ مدینہ فطرتاً صلح پسند اور خون ریزی و فساد کو پسند نہ کرتا تھا اور جب اس نے یہ خط پڑھا تو وہ ڈر گیا کہ یزید نے کیسا حکم دیا ہے۔ اس نے مروان بن حکم کو مشورہ کے لیے بلایا اور یزید کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا اور پوچھا تمہاری کیا رائے ہے اور مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مروان مفسد اور بدباطن تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن علی رضی اللہ عنہ دونوں کو بلاؤ اور یزید کی بیعت پر آمادہ کرو اگر انکار کریں تو گردن اڑا دو۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ مدعی خلافت بن جائیں اور پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ ولید بن عتبہ گورنرِ مدینہ نے جب یہ بات سنی تو اس نے کہا:

قَالَ لَا يَرَانِي اللّٰهُ اَقْتُلُ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّهٖ وَلَوْ جَعَلَ يَزِيْدَ اِلَى الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

خدا مجھے اس حال میں نہ دیکھے گا کہ میں اس کے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کروں خواہ مجھے یزید ساری دنیا کی سلطنت کیوں نہ دے دے۔

لیکن ہاں میں ان کو بلوا کر بات کروں گا۔ چنانچہ ولید بن عتبہ نے ان حضرات کو بلوانے کے لیے ایک قاصد بھیجا۔ جب قاصد ان کو بلانے کے لیے گیا تو مسجد نبوی شریف میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اور یہ رات کا وقت تھا جب دونوں کو یہ پیغام ملا تو اپنی ذہانت سے یہی اندازہ ہوا کہ اس وقت بے وقت طلبی کا مقصد یزید کی بیعت کرانا مقصود ہے کیونکہ یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ یزید تخت نشین ہو گیا ہے۔ لہٰذا یقیناً اسی بات کے لیے بلوایا گیا ہے۔ ان حضرات نے قاصد کو فرمادیا کہ تم چلو اور ہم آرہے ہیں۔ حضرت امام علی مقام رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سمیت باقی چند اصحاب کو ہمراہ لے کر ولید بن عتبہ والی مدینہ کے پاس پہنچ گئے۔ گورنر ولید نے کہا کہ حضور میں نے آپ کو تکلیف دی ہے اس کی معذرت چاہتا ہوں۔ میں نے نہایت مجبور ہو کر اور پریشان ہو کر آپ کو بلوایا ہے میرے دل میں اہلِ بیت عظام کا احترام ہے خود حاضر ہونے کی بجائے آپ کو بلانا مناسب نہ تھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ مجھے یزید نے یہ حکم نامہ بھیجا ہے جسے آپ خود پڑھ لیں میری زبان تو زیب نہیں دیتی جو الفاظ یزید بن معاویہ نے تخت نشین ہوتے ہی آپ حضرات کے متعلق لکھ بھیجے ہیں۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال پر فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ باقی جو کچھ یزید نے لکھا ہے کہ یہ حضرات میری بیعت کرلیں تو اس کا جواب یہ ہے۔

(۱) حیات الحیٰی، ج: ۳، ص: ۳۴

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اَیُّھَا الْاَمِیْرُاِنَّا اَھْلُ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ وَمَعْدَنِ الرِّسَالَۃِ وَمُخْتَلِفُ الْمَلَائِکَۃِ وَیَزِیْدُ بْنُ الْمُعَاوِیَۃَ رَجُلٌ فَاسِقٌ شَارِبُ الْخَمْرِ قَاتِلَ النَّفْسِ الْمُحَرَّمَۃِ مُعْلِنٌ بِالْفِسْقِ وَمِثْلِیْ لَایُبَایِعُ۔

اے والی مدینہ! ہم اہلِ بیتِ نبوت ورسالت ہیں ہمارے گھر فرشتوں کی آمدورفت ہے۔ خدانے ہمارا گھرانہ بلند وبالا بنایا ہے یزید بن معاویہ فاسق، فاجر، شارب الخمر (شراب کا عادی) اور ظالم، قاتل اور معلن فاسق ہے۔ ہم جیسے (پاکباز) گھرانے والے ایسے شخص کی بیعت نہیں کر سکتے کیونکہ میں حسین اسی پاک خاندان سے ہوں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ پاک کا کیا کام ہے کہ وہ پلید کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ خاندانِ نبوت ورسالت پر تو یہ سب سے عظیم داغ ہوگا کہ نواسہء رسول ﷺ نے ایسے پلید لعین کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو مسلمانانِ اسلام کا خلیفہ مان لیا۔ اس کے بعد حضرت امام نے فرمایا ہاں۔

وَلٰکِنْ نَصْبَحُ وَتَصْبَحُوْنَ وَنَنْظُرُوَ تَنْظُرُوْنَ اَیُّنَا اَحَقُّ وَالْبَیْعَۃِ وَالْخِلَافَۃِ۔

صبح ہونے دو ہم غور کریں گے اور آپ بھی غور کریں کہ ہم میں کون بیعتِ خلافت کا حق دار ہے۔

سبحان اللہ حضرت امام عالی مقام سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا یہ جواب ساٹھ ہجری بتاریخ ۲۷ رجب المرجب بروز شنبہ کی شب کو والی مدینہ کو کئی اصحاب کی موجودگی میں ملا۔ یہ وہ جملہ تھا جس پر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے جان دے دی لیکن دینِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء پر داغ نہ آنے دیا ورنہ آیہء تطہیر کی چادر پر وہ دھبہ لگ جاتا تھا جس سے قیامت کو بھی بچاؤ نہ تھا۔ نواسہء رسول ﷺ کی یہی وہ حق بات تھی جس نے کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں آپ کو آزمایا اور آزمائش کرنے والے نے دیکھ لیا کہ وہ اس بات پر قائم رہے اور جان دے دی۔ لیکن نانا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر داغ نہ آنے دیا۔ گویا کہ کربلا کی پہلی سیڑھی کی ابتداء ہو چکی ہے۔

جب حضرت امامِ عالی مقام یہ جواب دے کر بمعہ اپنے اصحاب کے واپس دولت سرائے اقدس میں پہنچ گئے تو مروان بن حکم نے والی مدینہ کو پھر کہا کہ تم نے کوئی سخت اقدام ان کے جواب میں نہیں کیا بہتر تھا کہ تم اس کی گردن اڑا دیتے جس نے صاف انکار کر دیا ہے تو پھر والی مدینہ ولید بن عتبہ نے اس کو کہا۔ مجھے تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھے بار بار مفسدانہ وسفاکانہ مشورہ دیتا ہے۔ باقی جہاں تک اس امر کا تعلق ہے تو میری بات یاد رکھو۔

اَلَّتِیْ فِیْھَا ھَلَکَ دِیْنِیْ وَدُنْیَاوِیْ وَاللہِ لَا اِنِّیْ قَتَلْتُ حُسَیْنًا لَوْاَنَّ مَالِیَ الدُّنْیَا وَمَلَکِھَا۔

میں اپنا دین اور دنیا ہلاک نہیں کرنا چاہتا خدا کی قسم اگر مجھے دنیا کی بادشاہی اور دنیا کی دولت مل جائے تو بھی میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا اقدام نہ کروں گا۔

معلوم ہوا کہ یہی وہ اصل حقیقت تھی جس کے مطابق والی مدینہ نے کئی بار ایسا ہی کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اہلِ بیتِ اطہار کا کس قدر بلند مقام ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے اس عظیم ہستی کی رائی برابر گستاخی ہو اور اگر ایسا ہوا تو دنیا وآخرت تباہ اور عذابِ الیم کا مستحق ٹھہراؤں گا، کاش اگر اتنی بات بھی یزید بن معاویہ یا اس کے حواریوں کے دل میں آجاتی تو یہاں تک نوبت نہ آتی لیکن یہ بدنما داغ جس کے لیے تھا اسے مل کر رہنا تھا اور اب تک ہے اور روزِ حشر تک یہ داغ مٹ نہ سکے گا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۱۴

حضرت امامِ عالی مقام کی مدینہ طیبہ سے رخصت کی حکمتیں

پھر سیدنا امام عالی مقام نے اہلِ بیتِ اطہار اور اصحاب ورفقائے اہلِ مدینہ سے یزید کی ساری بات بیان فرما کر ان سے اور اپنے بھائی حضرت محمد ابن الحنفیہ سے مشورے طلب کیے۔ سب نے آپکا خیال دریافت کیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ نے والیٔ مدینہ کو دیا تھا کہ میں خاندانِ نبوت کا چشم وچراغ ہرگز ایسے فاسق وفاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا اور اسکی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس پر سب نے اتفاق کیا اور مشورہ دیا کہ آپ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ چلے جائیں۔ حضرت امام عالی مقام کا بھی یہی ارادہ ہوا کہ مدینہ طیبہ میں رہنا درست نہیں۔ کیونکہ اب یہ خطرہ یقینی کسی حد تک پہنچ چکا ہے کیونکہ حضرت امام جانتے تھے کہ میرا انکار بیعت یزید کے اشتعال کا باعث بنے گا اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ مدینۃ الرسول کہیں میری وجہ سے رنگینِ خون نہ ہو جائے اور یہ توہین برداشت سے باہر ہے۔

لیکن حضرت امام کی دیانت وامانت وتقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر یا عزیز واقارب یا وطن کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور مسلمانانِ اسلام کی تباہی اور شرع واحکام کی بے حرمتی اور دین کے نقصان کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیل القدر فرزندِ رسول ﷺ سے کیونکر ممکن ہو سکتا تھا۔ اگر امام اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو ظاہر ہے کہ یزید آپ کی قدر ومنزلت کرتا اور آپ کی عافیت وراحت میں کوئی فرق نہ آنے دیتا اور بہت سی دنیاوی دولت کے انبار آپ کے قدموں پر نچھاور کر دیتا۔ لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور اس پر داغ لگ جاتا اور یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لیے حضرت امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعتِ اسلامیہ وملتِ حنیفہ کا نقشہ مٹ جاتا۔ یہاں پر ان حضرات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت امام نے اپنی جان خطرہ میں ڈال دی اور تقیہ کا تصور بھی خاطر پر نہ گزرا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو اس کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور کونسا وقت زیادہ ضرورت کا تھا۔ حضرت امام ابن عمر وابن زبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بیعت کی درخواست اسی لیے سب سے پہلے کی گئی کہ اگر ان حضرات نے بیعت کر لی تو پھر کسی کو تامل نہ ہوگا۔ لیکن ان حضرات کے اس انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور یزیدیوں کی آتشِ عناد بھڑک اٹھی اور اسی ضرورت پہ حضرت امام عالی مقام کو مدینہ طیبہ چھوڑنے کا ارادہ کرنا پڑا۔ کہ واقعی اب ولید بن عتبہ نے یزید کے تحریری حکم میں کچھ دیر کر دی تو اسے معزول کر کے دشمنِ اسلام کو گورنر بنا دے اور ایسا ہو سکتا تھا جیسا کہ آئندہ آئے گا اور انکارِ بیعتِ امام کی صورت میں مدینۃ الرسول کے بازار اور گلیاں خون سے رنگین نہ ہو جائیں اور عظیم تبرکاتِ عظیمہ کی توہین نہ ہو جائے یقیناً طرفین سے یہ کام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

شروع ہو جائے گا۔ حضرت امام کے حمایتی ایک طرف اور یزیدی ایک طرف اس سے مدینۃ الرسول کی اہانت ہوگی اور یہ داغ بھی حضرت امام کی وجہ سے نہیں آنا چاہیے۔

اس لیے حضرت امامِ عالی مقام نے متفقہ طور پر مصمم ارادہ فرمالیا کہ جتنی جلدی ہو سکے اب مدینۃ الرسول سے کوچ کر جائیں۔

ریاضِ جنت میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری رات

مدینہ طیبہ سے حضرت امامِ عالی مقام کی رحلت کا دن اہلِ مدینہ اور خود حضرت امام کے لیے غم واندوہ کا دن تھا۔ اطرافِ عالم سے تو لوگ وطن ترک کر کے اعزہ واحباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنائیں کریں اور دربارِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بحر وبر کا طویل وخوفناک سفر اختیار کرنے کے لیے بیقرار بنادے۔ ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو۔ اور فرزندِ رسول علیہ السلام جو ارِ رسول سے جانے پر مجبور ہو اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے لیکن یہ وہی جانتے ہیں جن پر یہ وقت آیا کہ ان پر کیا گزری۔ روایاتِ صحیحہ ومعتبرہ اس پر موجود ہیں کہ دن کو مکمل تیاری فرمالی اور احبابِ اہلِ بیتِ اطہار کو اپنے ہمراہ لے جانے کے لیے تیار کرالیا اور شب کو ریاضِ جنت میں عبادت ونوافل میں مشغول رہے اور بارگاہِ رب العزت ذوالجلال میں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا قَبْرُ نَبِيِّكَ وَاَنَا ابْنُ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَحَضَرَنِيْ مِنَ الْاَمْرِ مَا قَدْ عَلِمْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاُنْكِرَ الْمُنْكَرِ وَاَسْئَلُكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِحَقِّ الْقَبْرِ وَمَنْ فِيْهِ اِخْتَرْلِيْ مَا هُوَلَكَ رِضًى وَلِرَسُوْلِكَ۔

اے میرے اللہ: یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ اطہر ہے اور میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ میں جن حالات سے مجبور ہو کر جا رہا ہوں تو جانتا ہے میں نیکی کو اختیار اور بدی سے اجتناب کو پسند کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے صاحب قبر کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو میرے لیے وہ راستہ پیدا فرما جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضامندی ہے۔

حضرت امامِ عالی مقام علیہ السلام یہ دعا فرماتے رہے اور روتے رہے۔

دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رات کی پچھلی گھڑی

نوافل وعبادت اور دعوات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت امامِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان آقا ومولیٰ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارِ پر انوار پر حاضر ہوئے اور ہدیۂ درود وسلام پڑھتے اور روتے رہے اور قبر انور کے ساتھ لپٹ گئے اسی حالت میں آپ دیکھتے ہیں کہ فرشتوں کی جماعتِ کثیرہ ہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنی آغوش میں لیا اور سینۂ اقدس سے لگایا اور چوما اور فرمایا:

حَبِيْبِيْ يَا حُسَيْنُ كَاَنِّيْ اَرَاكَ عَنْ قَرِيْبٍ مُرَمَّلًا بِدِمَائِكَ مَذْبُوْحًا بِاَرْضِ كَرْبَلَا بَيْنَ اَحْبَابِهٖ مِنْ اُمَّتِيْ وَاَنْتَ مَعَ ذٰلِكَ عَطْشَانُ وَظَلْمَانُ لَا تَرْوِيْ وَهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

اے میرے پیارے حسین! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تم خاک وخون میں تڑپائے جاؤ گے اور میری امت کے چند اور ساتھیوں کے ساتھ زمینِ کربلا میں ظلم کے ساتھ ذبح کیے جاؤ گے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

يَرْجُوْنَ شَفَاعَتِي لَا يَنَالُهُمُ اللهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَبِيْبِيْ يَاحَسَيْنُ إِنَّ أَبَاكَ أُمَّكَ وَهُمْ مُشْتَاقٌ إِلَيْكَ۔ (۱)

اور تم سب پیاسے بھی ہو گے اور تمہیں پانی میسر نہ ہوگا اور اس کے باوجود قاتل میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے خدا کی قسم ان کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ گھبراؤ نہیں تم عنقریب اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جاؤ گے سب تمہارے مشتاق ہیں۔

اسی حالت میں حضرت امام اپنے نانا جان علیہ السلام سے روئے اور عرض کرتے ہیں۔

يَاجَدَّاهُ لَاحَاجَةَ لِيْ فِي الرُّجُوْعِ إِلَى الدُّنْيَا فَخُذْنِيْ إِلَيْكَ وَأَدْخِلْنِيْ فِيْ قَبْرِكَ۔ (۲)

اے پیارے نانا جان ﷺ! میری دنیا میں جانے کی کوئی خواہش نہیں سوائے اس کے کہ آپ مجھے یہیں اپنے ہمراہ قبر میں جگہ دے دیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حسین رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور فرمایا:

لَا بُدَّ لَكَ مِنَ الرُّجُوْعِ إِلَى الدُّنْيَا حَتّٰى تُرْزَقُ الشَّهَادَةَ لِيَكُوْنَ مَا كَتَبَ اللهُ لَكَ فِيْهَا مِنَ الثَّوَابِ الْعَظِيْمِ۔ (۳)

نہیں اے پیارے بیٹے تمہارے لیے دنیا میں ابھی رجوع ہے کیونکہ تمہیں شہادت کا وہ مرتبہ پانا ہے جو خدا نے تمہارے لیے لکھ دیا ہوا ہے جس کا عظیم ثواب تم کو ملنا ہے۔

اسی حال میں حضرت امام عالی مقام قبر اطہر سے اٹھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور کہا اے پیارے نانا جان علیہ السلام اب حسین رضی اللہ عنہ کی آخری حاضری ہے امید نہیں کہ اب دوبارہ قبرِ اطہر کی حاضری مجھ کو نصیب ہو۔ امام تر دامن لیے ہوئے پھر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروقِ اعظم کی قبرِ اطہر پر روئے اور سلام عرض کیا۔

حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی آخری ملاقات

حضرت سیدنا امام حسین نے اس سلسلے میں اپنے بھائی حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ جو اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ اور جید عالم تھے اور آپ کے بھائی تھے ان سے ملاقات کی اور تمام ماجرا بیان فرمایا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھائی حسین رضی اللہ عنہ جہاں تک یزید کی بیعت کا تعلق ہے تو آپ نے جو والیٔ مدینہ کو فرما دیا ہے بالکل درست ہے واقعی وہ اس کا اہل نہیں ہے۔ میں آپ کے ساتھ ہوں بلکہ تمام مدینہ والے آپ کے ساتھ ہیں اور کسی صورت اس یزید کی بیعت کو تیار نہ ہوں گے۔

اب رہا یہ معاملہ کے آپ مدینہ طیبہ سے چلے جائیں اور مکہ معظّمہ میں قیام فرمالیں واقعی جیسا آپ نے ذکر کیا ہے کہ کہیں مدینۃ الرسول کی توہین نہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہے۔ اگر مدینۃ الرسول سے کوچ کرنا ہے تو کر جائیں لیکن مجھے بیماری سے صحت یابی ہونے تک ٹھہریں تا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں کیونکہ اے بھائی حسین رضی اللہ عنہ آپ جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ مجھے آپ ہی عزیز ہیں اور آپ سے بہتر کوئی نہیں اور میری جان بھی آپ پر قربان ہو جائے تو میں تیار ہوں۔

روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے مکمل اتفاق فرمایا اور آپ نے ان کو مکہ معظّمہ جانے کا بھی مشورہ اسی لیے دیا تا کہ مدینۃ الرسول کی اہانت نہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہنے پائے اس کے بعد حضرت سیدنا امامِ عالی مقام نے فرمایا۔

(۱) تا (۳) الحیات النقی، ج۲، ص۲۸۰

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اے بھائی جان! میں پھر مدینہ طیبہ سے کوچ کر جاتا ہوں اور مکہ معظمہ قیام پذیر ہو جاتا ہوں۔ لیکن آپ میرے ساتھ نہ چلیں آپ کا مدینہ میں رہنا بہتر ہے تا کہ حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔

اَمَّا اَنْتَ فَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَقِيْمَ بِالْمَدِيْنَةِ تَكُوْنَ عَنَّا عَلَيْهِمْ لَا تُخْفِيْ عَنِّيْ شَيْئًا مِنْ اُمُوْرِهِمْ۔ (۱)

جو باتیں مجھے معلوم نہ ہوں آپ مجھے ان کی خبر گیری کرتے رہیں گے اس طرح مجھے کیسے پتہ چل سکے گا کہ کیا حالات ہیں آپ کو کچھ حرج نہیں اور آپ ویسے بھی سخت بیمار ہیں آپ کا مدینہ طیبہ میں ہی رہنا بہتر ہے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ ضرور حضرت امام کے ساتھ جاتے لیکن ان کے سامنے ایک خاص وجہ معقول تھی۔ اول یہ کہ وہ بیمار تھے۔ دوم یہ کہ مصلحتاً ان کا ٹھہرنا بقولِ حضرت امام بھی بہتر تھا۔ اگر کوئی وجہ معقول نہ ہوتی تو کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں ٹھہرتے۔

اس کے بعد آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور آپ کے سینے سے لپٹ گئے۔

فَبَكَى الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ وَاَخِيْهِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ الْمَعْرُوْفِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ شَدِيْدًا۔

پھر حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

پس سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو الوداع کیا اور حضرت محمد ابن الحنفیہ نے یہ کلمات کہے:

فَقُلْتُ لَهٗ وَاللّٰهِ مَامِنْ مُسَافِرٍ
يَسِيْرُ وَلَا اَدْرِيْ مَابِهِ الدَّهْرُ صَانِعٌ
عَسٰى مَنْ قَطٰى بِالْبُعْدِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ
يَجْمَعُنَا وَالْقَلْبُ فِيْ ذَالِكَ طَامِعٌ (حیات)

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ جو مسافر مدینہ سے مکہ کا سفر کر رہا ہے میں نہیں جانتا کہ زمانہ اس کے ساتھ کیا کرے گا۔ اور جس نے ہم کو ایک دوسرے سے جدا کیا ہے وہی ہم کو پھر ملا دے گا کیونکہ میرے دل کی محبت اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔

ام المؤمنین سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری ملاقات

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اب سیدہ امِ سلمہ ام المؤمنین کے پاس ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا۔ حضرت سیدہ امِ سلمہ یہ سن کر کہ اب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ جانے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں تو آپ نے فرمایا مجھے اس سفر پر جانے کا سنا کر میرے دل کو تکلیف نہ دو اور مجھے غمزدہ نہ کرو کیونکہ میں نے تو آپ کے جدِ کریم اور اپنے آقا سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے سنا ہے۔

فَاِنِّيْ سَمِعْتُ جَدَّكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُقْتَلُ وَلَدِيَ الْحُسَيْنُ بِاَرْضِ الْعِرَاقِ فِيْ اَرْضٍ

میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ عراق کی سرزمین میں شہید کیا جائے گا اور اس پر ظلم و ستم کیا جائے گا اور اس زمین کے ٹکڑے کو کربلا کہا جائے گا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَا وَعِنْدِيْ تُرْبَتُكَ فِيْ قَارُوْرَةٍ دَفَعَهَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور میرے پاس تو وہ مٹی بھی شیشی میں محفوظ ہے جو خود مصطفیٰ ﷺ نے مجھے دی تھی کہ اس کو سنبھال کر رکھنا۔ (جب یہ خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں)

لہٰذا اے پیارے حسین آپ کا سفر مجھے مکہ معظمہ کا معلوم نہیں ہوتا بلکہ کربلا کا سفر ہے۔ حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے رو کر عرض کیا۔

يَا اُمَّاهُ اِنِّي اَعْلَمُ مَقْتُوْلٌ مَذْبُوْحٌ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا.

اے امی جان میں جانتا ہوں کہ یقینا مجھ پر ظلم و جفا ہو گا اور اسی ظلم کے ساتھ قتل کیا جاؤں گا۔

اس کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین نے اور باتیں بھی فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ پھر آپ اپنے اہل وعیال کو ساتھ نہ لے جائیں تو آپ نے فرمایا بیشک آپ کا فرمان حق بجانب ہے کہ بچوں کو ہمراہ نہ لیجاؤں لیکن مشیت الٰہیہ اسی طرح ہے۔

قَدْ شَاءَ اللهُ اَنْ يَرَانِيْ مَقْتُوْلًا مَذْبُوْحًا ظُلْمًا وَعُدْوَانًا وَيَرٰى اَهْلِيْ بَعِيْدٌ مِنَ الْوَطَنِ مَذْبُوْحِيْنَ مَظْلُوْمِيْنَ وَهُمْ يَسْتَغِيْثُوْنَ فَلَا يَجِدُوْنَ نَاصِرًا وَلَا مُعِيْنًا. (حیات)

کہ مجھے ظلم و جفا کے ساتھ شہید ہوتا دیکھے اور میرے اہل وعیال کو وطن سے دور دیکھے اور ان کو مصائب میں مبتلا دیکھے کہ ان میں کوئی اس کی راہ میں ذبح ہو رہا ہو اور کوئی طرح طرح کی مصیبتوں میں ہو اور جب مدد کے لیے پکاریں تو کوئی ان کا حامی و ناصر نہ ہو۔

حضرت سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر بہت روئیں اور اس تمام معاملہ کو سپرد خدا کرتے ہوئے اور دعائے استقامت فرماتے ہوئے آپ نے ان کو الوداع فرمایا۔

مزارِ ساقیٔ کوثر ﷺ پر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی آخری حاضری

جب حضور سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ ان تمام ملاقاتوں سے فارغ ہوئے تو مدینۃ الرسول کے در و دیوار کو دیکھتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے امام الانبیاء محبوبِ رب العالمین رحمۃ اللعالمین سرکار سیدنا آقا مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور نہایت بے بسی کے عالم میں اور حسرت و یاس کے لہجہ میں عرض کرتے ہیں:

يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَيَا جَدِّيْ يَا حَبِيْبَ اللهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَقَدْ خَرَجْتُ جِوَارَكَ كَرْهًا وَفَرَّقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ وَاُخِذْتُ بِالْيَدِ قَهْرًا اَنْ اُبَايِعَ يَزِيْدَ ابْنَ مُعَاوِيَةَ شَارِبَ الْخَمْرِ وَرَاكِبَ الْمَفْجُوْرِ فَاِنْ فَعَلْتُ فَكَفَرْتُ وَاِنْ اَبَيْتُ فَقُتِلْتُ فَمَا اَنَا بِخَارِجٍ مِنْ جِوَارِكَ عَلَى الْخَطَرَةِ اَهَانَةُ الْمَدِيْنَةِ فَعَلَيْكَ مِنِّي السَّلَامُ يَا جَدِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ. (ایضاً)

اے میرے پیارے سردار یا رسول اللہ اور پیارے نانا جان یا حبیب اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نہایت مجبور ہو کر آپ کے جوارِ اقدس سے جا رہا ہوں میرے اور آپ کے درمیان ظاہری جدائی ہو رہی ہے۔ باطنی تو نہ ہونے والی ہے یہ ظاہری جدائی اسی لیے ہے کہ مجھے مجبور کیا جا رہا ہے کہ میں حسین رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ شارب خمر، فاسق و فاجر کی بیعت کروں اور اگر میں ایسے شخص کی بیعت کر لوں تو کافر ہوتا ہوں اور اگر انکار کرتا ہوں تو قتل ہوتا ہوں اور مجھے خود قتل ہونے کا ڈر نہیں ہاں البتہ آپ کے شہر مدینہ کی اہانت کا خطرہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہے اس مجبوری کی بنا پر جوا پر رسول انور ﷺ سے رخصت ہو رہا ہوں
میری طرف سے حضور آخری حاضری کا سلام ہو۔

اس حالت میں روضۂ اطہر سے لپٹ گئے اور اس حال میں دیکھا کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو آغوش میں لے کر سینۂ اقدس سے لگاتے ہیں اور چومتے ہیں اور فرمایا۔

اے فرزند حسین رضی اللہ عنہ! عنقریب ظالم تجھے بھوکا اور پیاسا کربلا کے میدان میں شہید کر ڈالیں گے اور تیرے خاندانِ اہلِ بیت پر مصائب ڈھائیں گے اہلِ بیت کے چھوٹے بڑے شہید کر دیے جائیں گے۔ بہشت تمہارے لیے آراستہ ہے اس میں تمہارے اور تمہارے رفیقوں کے درجات عالیہ ہیں جو شہادتِ عظمیٰ کے بغیر آپ کو نہیں مل سکتے۔ بیٹا صبر و رضا پر قائم رہنا اور میرے دین پر داغ نہ آنے دینا اور جامِ شہادت کے بعد میرے پاس آ جاؤ گے۔ میری دعا ہے۔

اے میرے اللہ میرے حسین کو صبر او راجر عطا فرما۔

یہ منظرِ پرانوار دیکھنا تھا کہ حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا حوصلہ بلند ہوا اور عزم وہمت و استقامت و صبر و رضا کو اپنے دامنِ اقدس میں لیے ہوئے آخری ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے روضۂ اطہر سے جدا ہوتے ہیں۔

آنسو آنکھوں سے لگاتار ہیں جاری
یہ عمر میں شبیر کی ہے آخری باری

قبرِ انور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا و قبورِ اصحابِ جنت البقیع رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آخری حاضری

حضرت امام عالی مقام اس کے بعد جنت البقیع میں تشریف لائے اور اپنی والدہ ماجدہ خاتونِ جنت سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ اطہر پر حاضر ہوئے قبر کو دیکھنا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قبرِ اطہر سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے عرض کیا۔

اے پیاری امّی جان! آپ کا نازوں کا پالا ہوا حسین اور آپ کی آنکھوں کا نور اور آپ کے دل کا سرور وہ حسین جس کی ذرّہ برابر آپ تکلیف برداشت نہ کر سکتی تھیں اب وہ حسین مجبور ہو کر مدینہ طیبہ سے جا رہا ہے امّی جان آج سے پہلے قبر پر حاضری دے کر دل کو تسکین دے لیا کرتا تھا اب حاضری کی سعادت سے محروم ہو رہا ہوں آپ کی جدائی سے دل ٹوٹ رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں میں مجبور ہوں اور اب آپ کے لاڈلے حسین کی آزمائش کا وقت قریب آ گیا ہے امی جان میرے لیے دعا فرمایئے کہ میری جان چلی جائے لیکن نانا جان علیہ السلام کے دین پر داغ نہ آنے پائے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان کلماتِ طیبات کی ادائیگی اور آخری ہدیہء سلام کے بعد جنت البقیع سے رخصت ہوئے۔

غلط افتراء اور اس کی تردید

یاد رہے کہ اس واقعۂ مذکورہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اطہر پر حاضری کے متعلق بھی بعض غیر ذمہ دار افراد کی تقریریں یا تحریریں کہ امام کی آنکھوں نے ساون بھادوں کی جھڑی لگا رکھی تھی۔ یا یہ کہ قبر سے آواز آئی کہ اپنی آنکھوں کو پونچھو اگر ایک قطرہ میری قبر پر پڑ گیا تو قبر پھٹ جائے گی یا عرشِ الٰہی کانپ اٹھے گا یا یہ کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ننگے سر قبر پر بیٹھی ہیں اور بین کرتی تھیں وغیرہ وغیرہ...... یہ سب افترائی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جملے اور اہلِ بیت کی شان کے منافی ہیں۔ کئی مجموعات میں سخت ناجائز کلمات استعمال کیے گئے ہیں ان کا کچھ اصل نہیں ہے ان کے اپنے ہی الفاظ خود غلط ہونے کی ترجمانی ہیں۔

واقعہ سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا بنت الحسین رضی اللہ عنہ تحقیق کی کسوٹی پر

حضرت امام عالی مقام امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی دو شہزادیوں میں سے ایک سیدہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا اور دوسری شہزادی سیدہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اس دوسری شہزادی حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ مشہور کیا گیا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہوئے تو ان کو بیماری کی حالت میں مدینہ میں ہی رہنے دیا یا یہ کہ ان کو مدینہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ گئے اور یا یہ کہ اکیلے تنہا ایک کمرے میں ٹوٹی ہوئی چارپائی پر چھوڑ گئے۔

اس واقعہ کو بڑی شد و مد اور رقت آمیز پیرایہ میں نظماً و نثراً بیان ہی نہیں کیا جاتا بلکہ غیر معتبرہ مجموعوں میں غیر ذمہ دار افراد نے درج کر دیا ہے۔

نہایت افسوس کے ساتھ اور مجبور ہو کر لکھنا پڑا ہے کہ ان افراد نے کیسے اس بے بنیاد واقعہ کو اتنا لمبا چوڑا بنا کر پیش کر دیا ہے۔ عربی و فارسی کی مستند کتابیں اور تواریخ و سیر اور معتبرہ کتب میں واقعہ کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا اور اردو کی معتبر کتابوں میں بھی کہیں اس کی اصل نہیں ملتی۔

اگر اس واقعہ کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو بالکل بے اصل، بے بنیاد اور سراسر غلط ہے۔ بلکہ جب اس واقعہ کی عام ہوا پھیلنی شروع ہوئی تو اکابرین نے اس کی تردید میں اپنی تالیفات میں صراحۃً یہ واضح کر دیا کہ یہ واقعہ من گھڑت بنایا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ ایسے افراد یہ جانتے ہوئے بھی کیوں ایسا کرنے پر آمادہ ہوئے۔

جن غیر معتبرہ مجموعوں میں یہ واقعہ درج کیا گیا ہے وہاں پر بھی کوئی مسلسل سند مذکور نہیں ہے اور کسی ایک بھی معتبر کتاب کا حوالہ نہیں ہے۔

بلکہ دلائلِ قویہ اور روایاتِ معتبرہ مستندہ اس پر شاہد ہیں۔

کہ سیدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت الحسین رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے ہو چکی تھی جن سے آپ کی اولاد ہوئی جس کا ذکر میں نے اولادِ امجاد کے باب میں مفصل بمعہ ناموں کے بیان کیا ہے حضرت امام کی روانگی از مدینہ تا مکہ کے وقت سیدہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت حسن مثنیٰ ابن امام حسن ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے گھر میں مدینہ طیبہ میں موجود تھیں۔

کیا یہ شانِ اہلِ بیت بیان ہو رہی ہے یا کہ توہین عقل و علم کے اندھوں اور مسلک و عقائد سے بے بہروں کو اور بزرگانِ دین واکابرینِ اسلام کی حدوں کو توڑنے والوں نے خود ہی اپنی زبانی بارہ بارہ صفحے متذکرہ واقعہ پر سیاہ کر ڈالے اور کہیں اس کی اصل ثابت نہ کر سکے کیوں کہ ان کی بنائی ہوئی کہانی اپنی زبانی بالکل من گھڑت ہونے کا ثبوت دے رہی ہے۔ عربی و فارسی کے حوالاجات کی بجائے یہاں پر وہ حوالہ پیش کئے دیتا ہوں جس کو بخوبی و باآسانی یہ حضرات دیکھ سکیں۔ دیکھو سوانحِ کربلا: صفحہ ۸۹ سطر نمبر: ۱۶ مطبع

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کراچی للعلامہ سیدی صدر الافاضل علیہ الرحمۃ۔عربی کی معتبر و مستند جامع کتاب الحیات الخفی للعلامہ سید محمد شاہ ابن احمد دہلوی علیہ الرحمۃ جلد اول صفحہ: ۸۷ سطر ۹ تا ۲۵ مطبع مصر۔

کیسی عجب بات ہے کہ تندرستوں کو حضرت امام ہمراہ لے جائیں اور سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا بیمار کو چھوڑ جائیں۔ کیوں اور کن وجوہات پر؟ فقط اس لئے ان کے پاس کچھ نہیں؟ پھر اول تو ایسا ہوا ہی نہیں اگر ہوا تو جو واسطے فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا کے بیان کئے گئے ان پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کیا شرعی دلیل تھی کہ وہ ان کے اتنے واسطوں کے باوجود نہ لے گئے۔ پھر اگر ایسا ہی تھا تو پھر مدینۃ الرسول میں ان کا کیوں نہ کوئی پرسانِ حال ہوا۔ پھر جب یہ بھی ہو گیا تو چار ماہ کا عرصہ مکہ معظمہ میں حضرت امام مقیم ہوئے اور پھر سفر کربلا پر روانہ ہو گئے۔ اتنے طویل عرصہ میں سب آتے جاتے رہے ان کو کیوں نہ منگوالیا گیا یا آ کر خود لے جاتے۔ پھر ان کو ایک سو چار ڈگری کا بخار لکھنے اور کہنے والے بتائیں کہ وہ بخار بدستور اس طرح اس وقت ایک سو چار ڈگری کا بخار پانچ ماہ تک رہا جو کہ وہ واقعۂ کربلا کے موقعہ پر مدینہ میں وہ چلاتی اور روتی تھیں اور ایک گھوڑسوار سے واسطے ڈال کر یہاں تک کہہ رہی تھیں کہ مجھے کربلا جانا ہے خدا کے لیے گھوڑوں کی ٹانگوں سے چمٹ جاتی ہوں لے جاؤ اور وہ چٹھیاں بھیج کر حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کا حال پوچھتی ہیں وغیرہ وغیرہ......

ناظرین کرام: اگر میں ان جملوں کو بیان کروں جو ان افراد نے بیان کیے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جملے دہرانے بھی اہلِ بیتِ اطہار کی شان کے منافی ہیں کیونکہ تمام باتیں توہین آمیز اور اوٹ پٹنگ ہیں کہ خدا کی پناہ۔ یہ چند باتیں بطورِ نمونہ خود کو محتاط رکھتے ہوئے پیش کی ہیں کیونکہ آل رسول کی شانِ اقدس میں وہ الفاظ جو انہوں نے استعمال کیے ہیں وہ نوکِ قلم پر نہیں لا سکتا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ دلائل قویہ اور روایاتِ معتبرہ اس پر گواہ ہیں۔

کہ حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ بنتِ حسین رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے ہو چکی تھی اور آپ مدینۃ الرسول میں اپنے شوہر حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر پر بمعہ بچوں کے موجود تھیں۔ اس لیے نہ آپ ان کو ہمراہ لے گئے اور نہ ہی اصولی طور پر ان کو لے جانا ضروری تھا۔ آپ تندرست تھیں کوئی وجہ مانع نہ تھی۔ اگر ان کو حضرت امام لے جانا چاہتے تو لے جاسکتے تھے لیکن ایسا کرنا حضرت امام کی شان کے خلاف تھا۔ (اس لیے کہ اس وقت ان کے شوہر تجارت کے سلسلہ میں کسی دوسرے ملک گئے ہوئے تھے اور ان کی اجازت کے بغیر بیٹی اور بچوں کو لے جانا شرعاً ناجائز اور غیر مناسب تھا)۔ دوسرا اگر وہ خود جانا چاہتیں تو بھی جاسکتی تھیں۔ جیسا کہ اس کا ذکر آپ کی اولادِ امجاد کے باب میں بالتفصیل بیان ہوا ہے۔ الحیات الخفی، جلد اول، سوانح کربلا، از مطبع مصر سطر ۶ تا ۲۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۱۵

سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ منوّرہ سے مکہ معظّمہ ہجرت

حضرت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے جس صبح کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہونا تھا اسی رات کا کچھ حصہ اپنے نانا (مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء) اور اپنی محترمہ والدہ معظمہ طیبہ وطاہرہ رضی اللہ عنہا اور برادر مکرم سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امہات المؤمنین اور اصحاب عظام جو بقیع قبرستان میں ہیں ان کی حاضری اور ہدیہ سلام میں صرف فرمایا۔ یہ تھا وہ ایک مسلسل فکری جہاد اور عقلی جہاد اور پھر اپنے وطن مدینہ طیبہ کے حسین منظر کو چھوڑ کر مکہ معظمہ کے دشوار گزار سفر کو بمعہ اہل وعیال رخصت ہونا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یہ بھی حضرت امام کا بہت بڑا جہاد تھا جس کو آپ نے عملی شکل دے دی۔ آج جو آپ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ ہجرت فرمار ہے ہیں وہ آج سے ٹھیک ساٹھ برس پہلے حضرت امام کے جدِ امجد سرکار سیدنا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے ساتھ عجیب مشابہت رکھتی ہے۔ اس وقت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوجہل وغیرہ جیسے شرپسندوں کی شرارتوں سے تنگ آ کر ہجرت کرنی پڑی اور آج اسی ذاتِ ستودہ صفات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے خاندانِ نبوت یزید لعین کی شرارتوں کی وجہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو رہے۔

ہجرت مصطفوی کے کچھ عرصہ بعد فتح مکہ کے بعد کفارِ مکہ کی شیطانیت ختم ہوگئی اور اسی طرح سیدنا امامِ عالی مقام کی شہادتِ عظمیٰ کے کچھ دیر بعد یزیدیت تباہ ہوگئی۔

عام انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنا وطن چھوڑتے وقت وطن کی ہر پسندیدہ چیز حتیٰ کہ اس کے آب وگیاہ اور خاک سے بھی پیار کرتا ہے اور ان پر حسرت ویاس کی نگاہ ڈالتا ہے۔ روایات شاہد ہیں کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام وآلہ الکرام مکہ معظمہ سے روانہ ہوتے وقت مڑ مڑ کر بار بار درودیوار پر نگاہ ڈالتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی۔

اس طرح جب حضرت امامِ عالی مقام اپنے خاندان مقدسہ کو لئے ہوئے ۶۰ ہجری ماہِ رجب کی ستائیس ۲۷ تاریخ بروز اتوار ۳ مئی ۶۸۰ء کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو مدینہ پاک سے حضرت امام کی رحلت اہلِ مدینہ اور خود امامِ عالی مقام کے لیے کیسا رنج واندوہ کا وقت تھا۔ اطراف عالم سے تو مسلمان وطن ترک کر کے اعزہ واحباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنائیں کریں اور دربارِ سرکار ابد قرار حبیب کردگار شان پر وقار سید الابرار سرکار رسالت مآب علیہ السلام کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بری وبحری اور ہوائی کا سفر طویل اور نان نفقہ وزادِ راہ کا بار اور خوفناک سفر اختیار کرنے کے لیے بیقرار بنادے ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو اور فرزند رسول جگر گوشۂ بتول اور نورِ نظر مولا علی جوارِ نبوت ورسالت سے جدا ہونے پر مجبور ہو۔ یہاں پر ہی حضرت کی ولادت اور یہاں پر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہی حضرت کی بلندی عظمت اور یہاں پر ہی راکبِ دوشِ نبوت کی شان کا اظہار ہوا۔(الحسین ج ۱، ص: ۱۵، سوانحِ کربلا)

اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ جدِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے روضۂ طاہرہ سے جدائی کا صدمہ حضرت امام کے دل پر رنج و غم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔

اہلِ مدینہ کی بھی مصیبت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ دیدارِ حبیب کے فدائی اس فرزند کی زیارت سے اپنے مجروح قلوب کو تسکین دیتے تھے۔ ان کا دیدار ان کے قلب کا قرار تھا۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ کَانَا اَشْبَهُهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ — حسنین کریمین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مشابہ تھے

یقیناً آج اہلِ مدینہ کا حال بے حال ہو رہا ہے کہ آج یہ قرارِ دل بے قرار ہی نہیں بلکہ جہانوں کا یہ قرارِ دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امامِ عالی مقام الوداعی نظروں سے اپنے مدینہ کے حسین در و دیوار پر نگاہ ڈالتے ہوئے اور اپنے جدِ کریم کے گنبدِ اقدس کی بہارِ رحمت کا مزہ دیکھتے ہوئے بہزار غم و اندوہ بادلِ ناشاد ہدیہ سلام پیش کرتے ہوئے رحلت فرماتے ہیں۔ تو زبانِ اطہر سے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (1) — سو موسیٰ (علیہ السلام) وہاں سے خوف زدہ ہو کر (مددِ الٰہی کا) انتظار کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے عرض کیا: اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔

(اس آیت کی تلاوت بھی حضرت امام کے علم و فضل کی اور ایک عظیم پیرائے کی ترجمانی اور عظیم نشانی تھی۔ اول: یہ کہ اس آیت میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا وہ ذکر ہے جب کہ فرعون کے ظلم و تشدد سے بیزار ہو کر مصر سے باہر نکلے۔

گویا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس طرف اشارہ فرما رہے تھے کہ ہم یزید کے ظلم و ستم سے بیزاری کی بنا پر مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہے اور آپ بارگاہِ الٰہی میں آنے والے مصائب و مظالم پر صبر و استقامت کی آرزو فرما رہے تھے۔ دوم: یہ کہ تدبر کا اقتضاء یہی تھا کہ مدینہ میں قیام ممکن نہیں رہا۔ جب کہ فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنا ہے تو اب اپنے اصول اور اپنے مقصد اور اپنی قربانی کو اسی افق پر لے جا کر پیش کرنا چاہیے۔

سوم: یہ سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا بلکہ یہ کربلا کی منزل کا پہلا مرحلہ اور سفرِ آخرت و شہادت کا پہلا قدم تھا جس پر قرآن کی تلاوت فرمائی۔

قاریِ قرآن کی کمالِ شان پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہوئے تو زبان پر قرآن اور جب مکہ معظمہ پہنچے تو زبان پر قرآن اور جب سفرِ کربلا پر روانہ ہوئے تو زبان پر قرآن اور جب ماہِ محرم عاشورا کی رات میدانِ کربلا میں آئی تو زبان پر قرآن اور جب جامِ شہادت نوش فرمایا تو زبان پر قرآن اور جب سرِ اقدس تنِ اقدس سے جدا ہو چکا اور نیزے کی نوک پر رکھا تو بھی زبان پر قرآن جیسا کہ آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ نے ہر مقام پر ویسی ہی تلاوتِ قرآن فرمائی جو آپ کے اس موقع پر شایانِ شان تھی۔

(1) سورۃ القصص، آیت ۲۱۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

رمزِ قرآن از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ اندوختیم۔

(علامہ اقبالؒ سیالکوٹی)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ معظمہ میں قیام

حضرت سیدنا امامِ عالی مقام مدینہ طیبہ سے شاہراہ عام کے راستہ پر سے چھٹے روز بروز جمعہ ۳ شعبان المعظم ۶۰ ہجری ۹ مئی ۶۸۰ء کو مکہ معظمہ میں پہنچے تو اہلِ مکہ آپ کی آمد کی خبر سنتے ہی آپ کے استقبال اور دیدار کے لیے جمع ہو گئے۔ تو اس وقت آپ نے قرآنِ پاک کی اس آیت کی تلاوت فرمائی: وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ (۱)

اس آیت کی تلاوت میں بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہ ذکر ہے جب آپ نے وادی مدین میں پناہ لی تھی۔ ترجمہ اس کا یہ ہے: اور جب وہ مَدْیَنْ کی طرف رخ کر کے چلے (تو) کہنے لگے: امید ہے میرا رب مجھے (منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لیے) سیدھی راہ دکھا دے گا گویا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت فرما کر مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ پناہ گزین ہونے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی آرزو کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ آپ نے تین شعبان المعظم سے لے کر آٹھویں ذوالحج ۶۰ھ تک برابر تقریباً چار ماہ اور چھ دن شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مقیم ہوئے جب قریش نے آپ سے جدائی کی اور بنو ہاشم کو یہاں پر رہنا پڑا۔ آج اسی رسول علیہ السلام کے نواسے کو بھی قیام کرنا پڑا اس قیام کے دوران تمام اہلِ مکہ و اطرافِ عالم کے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آتے رہے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر فیوض و برکاتِ علمیہ و عملیہ سے استفادہ کرتے رہے اور دیدار شہزادۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دلوں کو تسکین دیتے رہے۔ اس قیام سے ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور پرامن زندگی گزارنے کے خواہشمند رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی موافقت میں کوئی فوجی طاقت بنائی اور نہ ہی کوئی امدادی پارٹی بنانے کی کوشش کی اور نہ ہی تحریر و تقریر یا دیگر ذرائع ابلاغ سے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔ مگر بہت جلد ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ حضرت امام کا یہاں زیادہ دیر رہنا ناممکن ہو گیا۔

جب یزیدی حکومت کو حضرت امام کے مکہ معظمہ پہنچنے کا علم ہوا تو اس نے مدینہ کے والی ولید بن عتبہ کو معزول کر دیا اور عمرو بن سعد کو مقرر کر دیا اور مکہ معظمہ میں یحییٰ بن حکیم بن صفوان تھے ان کو معزول کر کے نیا والی بنا دیا جیسا کہ کوفہ میں نعمان بن بشیر کو معزول کر کے عبداللہ ابن زیاد کو مقرر کیا گیا۔

اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں یزید کا طرزِ عمل اتنا غیر منصفانہ اور جارحانہ اقدام تھا کہ اسے اس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ آدمی نہ ملتے تھے اور خود اس کے گورنر اس کے احکام کی تعمیل اس کی خواہش کے مطابق نہ کر سکتے تھے اس صورتِ حال سے ظاہر ہے کہ یزید کے عمالِ حکومت میں سے جو بھی حضرت امام کے ساتھ مراعات برتنے کا رجحان ظاہر کرتا اسی وقت اسے عہدہ سے برطرف کر دیا جاتا۔ اسے صرف ان لوگوں کی ضرورت تھی جو اہلِ بیت کے ساتھ کسی مراعات کی جگہ اپنے دل میں نہ رکھتے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمالِ حکومت کی تمام ذمہ داری بھی یزید پر ہی تھی۔

(۱) پ:۲۰ سورۃ قصص، آیت:۲۲

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو اہلِ کوفہ کے دعوتی خطوط

تمام شہروں اور بالخصوص کوفہ و بصرہ میں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ معظمہ میں تشریف آوری وقیام پذیر کی خبر پھیل چکی تھی تو کوفہ کے رؤسا اور عمائدین نے سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر اجتماع کیا اور باہم جان و مال کے ساتھ نصرتِ امام کا عہد و پیمان کیا اور پھر چند افراد کی طرف سے اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ مِنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صَرْدٍ الْمُسَيِّبِ بْنِ نَجْبَة رُفَاعَةَ ابْنِ شَدَّادِ الْجَبَلِي وَحَبِيْبُ ابْنُ مَظَاهِرٍ وَشِيْعَتِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَنَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ.. اِنَّ لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ فِيْ قَصْرِ الْاِمَارَةِ...... وَلَا نَخْرُجُ مَعَهُ اِلٰى عِيْدٍ وَجُمُعَةٍ وَلَوْ قَدْ بَلَغْنَا اِنَّكَ قَدْ اَقْبَلْتَ اِلَيْنَا اَخْرَجْنَا حَتّٰى نلحقه بِالشَّامِ انشاء الله۔[1]

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم ولا۔ یہ خط حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی طرف ہے از جانب سلیمان بن صرد مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب ابن مظاہر کوفہ کے شیعہ و دیگر مومنین و مسلمین کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔ ہم اس خدا کی حمد و ثناء کرتے ہیں جس کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ گزارش یہ ہے کہ ہم میں کوئی امام نہیں۔ آپ یہاں جلدی تشریف لائیں شائد اس طرح ہم کو اللہ تعالیٰ حق پر جمع کردے۔ نعمان بن بشیر قصر دارا لامارت کوفہ میں موجود ہے۔ مگر ہم نہ تو اس کے پیچھے نماز عید و نماز جمعہ پڑھتے ہیں اور اگر ہم کو اطلاع مل گئی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو ہم اسے نکال کر شام بھیج دیں گے انشاء اللہ۔

مذکورہ بالا خط لکھے جانے کے بعد عبداللہ بن سمع ہمدانی عبداللہ بن وال تیمی، کے بدست حضرت امام کی خدمت میں مکہ معظمہ روانہ کیا گیا۔ یہ خط حضرت امام کو دس رمضان المعظم ساٹھ ہجری کو وصول ہوا اس کے بعد یکے بعد دیگرے خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ اس اول خط سے لے کر آخری خط تک حضرت امام کو ایسا ہی یقین دلایا گیا۔ چنانچہ آپ کو جو آخری خط موصول ہوا اس کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ شِيْعَةِ اَبِيْهِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ سَلَامٌ عَلَيْكَ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ. يَنْتَظِرُوْنَكَ وَلَا رَاْىَ لَهُمْ فِيْ غَيْرِكَ الْعَجَلْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلْعَجَلْ.

یہ خط حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے نام ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعوں کی طرف سے لکھا جاتا ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ لوگ آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے سوا کسی اور کے متعلق کسی قسم کا حق امامت نہیں رکھتے۔ اے ابنِ رسول جلدی کیجیے جلدی آیئے۔

غرضیکہ امام عالی مقام کی خدمتِ عالیہ میں اسی طرح کے کئی خطوط یکے بعد دیگرے پہنچتے رہے۔ خطوں کی تعداد کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ سبط ابن جوزی، ابنِ اثیر کامل، طبری نے ڈیڑھ سو لکھی ہے اور دنیوی نے لکھا ہے کہ دو خرجیاں بھری ہوئی حضرت امام کے پاس تھیں۔

(۱) العیات، ج:۲، ص:۱۰۳

جو قاصد آپ کی بارگاہ میں خطوط لے کر آتے رہے ان کے اسماء یہ ہیں۔ قیس بن مصری صیداوی، عمارہ بن عبد اللہ، ہانی بن ہانی سبعی، سعید بن عبد اللہ، یہ وہ اشخاص ہیں جو خود خطوط بھی لاتے رہے اور حضرت امام کو بار بار یقین بھی دلاتے رہے۔

اس کے علاوہ بصرہ سے ایک وفد یزید بن سبط، عبید اللہ بن یزید اور عبد اللہ بن یزید پر بھی مشتمل حاضر ہوا اور انہوں نے بھی بار بار آپ کو سب کی طرف سے یقین دلایا۔

اہلِ کوفہ و بصرہ کے دعوتی خطوط پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب

دلائل قویہ کے بعد یہ بات روشن ہوگئی کہ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ پر اہلِ کوفہ و بصرہ اور دیگر مختلف مقامات سے بار بار اصرار پر اتمام حجت کی خاطر ان کی دعوت پر لبیک کہنا شرعاً ضروری ہوگیا۔ چنانچہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے تمام خطوط کا ایک ہی جواب موجود قاصدین جو ان مقامات سے آئے ہوئے تھے کو ذیل کے مضمون کا خط لکھ کر روانہ فرمایا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ اِلَى الْمَلَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ هَانِيًا وَسَعِيْدًا قَدِمَا عَلَىَّ بِكُتُبِكُمْ وَكَانَ آخَرَ مَنْ قَدِمَ عَلَيَّ مِنْ رُسُلِكُمْ وَقَدْ فَهِمْتُ كُلَّ الَّذِيْ قَصَصْتُمْ وَذَكَرْتُمْ مَقَالَةَ جُلِّكُمْ اِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامًا: فَاَقْبِلْ فَلَعَلَّ اللهَ اَنْ يَجْمَعُنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدٰى وَاَنَا بَاعِثٌ اِلَيْكُمْ اَخِيْ وَابْنِ عَمِّيْ وَثِقَتِيْ مِنْ اَهْلِبَيْتِ مُسْلِمُ بْنُ عَقِيْلِ فَاِنْ كَتَبَ اِلَىَّ اَنَّهُ قَدْ اَجْمَعُ رَاْىَ بِلَادُ كُمْ وذوا الحجٰ عَلٰى مِثْلِ مَا قَدِمَتْ بِهٖ اَرْسَلَكُمْ وَقَرأتُ فِيْ كِتَابِكم فَاِنِّيْ اَقْدَمُ اِلَيْكُمْ وَشِيَكًا اِنْشَاءَ الله فَلَعَمْرِيْ مَا الْاِمَامُ ولا الحَاكِم بَالْكتابِ بِالْقِسْطِ يدين بدين الْحَقِّ الْحَابِسُ نَفْسَهٗ عَلٰى ذٰالِكَ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ۔ (۱)

یہ خط حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے ہے۔ مسلمان و مومن گروہ کے ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا۔ ہانی اور سعید سب سے آخر میں ہمارے پاس تمہارے خطوط لے کر پہنچے اور جو کچھ تم نے ان خطوط میں لکھا میں نے سمجھا کہ اس وقت ہمارا کوئی امام نہیں آپ آیئے شائد اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی وجہ سے ہدایت اور حق پر جمع فرمادے اس لیے اب میں اپنے چچازاد بھائی امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو جو اپنے خاندانِ عالیہ کے مخصوص اور مسلمہ ہیں روانہ کررہا ہوں میں نے انہیں مامور کردیا ہے کہ وہ تمہارے صحیح حالات مجھے لکھیں لہٰذا اگر انہوں نے مجھے وہاں سے لکھ دیا کہ تمہارے اربابِ بست وکشاد اور صاحبانِ عقل وخرد اس بات پر متفق ہیں جو تم نے بذریعہ فرستادگان اپنے خطوط میں ظاہر کیا ہے تو میں خود بہت جلدی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم امام برحق نہیں ہے مگر وہی جو کتاب اللہ کے مطابق اور عدل وانصاف پر قائم رہے اور دینِ حق کا سپرد کار رہے اور اپنے نفس کو رضائے الٰہی پر وقف کرچکا ہو۔ فقط والسلام۔

مذکورہ بالا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تحریری خط یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ نے اہل کوفہ و اہلِ بصرہ کے شدید اصرار پر ناچار اپنے چچازاد بھائی سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی روانگی کسی حرب وضرب واختلاف کی خاطر نہیں فرمائی۔ بلکہ وہاں کے لوگوں کے اصرار کے پیش نظر اور حالات کا صحیح جائزہ لینے کی یہ تجویز فرمائی تھی۔ اگرچہ حضرت امام کی شہادت کی خبر مشہور ہوچکی تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے ہی سے تجربہ ہوچکا تھا۔ مگر جب یزید نے سلطنت سنبھال لی اور یہ سلطنت دینِ اسلام کے لیے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی

(۱) الکامل، ج:۳، ص:۲۶۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بیعت ناروا ہو چکی تھی اور وہ طرح طرح کے حیلوں اور تدبیروں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ان حالات میں کوفیوں کا بپاسِ ملت یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور سیدنا امامِ ہمام سے طالبِ بیعت ہونا حضرت امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست کو قبول فرمائیں۔ جب ایک قوم ظالم و فاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق سے بیعت کرنا چاہیں تو اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو ایک ایسے جابر کے حوالہ کرنا چاہتا ہے۔

سیدنا امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ سیدنا امام کے لیے کوفیوں کے اس مطالبہ پر بارگاہ میں کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند در پے ہوئے مگر حضرت امام ابن رسول علیہ السلام بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے۔ بریں وجہ ہمیں یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی اور اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں قربان کرنے کو تیار تھے۔

یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا کہ بجز اس کے اور کوئی حل نہ تھا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں اگرچہ اکابر صحابہ آپ کی اس رائے پر متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد و میثاق کا اعتبار نہ تھا لیکن حضرت امام کی محبت و شہادت ان سب کے دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی۔ گویا یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ پیش ہوگا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو روکنے کے لیے عذر شرعی کیا ہے؟ ادھر جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ اور ادھر اہلِ کوفہ کی شدید استدعا رد نہ فرمانے کے لیے کوئی عذر شرعی نہ ہونا حضرت امام کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ پہلے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ چچا زاد بھائی کو بھیجا جائے اگر کوفیوں نے بدعہدی کی یا بیوفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اس عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جاسکے گی۔ چنانچہ امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کے آخری دو قاصدوں ایک ہانی دوسرے سعید کے بدست ان کے خطوط کا جواب با صواب دے کر روانہ کر دیا۔ (۱)

(۱) الحیات، ج:۲،ص:۱۰۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب۱۶

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بجانبِ کوفہ روانگی

جیسا کہ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خط میں اہلِ کوفہ کو واضح فرما چکے تھے۔اس کے مطابق آپ نے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے کے لیے تیار فرمالیا اور ادھر آپ کے پاس مزید اور قاصد آ چکے تھے جن کو آپ نے فرمایا کہ اب تمہاری استدعا اور بار بار اصرار پر میں نے اپنے چچازاد بھائی کو تیار کرلیا ہے اور میں سعید اور ہانی نامی افراد کے بدست اپنا جوابی خط بھیج چکا ہوں اب بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی میرے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے جاؤ۔ان کی نصرت وحمائت تم پر لازم ہے انہوں نے عرض کیا بیشک ہم اس کی ایفاء کریں گے۔ چنانچہ پندرہ رمضان المبارک کو قیس بن ہداری عمارہ بن عبداللہ سلولی، اور عبدالرحمن بن عبداللہ ازدی ان آخری تین قاصدوں کے ہمراہ سیدنا امام بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ (۱)

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آخری سلام وآخری ارشادات کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور سب سے پہلے روضہء مصطفی علیہ التحیۃ والثناء پر حاضری دی اور پھر ریاضِ جنت میں نوافل ادا فرمائے اور پھر اپنے گھر تشریف لائے اور سب ماجرا سنایا اور اپنے کوفہ جانے کا ذکر فرمایا اور آخری وصیت فرمائی اور فرمایا تم سب مکہ معظمہ چلے جاؤ تا کہ جب سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کوفہ آئیں تو تم سب ان کے ہمراہ آ جانا۔امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دو چھوٹے صاحبزادے حضرت محمد اور حضرت ابراہیم دونوں اس بات پر مصر ہوئے کہ ابا جان ہم کو ہمراہ لے چلو۔بالآخر آپ نے ان کے اصرار کی بنا پر انہیں ساتھ جانے کی اجازت عنایت فرمادی۔سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ ان بچوں کی امی جان چاہتی تو نہ تھی لیکن امام مسلم کی تسلی پر انہوں نے بھی اجازت عنایت فرمادی کہ چھوٹے بچے اپنے ابا جان کے ہمراہ چلے جائیں۔

ان امور سے فراغت کے بعد آپ کوفہ کے سفر پر روانہ ہو گئے اور شوال کی پانچ تاریخ کو کوفہ پہنچ گئے اور آپ نے مختار بن عبیدہ ثقفی کے ہاں اپنی اقامت فرمائی۔آپ کے کوفہ پہنچنے کی خبر آناً فاناً تمام شہروں میں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق ملاقات وزیارت کے لیے حاضر ہوتے رہے یہاں تک کہ سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔بعض نے بارہ ہزار اور بعض نے اٹھارہ ہزار اور بعض نے پچیس ہزار لکھی ہے کہ ان سب نے آپ کی حمائت کا وعدہ کرلیا اور کہا کہ آپ بلاخوف وخطر اب ہمارے رویہ سے سیدنا امامِ حسین ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کریں اور ان کو جلدی بلالیں آپ کے لکھنے پر ہی وہ تشریف لائیں گے۔ (۲)

(۱) الحیات (۲) الحیات، ج:۲،ص:۱۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امام مسلم بن عقیل کا خط از کوفہ بنامِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

اٹھارہ ہزار افراد کی بیعت کرنے اور حالات سازگار ہونے کی کیفیت سیدنا امام مسلم بن عقیل نے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ دی اور تشریف لانے کی استدعا فرمادی۔ اس تحریر کا مضمون جن باتوں پر مشتمل تھا اور جسے آپ نے مکہ معظمہ بھیجا وہ حسبِ ذیل تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَبِحَمْدِهٖ وَسَلَامٌ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَآلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ يَا اَخِیْ الْحُسَيْنُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ...... لَايُكَذِّبُ اَهْلَهٗ وَاَنَّ جَمِيْعَ اَهْلَ الْكُوْفَةِ مَعَكَ وَقَدْ بَايَعَنِیْ مِنْهُمْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ اَلْفًا فَعَجِّلِ الْاِقْبَالَ بِقِرَاءَةِ كِتَابِیْ وَالسَّلَامُ مُسْلِمُ ابْنِ الْعقيلَ مِنْ اَهْلَ الْبَيْتِ مِنَ الْكُوْفَةِ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا اور سب تعریفیں اسی کے لائق ہیں اور سلام و درود ہو اس کے نبی علیہ السلام پر اور ان کی آلِ اطہار پر اے حسین رضی اللہ عنہ آپ پر سلام اور رحمت و برکت ہو میں نے اہلِ بیت سے ہو کر کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ اہلِ بیت نے کبھی جھوٹ بولا۔ تمام اہلِ کوفہ آپ کے ساتھ ہیں اٹھارہ ہزار نفوس نے میری بیعت کر لی ہے۔ میرا خط پڑھتے ہی آپ جلدی تشریف لے آئیں۔

یہ خط حضرت سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے عابس بن شبیب شاکری اور قیس بن مصر صیدادی کے ہاتھ روانہ کر دیا اس خط سے صحیح تعداد اٹھارہ ہزار ثابت ہوگئی کیونکہ یہ تعداد سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریری خط میں ذکر فرمائی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کا مقصد لوگوں کی رشد و ہدایت اور مذہبی و اخلاقی اصلاح مقصود تھی ورنہ اتنے عرصہ میں جو کچھ ہوا اس میں اگر کوئی حکومت یا سلطنت کا لالچ ہوتا تو آپ ایسا کر سکتے تھے اور اگر کوئی فتنہ و فساد مقصد ہوتا تو آپ حکومت سے ٹکر لے سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہ کیا۔ (۱)

کثرتِ حمائت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور والیٔ کوفہ نعمان بن بشیر کی تقریر

دوسری طرف مقامی حکومت کا رویہ نرم تھا وہ اس طرح کہ گورنر کوفہ نعمان بن بشیر جو کہ حضرت معاویہ کے دور میں ہی والیٔ کوفہ مقرر تھے اور یزید کے عہد میں اسی عہدہ پر تھے یہ محب اہلِ بیت اور صلح جو اور امن پسند تھے۔ جب ان کو سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی جوق در جوق حمائت لوگوں میں نظر آئی کہ ان کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو بحیثیت عہدہ گورنری کے اہلِ کوفہ کو جمع کر کے ایک صلح کن خطاب کیا مگر ان کی تقریر اور رویہ یقیناً حمائتِ امام پر مبنی تھا اور صلح جوئی کے جوہر نمایاں نظر آرہے تھے۔ ان کی تقریر کا مضمون ذیل ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰه۔ عِبَادُاللّٰهِ وَلَا تَعَاوَنُوا اِلَى الْفِتْنَةِ وَالْفِرْقَةِ فَاِنَّ فِيْهَا فَيُهْلِكُ الرِّجَالُ وَيَسْفكُ الدِّمَاءُ يَغْصِبِ اَمْوَال اِنِّی لَا اُقَاتِلِ مِنَ لَايُقَاتِل من وَلَا آتِیْ عَلٰى مَنْ لَمْ بَات عَلِیْ وَلَا اَنبة فائمكُمْ وَلَااَتَمَوشُ لَكُمْ وَلَا اَحَدْكُمْ وَالتَقْرِبَتْ وَلَا ارْتَغَيتَيِهِ وَلَا التقتَهُمْ وَلٰكِنَّكُمْ اَنَّ اَبَدَيْتَمْ فتهكُمْ لِیْ وَلكتتُمْ بَيْعَتَكم

اے اللہ کے بندوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور فتنہ و فساد اور باہمی خلفشار و انتشار سے اجتناب کرو کیونکہ ایسا کرنے میں لوگ ہلاک ہوتے ہیں خون بہتے ہیں اور مال تباہ ہوتے ہیں میرا اصول تو یہ ہے کہ کوئی شخص مجھ سے نہیں ڈرتا میں اس سے گمانوں اور غلط تہمتوں پر تمہارا مواخذہ کروں گا اور اگر تم نے کھل کھلا مخالفت شروع کر دی یا سنت کے............

(۱) اور (۲) الحیات، ج:۲، ص:۱۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

وَخَلْقهم اماحكم فَوَاللهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا غَيْرُهُ وَلَا فريتكم سيقي هٰذَا۔

یہ تقریر جو میانہ روی کی تھی یہ ان یزیدیوں کو نہ بھائی۔ تو انہی میں سے ایک شخص عبداللہ بن مسلم بن سعد حضرمی نے کھڑے ہو کر صاف صاف کہہ دیا

اِنَّهُ لَا يُصْلِحُ مَا تَرٰى اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَهٰذَا الَّذِيْ اَنْتَ عَلَيْهِ فِيْمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ عَدُوِّكَ رَاْيُ الْمُتَضْعِفِيْنَ۔ (۱)

آپ کا یہ رویہ درست نہیں سوائے سختی کے اصلاح نہ ہوگی آپ نے جو اپنے دشمنوں کے ساتھ رویہ نرم کر رکھا ہے یہ کمزور لوگوں کا شیوہ ہے۔

نعمان بن بشیر نے معترض کا جواب یہ دیا:

لَاَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ فِيْ طَاعَةِ اللهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْاَعِزِّيْنَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ۔

اگر میں اللہ کی اطاعت میں کمزور ہوں تو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں نافرمانی خداوندی میں ڈرنے والوں میں سے ہوں۔

یزید کی طرف سے شکائتی خطوط پر نعمان بن بشیر کی معزولی اور عبیداللہ ابنِ زیاد کی تقرری

اس وقت تو عبداللہ ابن مسلم ابن سعید حضرمی کچھ نہ کر سکا لیکن بعد میں اس نے ایک خط یزید کو لکھا کہ آپ کا گورنر نعمان بن بشیر کمزور شخص ہے اگر آپ کوفہ کو قبضہ میں رکھنا چاہتے ہیں تو کسی دلیر آدمی کو مقرر کرو اس کے علاوہ عمرو بن سعد اور عمارہ بن عقبہ نے بھی اسی طرح کے یزید کو خطوط لکھے۔

ان شکائتی خطوط کے ملنے کے بعد یزید نے سرجون بن منصور ایک شخص سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے تو اس نے عبیداللہ ابن زیاد کا نام لیا اس لیے کہ یہ عبیداللہ ابن زیاد کا دوست تھا اور یزید پلید کسی بات پر اس سے ناراض تھا اس نے یہ موقعہ پا کر کہا کہ یہ شخص بہت مفید ثابت ہوگا اور کسی کا لحاظ نہ کرے گا۔ میری رائے ہے کہ اس کو گورنر کوفہ مقرر کر دیں۔

یزید نے اس بات کو مان لیا اور عبیداللہ ابن زیاد جو اس وقت بصرہ کا گورنر تھا۔ اس کو مندرجہ ذیل مضمون کا خط روانہ کر دیا۔

فَاِنَّهُ كَتَبَ اِلَيَّ شِيْعَتِيْ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ يُخْبِرُوْنَنِيْ اَنَّ ابْنَ عَقِيْلٍ بِالْكُوْفَةِ يَجْمَعُ الْجُمُوْعَ شَقَّ عَصَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ سَرَحَسَنَ تقرامَابِيْ هٰذَا احَقّ تَاتِيَ الْكُوْفَةَ فَتَطْلُبَ اَمْنَ عَقِيْلٍ طَلَبَ الْخزاة فِتقفه فتوتقة اَوْ تقله اَوْ تنفيه۔

کوفہ کے رہنے والے میرے شیعوں نے مجھے لکھا ہے کہ ابنِ عقیل کوفہ میں لوگوں کو جمع کر کے موجودہ بنی بنائی صورت کو خراب کر رہا ہے لہٰذا فوراً وہاں جاؤ اور مسلم پر قابو پا کر بایں طور سزا دو کہ اسے قید کر دو یا شہر بدر کر دو یا قتل کر دو۔

چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر کو معزول کیا جاتا ہے اور ابن زیاد کو بصرہ اور کوفہ کا حاکم بنایا جاتا ہے یہ پروانہ چلتا تھا کہ عبیداللہ ابن زیاد تیار ہو گیا اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو قائمقام کر دیا۔ معلوم ہوا کہ یہاں پر بھی یزید نے وہی کام کیا جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے

(۱) کامل ابن اثیر

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

گورنروں کے ساتھ کیا۔ ان کو بھی معزول کیا اور نئے مقرر کئے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اہلِ بیتِ نبوت کا عظیم دشمن تھا اور خاندانِ نبوت کو ختم کرنے کے لیے ظالم لوگوں کا تقرر کرتا رہا۔

عبیداللہ ابنِ زیاد بصرہ سے کوفہ دارالامارت تک

عبیداللہ ابنِ زیاد بصرہ سے کوفہ کے سفر پر روانہ ہوا تو اس وقت پانچسو کے قریب افراد اس کے ساتھ تھے اور اس کا خاندان اور چشم وخدام بھی ساتھ تھے اپنے حالات کو مخفی رکھتے ہوئے رات کے وقت کوفہ کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی ظاہری ہیئت بدل کر مجازی وضع قطع اختیار کر لی۔ جب یہ کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے سر پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اور شجاعانِ عرب کے دستور کے مطابق منہ پر ڈھاسا باندھا ہوا تھا اس فریب اور مکر کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مجھے امامِ حسین رضی اللہ عنہ خیال کریں اور استقبال کرنے آئیں تو مجھے اس چالاکی و مکاری سے پتہ چل جائے گا کہ ان کو کتنی حمائت حاصل ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چونکہ اہلِ کوفہ جانتے تھے کہ حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اس ظالم کی عیاری و مکاری نے فی الحقیقت لوگوں میں یہ بات پیدا کردی کہ یہ جو قافلہ آ رہا ہے امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔ لوگ بڑی کثرت سے اشتیاقِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر نعرے لگاتے ہوئے جمع ہو گئے۔ اور حجازی لباس دیکھ کر تو لوگوں کو پورا یقین ہو گیا مگر ظالم دل میں جلتا رہا اور اسے اتنا معلوم ہو گیا کہ اکثریت امام حسین ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اسی اثنا میں عمرو بن باہلی نامی نے کہا ہٹ ہٹ ھذا الامیر عبیداللہ ابن زیاد۔ یہ سننا تھا کہ لوگ واپس مایوس ہو کر لوٹ گئے کہ یہ ظالم کس طرح یہاں آ گیا۔ کیونکہ لوگ اس کے ظلم وستم سے واقف تھے۔ سخت مایوس اور پریشان ہو گئے کہ اس کا آنا ظلم وستم کی چکی چلانے کے سوا اور کچھ نہیں اور یزید نے اس کو اسی لیے یہاں کا گورنر بنا کر بھیجا ہے۔ بالآخر یہ سیدھا دارالامارت کوفہ میں گیا۔ حضرت نعمان بن بشیر نے بھی یہی سمجھ کر دروازہ نہ کھولا۔ جب عبیداللہ ابن زیاد نے پورا پیغام اندر پہنچایا تو یہ جان کر نعمان بن بشیر نے قصرِ امارت کھول دیا۔ جب یزید کا حکم نامہ دکھایا تو حضرت نعمان بن بشیر اپنے وطن واپس دمشق چلے گئے اور ابنِ زیاد نے انتظام سنبھال لیا۔

ابنِ زیاد نے شہر کے رؤساء کو جمع کیا اور کہا کہ مخالفینِ حکومت کی فہرستیں تیار کرو اور تقریر کر کے کوفہ کے لوگوں میں خوف وہراس پیدا کردو کہ اگر تم لوگ باز نہ آئے تو تم کو پیس کر رکھ دیا جائے گا۔

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا مختار بن عبید ثقفی کے گھر سے منتقل ہو کر ہانی بن عروہ کے ہاں قیام

عبیداللہ ابن زیاد کے کوفہ کے گورنر کے تقرر اور کوفہ کے لوگوں میں خوف وہراس کی لہر کا سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے مصلحتاً مناسب سمجھا کہ میں ان حالات کے پیش نظر اپنی جائے اقامت تبدیل کر دوں۔ چونکہ ویسے بھی اس اقامت گاہ مختار بن عبیدہ ثقفی کے ہاں کا سب کو علم تھا اس لیے آپ نے اس جگہ کو تبدیل کیا اور نمازِ عشاء کے بعد ہانی بن عروہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ایسے متشددانہ حالات میں آپ کا وہاں جانا ثابت کرتا ہے کہ حالات آن کی آن میں بدل گئے ہانی نے کہا حضور جہاں تک ایسے حالات اور آپ کی حفاظت اور خدمت کا تعلق ہے میں اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑوں گا۔ آپ اطمینان سے رہیں جو بھار آئے مجھ پر آئے لیکن آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ (ان کے حالات کا تفصیلی ذکر ہانی کی شہادت میں آئے گا)

حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو چند یوم گزرے تھے کہ ہانی بیمار ہو گئے اور عبیداللہ ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ ہانی بیمار ہو گئے ہیں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

چونکہ آپ رؤسائے کوفہ میں سے تھے لہٰذا دوستانہ تعلقات کی بنا پر اس نے پیغام بھیجا کہ آج شام آپ کی عیادت کے لیے آؤں گا۔ اس موقعہ پر عمارہ بن سلول نے کہا کہ موقعہ بڑا شاندار ہے کہ جب یہ عیادت کے لیے آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ ہانی نے کہا گھر آئے ہوئے مہمان کے ساتھ ایسا کرنا درست نہیں۔ چنانچہ ابن زیاد آیا اور عیادت کر کے چلا گیا اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام مسلم بن عقیل یہاں کسی کمرے میں محفوظ ہیں۔ چند دنوں کے بعد دوسری مرتبہ پھر ابنِ زیاد ہانی کی عیادت کے لیے آیا۔ تو پھر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضور اسے قتل کر دیا جائے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے آقا سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو یہ روا نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو چپکے سے مارے۔ ہانی نے اس کی تائید کی اور کہا ایسا کرنا تو آسان ہے لیکن اسے بزدلانہ اور غیر شریفانہ فعل قرار دیا۔

ناظرین! یہ تھا وہ سلوک جو سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی بن عروہ کا کہ اتنے بڑے ظالم قاتل کے گھر آنے پر اس کو مہمان کا درجہ خیال دیتے ہوئے ایسا کوئی وار نہیں فرماتے۔ یہ تھی مثال ان کے حسنِ سلوک کی۔

لیکن ابنِ زیاد نے جو ناروا سلوک اہلِ بیت کے امامِ جلیل ابنِ عقیل رضی اللہ عنہ اور انہی کے میزبان ہانی بن عروہ کے ساتھ کیا جو ابنِ زیاد کے بھی گہرے دوست تھے لیکن ظالم نے نہ احترامِ اہلِ بیت ملحوظ رکھا اور نہ ہی ہانی پر ظلم کرتے وقت ان کی دوستی کا خیال رکھا۔

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش اور عبید اللہ ابن زیاد کے جاسوس

عبید اللہ ابن زیاد نے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش کے سلسلہ میں کئی دن لگا دیے لیکن کہیں سے آپ کی جائے اقامت کا پتہ نہ چل سکا۔ حیرت ہے کہ کسی کے ذریعہ بھی ان کا کہیں جائے مقام کا پتہ نہیں چلتا۔ بالآخر اس نے بنو تمیم کے ایک آزاد غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر سراغ رسانی پر مقرر کیا۔ معقل نے سر توڑ کوشش شروع کر دی۔ یہ شخص جامع مسجد کوفہ میں آیا اور وہاں ایک آدمی مسلم بن عوسجہ کو نماز نوافل میں مشغول دیکھا۔ معقل نے اس کی کثرتِ عبادت سے اندازہ کیا کہ یقیناً یہ آدمی یزیدی، زیادی نہیں بلکہ کوئی حسینی اور دینی جماعت کا ہے جب وہ فارغ ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر حال پوچھا اور بڑے احترام سے کہا میں ایک شامی ہوں میرے دل میں اہلِ بیتِ اطہار کی محبت ہے مجھے معلوم ہے کہ یہاں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے معتمد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آئے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی زیارت کروں اور ناچیز ہدیہ بھی پیش کروں۔ یہ مسلم بن عوسجہ اس کی منافقانہ باتوں میں آ گئے اور چال نہ سمجھ سکے منافق ایسے ہی چٹ پٹی میٹھی باتیں کر کے راز لے لیتے ہیں اور بھولے بھالے لوگ بڑی جلدی ان کی ایسی باتوں میں آ جایا کرتے ہیں۔ بالآخر مسلم بن عوسجہ نے اجازت لے کر چند روز کے بعد معقل کو سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کر دیا اس نے بیعت کر لی اور ہدیہ پیش کیا آپ نے انکار فرمایا تو ابو تحامہ صیداوی نے لیا۔ یہ روزانہ سب سے اول حاضر ہوتا اور آخر میں جاتا۔ تاکہ سب آمد و رفت والوں کو جانوں اور راز لوں۔ پھر ابنِ زیاد کے پاس جایا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ عبید اللہ ابن زیاد کو تمام حالات اور جائے اقامت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ معلوم ہو گئی۔ (الحیات)

حضرت ہانی بن عروہ کا مختصر تعارف

ہانی بن عروہ یہ وہ صاحب ہیں جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے اور بڑے بزرگ اور صاحب اقتدار تھے۔ جب کسی مہم کے لیے نکلتے تو

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

چار ہزار زرہ پوش اور آٹھ ہزار پیادہ آدمی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں کئی جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر اٹھانوے برس تھی جیسا کہ آگے ان کی شہادت کا ذکر آرہا ہے۔ غرضیکہ ہانی بن عروہ روسائے کوفہ میں بڑی اعلیٰ شخصیت تھے۔ ان کی اسی سرداری کی وجہ سے ابنِ زیاد خود ان کے پاس ملنے آیا کرتا تھا اور آپ بھی دوستانہ تعلقات کے پیشِ نظر اس کے پاس آتے جاتے تھے لیکن جب سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ان کے ہاں رہائش پذیر ہوئے تو انہوں نے آنا جانا کم کر دیا تھا کہ کہیں ان کو میرے ہاں حضرت کی رہائش کا علم نہ ہو جائے اور کوئی بات سامنے نہ آئے۔

مہمانِ جلیل سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو پناہ دینے پر حضرت ہانی بن عروہ کی گرفتاری اور ظلمِ عبیداللہ ابنِ زیاد

عبیداللہ ابنِ زیاد والیٔ کوفہ کو اپنے جاسوس معقل کی زبانی سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ ہانی بن عروہ کے گھر مقیم ہیں چنانچہ ابنِ زیاد نے محمد ابن اشعث، اسماابن خارجہ کو بلایا اور کہا کہ ہانی کئی روز سے نہیں آئے ان کو بلا کر لاؤ۔ (الحیات)

انہوں نے کہا معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی بیماری سے صحت یاب نہ ہوئے ہوں کہنے لگا اچھا تم جاؤ اور ان کو ضرور ساتھ لے کر آؤ۔ پھر یہ دونوں اشخاص ہانی کے پاس آئے اور ابنِ زیاد کا پیغام دیا کہ وہ آپ کو بلا رہا ہے اور آپ کو چلنا چاہیے۔ وہ بھی اس معاملہ میں بے خبر تھے۔ حضرت ہانی بغیر کسی کو اطلاع دیے ہوئے تنہا حسب روایات چلے گئے تو دیکھا کہ ابنِ زیاد کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ ابنِ زیاد دیکھتے ہی کہنے لگا موت کے منہ میں آ گئے ہو آپ نے فرمایا کیوں کیا بات ہوگئی؟ کہنے لگا تم نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ حضرت ہانی نے کہا تم کو اس کی کس نے خبر دی۔ اس نے اشارہ کیا اپنے جاسوس معقل کی طرف کہ یہ کہتا ہے جو روزانہ تمہارے ہاں آتا جاتا ہے اسی نے مجھے تمام حالات بتائے ہیں۔ حضرت ہانی نے جب اس شخص کو دیکھا تو سمجھ گئے اور واقعہ کی تہہ تک پہنچ گئے کہ یہی جاسوس ہے جس نے یہ خبر ان تک پہنچائی۔ آپ نے برموقعہ جواب دیا مہمان کو میں نے پناہ دی ہے تو کیا حرج ہے مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ مہمان کو اپنے گھر سے نکالوں۔ ابنِ زیاد نے کہا اچھا یہی بات ہے تو مسلم کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت ہانی نے جواب دیا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہنے لگا پھر یہاں آپ کا چھٹکارا مشکل ہے جب تک ان کو میرے پاس نہ لاؤ۔ آپ نے فرمایا۔ وَاللّٰهِ لَا جِئْتُكَ بِهٖ اَبَدًا اَجِيْئُكَ بِضَيْفِيْ تَقْتُلُهٗ۔ اللہ کی قسم میں ان کو ہرگز تمہارے پاس پیش نہیں کروں گا اس لیے کہ تو میرے مہمان کو قتل کر ڈالے۔ جب بات باہمی تکرار میں شدت اختیار کر گئی اور آپ انکار کرتے رہے تو ایک شخص مسلم ابن عمرو باہلی جو پاس کھڑا تھا اس نے علیحدہ کر کے حضرت ہانی کو کہا کہ آپ کی اس طرح بڑی ذلت ہے جب یہ کہتے ہیں کہ ان کو حاضر کر دو تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ حضرت ہانی نے کہا خدا کی قسم اگر میرے ساتھ کوئی نہ ہو تو بھی کٹ مروں گا لیکن اپنے مہمان کو کسی قیمت پر خود ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ یہ بات بھی ابنِ زیاد نے سن لی تو کہنے لگا۔ اِنْ لَا تَاْتِيَنِّيْ لَاَضْرِبَنَّ عُنُقَكَ اگر تم نے اس کو حاضر نہ کیا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ہانی نے فرمایا اِذًا وَاللّٰهِ تَكْثُرُ الْبَارِقَةَ۔ خدا کی قسم اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے قصر کے اردگرد تلواریں ہی تلواریں چمک اٹھیں گی۔ یہ سن کر ابنِ زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا اَتُخَوِّفُنِيْ بِالْبَارِقَةِ تم مجھے تلواروں سے ڈراتے ہو؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں جیسا تم مجھے ڈراتے ہو۔ اسی حال میں ابنِ زیاد جلتا اٹھا اور اپنے عصا سے حضرت ہانی کو اس قدر مارا کہ ان کے رخسارے پھٹ گئے اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی اور خون کے فواروں نے تمام بدن بمعہ لباس کے رنگین کر دیا۔ چونکہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا آپ نے ایک تلوار کو جو وہاں پڑی ہوئی تھی پکڑنا چاہا وہ چھین لی گئی۔ اس زخمی بے چارگی کی حالت میں سسکتے ہوئے آپ کو کمرے میں قید کر لیا گیا اور دروازہ مقفل کر دیا۔ تا کہ لوگوں کو ان کا حال معلوم نہ ہو جائے۔ اگر واقعی کسی کو معلوم ہو گیا تو تمام کوفہ تلواریں لے کر آ جائے گا۔ عبید اللہ ابنِ زیاد ایسا کر تو چکا تھا لیکن اب خائف تھا اور کوئی تدبیر یعنے چالاکی سوچتا رہا۔ (۱)

عبید اللہ ابنِ زیاد کا محاصرہ

تھوڑی ہی دیر کے بعد سارے کوفہ میں خبر پھیل گئی کہ حضرت ہانی کو قتل کر دیا گیا ہے تو ہانی کے برادرِ نسبتی عمرو بن حجاج زبیدی یہ خبر سنتے ہی بہت بڑی جماعت لے کر قصرِ دارالامارت کو آ کر گھیر لیا۔ اب ابنِ زیاد کو اپنی شامت نظر آ رہی تھی اس نے ایک ترکیب سوچی تھی کہ قاضی شریح کو بلوایا اور کہا دیکھو فلاں کمرے میں ہانی زندہ ہیں یا کہ نہیں۔ انہوں نے دیکھا زندہ ہیں لیکن زخمی اور بیمارگی کی حالت میں۔ ہانی نے شریح سے کہا کہ خدارا قوم کو میرے متعلق صحیح بات سے آگاہ کرو کہ میرے ساتھ یہ سلوک ہوا ہے۔ اگر دس آدمی آ جائیں تو آج اس کا مقابلہ ہو جائے گا کہاں گئی میری قوم اور کہاں گئے مددگار یہ الفاظ آپ کہہ رہے تھے کہ قاضی شریح نے کہا میں بتا تو دوں لیکن اس نے میرے ساتھ اپنے جاسوس ہمراہ بھیجے ہیں تا کہ کسی کو اصل حقیقت سے خبردار نہ کر دے۔ اس کے بعد ابنِ زیاد نے بڑی منت سماجت کر کے قاضی شریح سے کہا کہ تم نے ان لوگوں کو یہاں سے لے جانا ہے اور ان کی تسلی کرنی ہے اور کہنا کسی مصلحت کے تحت انہوں نے ان کو پاس بٹھایا ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ چنانچہ قاضی شریح نے باہر لوگوں کو تسلی دی اور کہا کہ تم اپنے اپنے گھروں میں چلے جاؤ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہانی بخریت وسلامت ہیں تو عمرو بن حجاج نے کہا الحمد للہ اگر وہ خیرت سے ہیں تو ہم کو یقین آ گیا لہذا اب چلتے ہیں۔ گویا کہ یہ بھی ایک کرن تھی کہ شائد حضرت ہانی بچ جاتے لیکن یہ کرن نمودار ہوتے ہی آن کی آن میں غائب ہو گئی۔ یہ خبر تو پہلے ہی مشہور ہو چکی تھی لیکن ہانی کے گھر سب رو رہے تھے۔ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ معزز میزبان انہی کی خاطر مصائب میں گرفتار رہیں اور وہ ابھی تک گھر نہیں آئے چنانچہ امام باہر نکل آئے اور چند افراد کو ہمراہ لے کر سیدھے قصرِ دارالامارہ پہنچ گئے اور کچھ لوگ بھی ساتھ شامل ہو گئے جب ابنِ زیاد کو پتہ چلا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ لشکر لے کر آ رہے ہیں اور قلعہ کا محاصرہ کرنے لگے ہیں۔ تو اس نے کوفہ کے رؤساء جن کی تعداد بیس تک تھی اور کچھ اور دس افراد تھے اور کچھ باہر اس کام پر مامور تھے کہ وہ لوگوں کو ڈرائیں اور دھمکائیں چنانچہ وہ بیس افراد قلعہ کے اوپر چڑھ کر لوگوں کو ڈرانے لگے کہ ہم رؤساء کوفہ ہو کر تم کو بتا دینا چاہتے ہیں۔

اَيُّهَا النَّاسُ اَلْحِقُوا بِاَهْلِيْكُمْ فَاِنَّ هٰذِهٖ جُنُوْدِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدَ قَدْ اَقْبَلَتْ۔

لوگو اپنے گھروں میں چلے جاؤ جلدی کرو یزید کے لشکر آ رہے ہیں اور وہ تمہارا قلع قمع کر دیں گے اور تمہاری اولاد اور تم کو ایک دوسرے سے جدا کر دیں گے یعنی قتل کر کے اڑا دیں گے اور تمہاری کوئی کوئی مدد نہیں کرے گا۔

اس شیطانی مکروفریب کا کافی اثر ہوا کہ لوگ متفرق ہوئے اور بھاگنے شروع ہو گئے یہاں تک کہ عورتیں آدمیوں کو اور لڑکے باپوں کو اور باپ لڑکوں کو مائیں بیٹوں کو الغرض اپنے اپنے قریبیوں کو بلا بلا کر لے گئے کیونکہ خوف وہراس لشکرِ یزید سے بڑا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کوئی یتیم ہو گا کوئی بیوہ اور کوئی بے اولاد۔

(۱) الحیات، ج:۲، ص:۱۱۹

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

كَانَتْ الْمَرْأَةُ فَتَاتِيْ بِهَا وَاِنْ هَلْ فَتَبْغُول اِنْصَرَفَ النَّاسُ يَكْفُوْنَكَ وَيَجِيءُ الرَّجُلُ اِلٰى اَبْنِهٖ وَاَخِيْهِ فَيَقُوْلُ غُرَايَا اَهْلَ الشَّامِ فَمَا تَصْنَعُ بِالْحَرْبِ وَالشَّرِ اِنْصَرَفَ.

عورتیں اپنے مردوں اور بیٹوں اور بھائیوں کے پاس آتیں اور کہتیں واپس چلو واپس چلو شام کا لشکر آجائے گا کیا کرو گے۔ (البدایہ)

یہ عیاری مکاری رفتہ رفتہ کارگر ہوئی اور لوگ جانے شروع ہو گئے یہاں تک کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا اور ہزاروں میں سے صرف پانچسو کے لگ بھگ آدمی رہ گئے۔

جامع مسجد کوفہ میں بحالتِ نمازِ مغرب آخری افراد کا سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے فرار

اب چند سو آدمیوں کی تعداد سیدنا امام مسلم بن عقیل کے ہمراہ ہے آپ نے خیال کیا کہ اور تو لوگ ڈر اور لالچ انعام واکرام کی خاطر چلے گئے ہیں امید ہے کہ یہ نہیں جائیں لیکن معلوم نہیں کہ یہ بھی وقتِ آخر ساتھ چھوڑ دیں گے اسی اثناء میں جب نمازِ مغرب کا وقت ہوا تو جامع مسجدِ انبیاء کوفہ میں آپ نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے اور یہ افراد جن کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی وہ بھی ساتھ رہے جب آذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی اور امامت کے فرائض سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہی فرما رہے تھے تو سب آپ کے پیچھے کھڑے تھے لیکن جب آپ نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ پیچھے تو ایک شخص بھی موجود نہیں۔ (ایضاً)

فَانْوِ يَنْظُرُ اِلٰى خَلْفِ فَاِذَا فَرَغْتِ الصَّلٰوةِ الْمَغْرِبِ لَيْسَ النَّاسُ مِنْ وَاحِدٍ رَجُلٍ

پس جب آپ نے فراغتِ نماز کے بعد پیچھے دیکھا تو صفوں پر لوگوں میں سے کوئی ایک آدمی بھی آپ کے پیچھے نہ رہا۔

یہ تو تھا ان کا حال اور جو دیگر محلوں میں تھے ان کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی کہ کوئی شخص امام مسلم رضی اللہ عنہ کی نصرت کے لیے نہ آسکے بلکہ جو نکلے ان کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ آٹھویں ذوالحج ساٹھ ہجری کا ہے۔

ان مذکورہ حالات سے معلوم ہوا کہ ساٹھ ہجری کے دورِ منحوس میں یزید کے پیروکاروں نے جلیل امامِ اہلِ بیت کے پیچھے سے نماز توڑ کر اور جامع مسجد اللہ کے گھر جو کئی فیوض و برکات کی حامل ہے جس کو مسجدِ انبیاء بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح چھوڑنے والے اس عظیم شرف سے محروم ہو گئے اور یہی ان کی تباہی کا اصل سبب تھا۔ جس کی ابتدا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بلوا کر پھر ان کا ساتھ چھوڑ کر ہوئی اور حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ تنہا رات کی تاریکی میں رہ گئے اور کوئی راستہ بتانے والا بھی نہ رہا۔

سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کی بیکسی اور خاتون طوعہ مسلمہ

اس غربت میں سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ سے باہر نکلے تو دیکھا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ آج شہرِ کوفہ کی عظیم گنجان آبادی میں سرگرداں پھر رہے ہیں اس پریشانی کے عالم میں کہ کدھر جائیں اور کہاں رات گزاریں کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین کا ٹکڑا شب گزارنے کے لیے نظر نہیں آتا۔ اب سوچتے ہیں کہ واقعی بدعہد قوم نے بیوفائی کا وہی مظاہرہ کیا ہے جس کا مشہور ہے حیرت ہے کہ کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل ہو چکے ہیں۔ جہاں سے ایسے محترم مہمان کو مدعو کرنے اور رسل و رسائل کا تانتا بند گیا تھا اور آج کوئی ایک ہمدم نظر نہیں آرہا۔ (ایضاً)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اسی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں بنی کندہ کے قبیلہ بنی جبلہ کے محلہ میں جا نکلے اور چلتے چلتے ایک عورت طوعہ نامی کے دروازے پر جا پہنچے۔آپ نے دیکھا کہ عورت تاریکی رات میں نہ معلوم اپنا دروازہ کھول کر کیوں بیٹھی ہوئی ہے۔آپ نے اس عورت کو اس طرح دیکھ کر فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا اَمَةَ اللهِ اَسْقِیْنِیْ مَاءً اے اللہ کی بندی تجھ پر سلام ہو مجھے کچھ پانی تو پلا دو۔اللہ اکبر۔جس گھر سے دنیا کو بھیک ملتی ہے آج وہ امام جلیل بھوک اور پیاس سے کوفہ کی گلیوں میں پھر رہے ہیں اور ایک عورت سے پانی کی تمنا کر رہے ہیں۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت اس عورت کی قسمت روشن فرما رہے ہیں۔اور سخت پریشانی اور مصیبت وغم میں بھی شریعتِ مطہرہ کا لحاظ ان کی رگِ ہاشمی میں موجود ہے۔جب عورت سے پانی طلب فرماتے ہیں تو بغیر السلام علیکم کے نہیں فرماتے۔کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آقا و مولا سرکار محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ کسی مسلمان سے کوئی بات نہ کرو جب تک اسے سلام نہ کرلو۔ایسی حالت میں بھی ایک لمحہ خلافِ شریعت کلمہ نہیں فرماتے۔

اس عورت نے اسی وقت پانی کا پیالہ پیش کیا حضرت نے پانی پیا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جَزَاكِ اللهُ یَا اَمَةَ اللهِ. اللہ کا شکر ہے اے پانی پلانے والی خدا تجھ کو جزائے خیر دے۔اب پانی پی کر حضرت کے قدم اٹھتے نہیں اور وہیں تھکے ماندے دروازہ کے نزدیک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔کون کیا بتائے جوان کے دل پر گزری۔عورت نے جب آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا کہ یہ اب جاتے نہیں تو کہنا پڑا کیا بات ہے آپ کہاں بیٹھ گئے اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟ سیدنا امام مسلم نے فرمایا: یَا اَمَةَ اللهِ مَا لِیْ هٰذَا الْمِصْرُ مَنْزِلٌ وَّلَا عَشِیْرَةٌ فَهَلْ لَّكِ اَجْرٌ وَّمَعْرُوْفٌ وَلَعَلِّیْ اُكَافِئُكِ بَعْدَ الْیَوْمِ۔اے اللہ کی بندی جاؤں کہاں اس شہر میں نہ تو میرا کوئی گھر ہے اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے کیا تو مجھے اپنے گھر ٹھہرا سکتی ہے؟ (ایضاً)

ہوسکتا ہے کہ آج کے بعد اس نیکی کا بدلہ تجھے دے سکوں۔

امام کی زبان سے یہ کلمات نکلنے تھے کہ طوعہ عورت گھبرا کر کہنے لگی یَا عَبْدَ اللهِ مَا ذَاكَ وَمَنْ اَنْتَ الرَّجُلُ اے اللہ کے بندے ماجرا کیا ہے اور آپ کون شخص ہیں؟

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے بحالتِ زار فرمایا ہمارا کیا حال پوچھتی ہو کچھ بتانے کے لیے نہیں رہا اَنَا مُسْلِمُ ابْنُ عَقِیْلٍ مِنْ اَهْلِ الْبَیْتِ كَذَّبَنِیْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَغَرَّنِیْ وَاَخْرَجُوْنِیْ۔میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اہلِ بیت سے ہوں اور مجھے ان لوگوں نے یہاں بلوا کر دھوکا دیا اور اب سب بھاگ گئے ہیں۔

اس نام کا سننا تھا کہ طوعہ عورت آپ کے قدموں میں گر گئی اور نہایت عزت و تکریم کے ساتھ اپنے گھر کے اندر لے گئی اور اپنی لاعلمی کی معافی چاہی۔بسترِ آرام بچھایا اور کھانا تیار کر کے پیش خدمت کیا۔زہے نصیب۔

حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کھانا نہ کھایا بڑے اصرار کے باوجود آخر آپ نے فرمایا نہیں مجھے بھوک نہیں۔ہاں مجھے وضو کے لیے کسی برتن میں پانی ڈال کر میرے پاس رکھ دو۔رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا کہ اس عورت کا لڑکا بلال نامی آیا اس نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ طوعہ نے کہا یہ امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اہلِ بیت سے ہیں ہماری خوش نصیبی ہے کہ مہمانِ عظیم کے قدمِ اقدس ہمارے گھر میں آ گئے ہیں ان کی خدمت اور تعظیم و تکریم دنیاوی و اخروی بھلائی ہے اس کے بعد وہ لڑکا بلال سو گیا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امام مسلم کی آخری شبِ عبادت، شرفِ زیارت، بشارتِ شہادت

صبح ہونے کے بعد طوعہ خاتون نے سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور آپ رات کو سوئے نہیں اکثر وقت آپ عبادتِ خداوندی میں مصروف رہے ہیں آپ نے فرمایا اللہ کی جتنی یاد کی جائے بہتر ہے طوعہ خاتون نے عرض کیا کھانا تیار کر لیا ہے آپ نے رات کو بھی کھانا نہ کھایا اب تو کھائیں میں کھانا لائی ہوں۔ آپ نے فرمایا کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ بڑے اصرار پر یہی فرمایا۔ طوعہ خاتون نے کہا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ خدا کے حضور اسی حالت میں جاؤں۔ گھبرا کر کہا ایسا کیوں فرماتے ہیں آپ نے فرمایا پس آج مسلم کا آخری دن ہے اس لیے کہ

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقُوْلُ الْعَجَلِ وَمَا اَظُنُّ اِلَّا اَنَّہٗ اٰخِرُ اَیَّامِیْ مِنَ الدُّنْیَا۔

میں نے آج شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا ہے میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا ہے مسلم جلدی جلدی کرو۔ میرا گمان یہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ دنیا میں آخری دن ہے۔

طوعہ گھبرا گئی اور کہا ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا دشمن میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کو میری خبر ہو جائے۔ اس نے کہا ایسا نہیں کون ہے جو یہ بتائے۔ آپ نے فرمایا یہ خبر اقامتِ مسلم اب کیسے چھپی رہ سکتی ہے؟ اس کے بعد آپ پھر نوافل اور ادعیہ الہیہ میں مصروف ہو گئے۔

مسلح لشکرِ ابنِ زیاد اور طوعہ کے گھر کا گھیراؤ

اسی دن عبیداللہ ابن زیاد کے اس اعلان پر کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش کرو وہ کہاں ہے اور عمرو بن حریث نامی کو اس کام پر مامور کر دیا رات بھر شہر کی ناکہ بندی رہی اور گھروں کی تلاشی شروع ہوئی دارالامارت میں ابنِ زیاد نے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ ان میں خاتون طوعہ کا لڑکا بلال بھی پہنچا جب اسے معلوم ہوا کہ یہ تو اسی شخص کی تلاش میں ہیں جو ہمارے گھر میں ہیں اور اگر بتا دوں گا تو بہت بڑا مال و متاع پاؤں گا، بدطینت اس لالچ میں اسی لیے آیا کیونکہ ابن زیاد یہ اعلانِ عام کر چکا تھا۔

فَاِنَّ ابْنَ عَقِیْلٍ السَّفِیْھَۃَ الْجَاھِلِ فَعَلَ مَا رَأَیْتُمْ مِنَ الْخِلَافِ الشِّقَا فَبَرَائَتُ ذِمَّۃِ مِنْ رَجُلٍ وَجَدْنَاہُ فِیْ دَارِہٖ

ابنِ عقیل نے حکومت کی جو مخالفت کی وہ تم لوگوں نے دیکھ لی۔ ہم نے جس کے گھر سے پالیا اس کی جان و مال تباہ کر دیں گے اور جو اسے پکڑ کر ہمارے پاس لے آئے گا اس کو دیت دی جائے گی (یعنے دیت کے برابر انعام اور مال و متاع)

....

بد بخت عبدالرحمٰن ابن محمد ابن اشعث کے پاس گیا اور کہا کہ مسلم ہمارے گھر میں رات کے موجود ہیں اور ابنِ زیاد کو کہہ کر انعام حاصل کریں۔ یہ فوراً جا کر ابن زیاد کو کہتا ہے مسلم بلال کے گھر میں ہیں ابنِ زیاد نے چھڑی مار کر کہا جاؤ جلدی کرو اس کو پکڑ کر لاؤ۔ اس نے کہا میں اس کو اکیلے نہیں لاسکتا آپ مجھے پورا دستہ فوج دیں تا کہ اسے پکڑ سکیں اس نے کہا ایک آدمی کے لیے یہ کوئی معمولی بات ہے ابن زیاد نے کہا اچھا اس کے بعد ستر آدمی تلواریں اور گھوڑے لے کر دوڑے (بعض نے ان کی تعداد تین سو کے قریب بھی لکھی) اس لشکر نے بکفِ اسلحہ جنگی سامان سے بھرپور ہو کر طوعہ خاتون کے گھر تک پہنچ کر تمام گھر کا محاصرہ کر لیا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ پر سنگباری اور شجاعتِ ہاشمی اور گرفتاری

اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں اور لوگوں کے شور وغل کی آواز کانوں تک پہنچی کہ یزیدی فوجیں آ گئیں۔ سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور اپنی تلوار حمائل کی اور طوعہ کو کہا یہ تمہارے بد بخت لڑکے کا حال ہے کہ میری اقامت کی اس نے خبر دے دی ہے لیکن کیا کر سکتی تھی۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی کارگزاری کا صلہ ہے اور تم کو اپنی نیکی کا ملے گا۔ آپ باہر نکلنے لگے تو طوعہ خاتون نے کہا آپ باہر نہ جائیں آپ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ ظالم مکان کو آگ نہ لگا دیں یا گرا نہ دیں میں خود ہی ان کے سامنے چلا جاتا ہوں یہ کہہ کر طوعہ کو فرمایا آخری سلام مسلم کا قبول ہو۔

قَدْ اَدَّيْتَ مَا عَلَيْكِ مِنَ الْبِرِّ وَ الْاِحْسَانِ وَجَدْتِ نَصِيْبَكِ مِنْ شَفَاعَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدِ الْاُنْسِ وَالْجَانِّ

تو نے میرے ساتھ نیکی کر کے سید الانس والجان سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اپنے نصیب میں کر لی ہے۔

طوعہ خاتون روتی رہ گئی۔ سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو دیکھا کہ لشکر اپنے ناپاک ارادوں میں تیار ہے اور زبانِ حال سے فرمایا

اُخْرُجِیْ الْمَوْتَ الَّذِیْ لَیْسَ مِنْهُ مَحِیْصٍ۔ ”اے جان نکل موت کی طرف جس سے کچھ چھٹکارا نہیں“۔

ظالم حضرت کو دیکھتے ہی درندوں کی طرح آپ پر حملہ آور ہو گئے۔ شجاعتِ ہاشمی کے پیکرِ عظیم نے تنِ تنہا اپنی تلوار سے مقابلہ کیا اور اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے کئی لوگوں کو واصلِ جہنم کیا۔ آپ کی زبانِ اطہر سے یہ کلمات جاری تھے۔

هُوَ الْمَوْتُ فَاصْنَعْ مَا اَنْتَ صَانِعٌ
مَا اَنْتَ بِكَأْسِ الْمَوْتِ لَا شَكَّ جَارِعٌ
فَصَبْرًا لِاَمْرِ اللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهٗ
مَحْكُمٍ قَضَاءُ اللّٰهِ فِي الْخَلْقِ وَاقِعٌ

جو کچھ کرنا ہے کر لے موت موجود ہے اور یہ موت کا پیالہ تم نے ضرور پینا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنا لازمی ہے سب مخلوقات پر اسی کا حکم نافذ العمل ہے۔

یہاں تک کہ آپ نے اکتالیس یزیدیوں کو مار ڈالا وہ گھبرا گئے۔ محمد ابن اشعث گھبراتا ہوا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ابنِ زیاد کے پاس گیا کہ ہمارے اکتالیس آدمی اکیلے مسلم نے مار ڈالے ہیں اور ہمیں اور آدمی دیے جائیں ابن زیاد آگ بگولہ ہو کر محمد ابن اشعث پر ٹوٹ پڑا اور کہنے لگا۔

اَبَعَثْتُكَ اِلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ لِتَاْتِيَنَا بِهٖ فَكَيْفَ اِذَا اَرْسَلْتُكَ اِلٰى غَيْرِهٖ

ہم نے تم کو ایک آدمی پکڑنے کے لیے بھیجا اور تمہارا یہ حال ہوا اگر تم کو کسی فوج کے مقابلہ پر بھیج دیا جائے تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا؟

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ابن اشعث نے کہا:

اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اَظُنُّكَ اِنَّكَ بَعَثْتَنِيْ اِلٰى بَقَّالِ الْكُوْفَةِ وَاِلٰى اَمْرٍ مَقَانِيْ مِنْ جَرَامَقَةِ الْحِيْرَةِ اَوَلَمْ تَعْلَمْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اَنَّكَ بَعَثْتَنِيْ اِلٰى اَسَدٍ ضِرْغَامٍ وَسَيْفٍ حِسَامٍ فِيْ كَفِّ بَطَلٍ هُمَامٍ مِنْ آلِ خَيْرِ الْاَنَامِ۔

اے امیر کیا آپ کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے کسی کوفہ کے گنڈ پیاز اور سبزی فروش کے پاس بھیجا ہے یا قوم مقانی بزدل (موصل میں ایک قوم کی طرف اشارہ ہے) کی طرف بھیجا ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ نے کس کی طرف بھیجا ہے جو شیرِ شبیر شجاعتِ عام اور اس کی تلوار حسام ہے اور جو جلیل امام ہمام ہے اور وہ نسلِ حضور خیر الانام ہے۔

ابن زیاد یہ سن کر چکرا گیا کہنے لگا اَعْطِهِ الْاَمَانَ فَاِنَّكَ لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ اِلَّا بِهٖ۔ اس کو امان وسلامتی کا دھوکا دے کر اس بہانے سے میرے پاس لے آؤ کہ ابن زیاد امان دے گا آپ کو کچھ نہ کہا جائے گا۔ ورنہ اس کے بغیر تم اس پر قابو نہ پاسکو گے۔ ابن اشعث گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا تو دیکھا کہ مقابلہ ہو رہا ہے اور سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہیں زخموں کی کثرت اور خون کے زیادہ بہہ جانے سے اور شدتِ پیاس سے نڈھال ہو کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے ہیں۔ اسی اثناء میں آپ نے طوعہ خاتون کو آواز دی کہ تھوڑا سا پانی پلا دو وہ جلدی سے پانی لے کر آئی کہ حضرت پانی پینے نہ پائے کہ ایک ظالم نے اس قدر زور سے پتھر مارا کہ حضور امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے منہ پر لگا اور ہونٹ مبارک چھید گیا اور اگلے دانت ٹوٹ گئے آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَوْ كَانَ لِيْ رِزْقِي الْمَقْسُوْمِ شکر ہے اللہ تعالیٰ اگر یہ دنیاوی پانی ہماری قسمت میں نہیں ہے تو حوض کوثر سے سیراب ہو جائیں گے۔ پھر ایک ظالم نے اور پتھر مارا جو سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کی پیشانی اقدس پر لگا کہ خون کا فوارا پھوٹ پڑا بدنِ اقدس لہولہان ہو گیا داڑھی مبارک اور چہرہ خون آلود ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا مَا لَكُمْ تَرْمُوْنِيْ بِالْاَحْجَارِ كَمَا تَرَامُ الْكُفَّارُ وَاَنَا مِنْ اَهْلِ بَيْتِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَبْرَارِ لَا تَرْعَوْنَ حَقَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔ تمہیں کیا ہو گیا مجھے تو پتھر اس طرح مار رہے ہو جیسے کفار کو مارے جاتے ہیں۔ حالانکہ میں تو انبیاء وابرار کے خاندانِ اہلِ بیت سے ہوں اور تم کو خاندانِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے معاملہ میں ان کے خاندان واولاد کا کچھ پاس نہیں۔

اس کے بعد ایک ظالم نے پیچھے سے اچانک اس قدر زور کا پتھر مارا جو کمرِ اقدس پر لگا اور گر گئے اور زبانِ حال سے بے بس ہو کر فرمایا:

يَا حُسَيْنُ هَلْ عَلِمْتَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمَ مُظْلِمٍ مَاذَا بِهِ النَّاسُ مِنَ الْكُوْفَةِ مَا اَخْبَرَ بِحَالِ اِلَيْكَ ....

ہائے اے حسین رضی اللہ عنہ کیا اپنے بھائی جگر سوختہ مسلم کی آپ کو خبر ہے کون ہے جو آپ کو خبر کرے کہ مجھ پر کیا ظلم ڈھائے جا رہے ہیں اور کون ہے جو آپ کو اس سرزمین میں آنے سے روکے۔

ظالموں نے خستہ بدن حالت میں لاچار دیکھ کر آپ کو پکڑا اور گھوڑے پر سوار کرنے لگے آپ نے فرمایا کہاں لے جانے لگے ہو ابن اشعث نے کہا ابن زیاد آپ کو امان دے گا آپ نے فرمایا ظالمو اب بھی مجھے امان کا دھوکا دے کر لے جانا چاہتے ہو۔ کہنے لگا نہیں نہیں۔ آپ نے فرمایا تم پر کچھ اعتبار نہیں لیکن اب بھی تمہارا پتہ چل جائے گا سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو دار الامارت کوفہ ابن زیاد کے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پاس لے آئے۔

سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کے آخری مکالمات اور ابنِ زیاد

تمام معتبرہ روایات اس پر شاہد ہیں کہ صاحب علم وفضل وصاحب کمال، حسنِ عبادت وغیرتِ ہاشمی کے پیکر سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جب زخمی حالت میں دربارِ ابنِ زیاد میں آئے تو آپ نے نہ اشارۃً اور نہ کنایۃً اور نہ زبانِ اطہر سے سلام کہا۔ ایک شخص نے کہا امیر کو سلام کہو تو آپ نے فرمایا۔

اِنْ كَانَ يُرِيْدُ قَتْلِىْ فَمَا سَلَامِىْ وَاِنْ كَانَ لَا يُرِيْدُ لَيَكْثُرَنَّ سَلَامِىْ عَلَيْهِ۔ اگر ابنِ زیاد میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کو میرا اسلام نہیں اور اگر ایسا نہ کرے جیسا کہ رہا ہے تو پھر سلام وکلام ہوتا ہی رہے گا۔

ابن زیاد نے کہا لَعَمْرِىْ لَيَقْتُلَنَّ مجھے قسم ہے اپنی عمر کی تجھ کو ضرور قتل کروں گا۔ سیدنا امام مسلم نے فرمایا اَنَا اَقْتُلُ لِهٰذِهٖ میں قتل ہونے ہی کے لیے بلوایا گیا ہوں ابنِ زیاد نے کہا یا ابن عَقِيْلٍ اَتَيْتَ النَّاسَ وَهُمْ جَمِيْعٌ فَصَرَقْتَهُمْ۔ جمع شدہ لوگوں میں آکر تو نے تفرقہ ڈالا۔ سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا كَلَّا وَلٰكِنَّ اَهْلَ الْمِصْرِ زَعَمُوْا اَنْ لَنَا مُرُبَا الْعَدْلِ وَنَدْعُوْا اِلَى الْحُكْمِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ تمہارا الزام غلط ہے یہاں کے لوگوں نے ہم کو دعوت دے کر بلایا تب ہم یہاں آئے تاکہ لوگوں میں عدل وانصاف کے ساتھ حکم ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل ہو۔ ابنِ زیاد نے کہا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدَ اَهْلُهٗ وَاَنَا اَهْلِهٖ اس کا حق دار امیر المؤمنین یزید ہے اور میں حقدار ہوں۔ (ایضاً)

سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا يَزِيْدُ وَاَنْتَ وَهُوَ يَبْدَلُ سُنَّتَ رَسُوْلَ اللهِ فَهُوَ فَاسِقٌ شَارِبُ الْخَمْرِ وَقَاتِلُ النَّفْسِ لاهكذا اَهْلُهٗ۔ یزید نے اور تم نے فتنہ وفساد مچایا اور اتحاد کو برباد کیا اور سنت رسول کو بدلنا چاہا اور کیا وہ یزید جو شارب الخمر اور فاسق وفاجر اور قاتل ہے کیا یہ ہے اہل امیر المؤمنین ہونے کے حقدار؟

ابنِ زیاد کے پاس کچھ جواب نہ رہا اور کہنے لگا اب تم کو برسرِ عام قتل کیا جائے گا سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میری موت سے پہلے میری چند وصیتیں ہیں اگر تم اس کو سن لو۔ کہنے لگا ہاں ضرور بیان کریں۔ فرمایا

۱۔ جب سے کوفہ آیا ہوں سات سو درہم مجھ پر قرض ہے میری موت کے بعد میری تلوار اور زرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کردیں اعلان کرادیں کہ جو قرض کسی نے مسلم کو دیا تھا وہ آکر لے جائے۔

۲۔ میرے قتل کے بعد میری لاش کو رنگین خون کے اسی لباس میں دفن کردینا۔

۳۔ مکہ معظمہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج دیں کہ مسلم نے کہا ہے کہ یہاں نہ آئیں کیونکہ میں ان کو پہلے بلوا چکا ہوں۔

ابنِ زیاد کا جواب :۔ جہاں تک قرض کا تعلق ہے وہ ادا کردیا جائے گا جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ نمبر ۲۔ جہاں تک لاش کا تعلق ہے تو اس سے ہم کو کوئی سروکار نہیں دفن کردیا جائے انہی کپڑوں میں نمبر ۳۔ جہاں تک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے اگر وہ ہماری طرف قصد نہ کریں گے تو ہم بھی ان کی طرف قصد نہیں کریں گے۔

قارئین نے دیکھا کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کس جرأت مندانہ اور حقیقت پسندانہ اور قوت ایمانی وجوشِ ہاشمی کا ابن زیاد ظالم والئ کوفہ کے ساتھ کلام فرمایا باوجودیکہ آپ زخموں سے چور ہیں اور شہادت کا وقت قریب ہے لیکن پیکر صبر ورضا نے ثابت کردیا کہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جان دے دوں گا لیکن دینِ نبوی ﷺ کے خلاف قطعاً اقدام نہیں کیا جائے گا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اسی مقصد پر قائم رہے۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا   جان دی دی ہوئی اسی کی تھی

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ

عبیداللہ ابن زیاد نے پھر اعلان عام کرایا کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو قصر امارت پر برسرِ عام قتل کیا جارہا ہے آکر دیکھو کہ جو کوئی حکومتِ یزیدیت کی مخالفت کرے گا اس کا یہی حال کیا جائے گا لوگ قصرِ امارت کے باہر بڑی تعداد میں جمع ہوگئے۔ آخر کار عبیداللہ ابن زیاد نے ایک شقی ازلی بکیر بن حمران الاحمری ملعون کو کہا کہ قصرِ امارت کی بلندی پر لے جاکر ان کو تلوار ماردو۔ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ظالم ہمراہ لیے ہوئے بالائی منزل پر لے جانے لگے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ قرآن جاری تھے۔

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ. قَوْمُنَا غَرُّوْنَا وَكَذَّبُوْنَا۔ (۱) اے اللہ تو ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما بیشک تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے یہ قوم وہ ہے جس نے دھوکا دیا جھوٹ بولا ہے۔

جب آپ نے اوپر چڑھ کر نیچے دھیان فرمایا تو دیکھا کہ جمِ کثیر کا ہجوم ہے لیکن کوئی یارومددگار نہیں رہا۔ اس کے ظالم احمری لعنۃ اللہ دنیا کے کتے نے آپ پر اس قدر زور سے تلوار کا وار کیا کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل کا سرانور تن اقدس سے جدا کر دیا سرانور نیچے گرا تو ظالم نے تنِ اقدس نیچے گرادیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، صَلٰوةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ۔ یہ واقعۂ شہادت روز چہارشنبہ ۹ ذوالحج ۶۰ھ کا ہے کہ آفتابِ ہدایت غروب ہوگئے۔

شہید مسلم بیکس ہوئے ہزار افسوس
فرشتے کرتے ہیں اس غم سے ہزار افسوس
شقی نے کچھ نہ ان کی غربت کا پاس کیا
چلائی حلق پر شمشیرِ آب دار افسوس
کرلیا نوش جس نے شہادت کا جام
اس مسلم ابنِ عقیل پہ لاکھوں سلام

سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کا مزار مسجدِ انبیاء در کوفہ مرکزِ برکاتِ عامہ وخاصہ

شہادتِ عظمیٰ کے بعد سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر اور سرِ اقدس کو کوفہ کی جامع مسجد میں دفن کیا گیا جسے مسجدِ انبیاء بھی کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں پر مختلف انبیاء اکرام علیہم الصلوۃ والسلام نے نمازیں ادا فرمائیں اور ان کے مصلوں کے نشان دکھائی دیتے ہیں اس مسجد کے صحن کے بائیں جانب (مشرقی دیوار کے ساتھ خوبصورت قبہ کے ساتھ حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔ اب تک صبح وشام لوگوں کا تانتا آپ کے روضۂ اطہر پر حاضری دے کر فیوضات وبرکات سے مالا مال ہوتا ہے اور آپ کی قبرِ اطہر پر ہدیہ فاتحہ پیش کرتے ہیں۔ (۲)

(۱) کامل طبری   (۲) تاریخ کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شدید گستاخی اور اس کی تردید

یہاں پر یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک شخص نے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی شانِ اقدس میں جس جرأت کے ساتھ گستاخی کی ہے وہ کسی ایک بھی مستند کتاب میں موجود نہیں اور بالکل بے اصل اور سراسر اپنی طرف سے بنائی ہوئی توہین آمیز عبارت ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی بنا پر ایسی غلط اور توہین آمیز باتیں لکھے تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ پورا مذہب اس کا ذمہ دار ہے یا ایسا عقیدہ یا خیال ونظریہ پورے مذہب کا ہے۔ اصولاً تو ہر شخص کو بات لکھتے وقت اپنے مذہب کا پاس ہونا ضروری ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ اس کے متعلق مکمل چھان بین اور تحقیق کے بعد وہ بات نوکِ قلم پر لائے تاکہ پورے مذہب وعقیدہ اور اس سے منسلک افراد اس کا شکار نہ ہوں۔

اب اس شخص کی توہین آمیز عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب مجموعہ اپنے مجموعہ کے صفحہ ۱۳۰ سطر ۱۲، ۱۴ پر تحریر کرتے ہیں۔

''سر کاٹ کر دارالامارت کے باہر لٹکا دیا گیا اور لاش مبارک کتوں سے نچوادی گئی ہے۔''

العیاذ باللہ۔ ناظرین نے دیکھا کہ مصنفِ مذکورہ نے کس قدر صریحاً دریدہ دھنی اور بدزبانی کے ساتھ گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے کہ لاش مبارک کتوں سے نچوادی گئی ہے۔ اب تک ہزاروں کتابیں اس موضوع شہادت پر لکھی گئی ہیں لیکن کسی ایک نے ایسا جملہ حضرت کے متعلق نہیں لکھا اور پھر سینکڑوں عربی وفارسی کی مستند معتبر کتابیں ہیں جن میں اس کی کچھ اصل تو درکنار ایسا جملہ مذکور نہیں۔ میں ایسی بات کو پسِ پشت رہنے دیتا لیکن مجبور ہو کر ذکر کرنا پڑا کیونکہ احبابِ اہلِ سنت وجماعت واہلِ مذہبِ حق کو اس شدید توہین پر سخت تکلیف ہوئی اور پھر اس کی تردید نہ کرنا سراسر ایک ایسی بات کے ساتھ اتفاق ثابت کرتا ہے۔ مجھے خود اہلِ سنت کے دو افراد کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ بعض ذاکرین نے اپنی عشرہ محرم کی مجالس میں لاؤڈ سپیکر پر مذکورہ حوالہ دے کر اہلِ سنت کے علمائے حق اور احبابِ اہلِ سنت کی پوری جماعت کو برا کہا اور اہلِ مجلس حاضرین کی زبانی بڑے ناجائز الفاظ کہلوائے گئے۔ گواہ موجود ہیں۔ میں نے اپنے موضوع شہادت کی تقریروں میں اس کی تردید کی اور اب تحریری طور پر پوری ذمہ داری سے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم اہلِ سنت وجماعت کا اس توہین آمیز عبارت سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر ایک شخص نے ایسی غلطی کی ہے تو اس کا یہ معنے نہیں کہ تم پوری جماعت کو اس کا نشانہ ٹھہراؤ۔

صاحب تفسیر خازن نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے خون کا چوسنا اور جسم کا نوچنا جانوروں پر حرام کر دیا ہے۔ اسی لیے انبیاء واولیا کے اجسام ان سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ بلکہ یاد رہے کہ سیدنا حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی جو مشہور ہے کہ بدنِ اقدس میں کیڑے پڑ گئے یہ بھی شانِ نبوت کی توہین اور ایسے امتحان میں ہونا ناممکن ہے۔ بلکہ ایسا نہ ہونا نبوت اور ولایت کی اعلیٰ دلیل ہے۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ سیدِ عالم علیہ السلام کے بدنِ اقدس پر کبھی مکھی بیٹھی نہ دیکھی گئی اور صحابہ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے غلیظ چیزوں کا آنا حرام کیا ہوا ہے۔ چنانچہ یہی شخص مذکورہ صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے تنِ اقدس میں کیڑے پڑ گئے اب جس شخص نے مقامِ نبوت کا لحاظ نہ کیا اس

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

کے آگے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے جسمِ اطہر کو کتوں سے نچوانا کیا مشکل خیال کیا جا سکتا ہے۔ (یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ امتحان کیڑوں کے ہی پڑنے سے ہوتا ہے) العیاذ باللہ۔

حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت کا بیان:

حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت ہانی بن عروہ جن کو پہلے ہی زخمی کر کے قید کر رکھا تھا صرف اس بناء پر کہ انھوں نے حضرت مسلم کو پناہ دے رکھی تھی۔ اس واقعۂ امام مسلم میں حضرت ہانی نے جس بلند کردار کا مظاہرہ کیا ہے اس کی نظیر دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کے ہاں کہیں نہیں مل سکتی۔ اہلِ بیت کا وفادار ہوتے ہوئے انہوں نے اہلِ بیت پر جان نثار کر دی۔ حضرت ہانی کے کردار کا جوہر اس وقت بھی نمایاں نظر آتا ہے کہ جب عبید اللہ ابن زیاد ان کی عیادت کے لیے گھر پر آتا ہے تو ان سے ابن زیاد کے قتل کا کہا جاتا ہے اور قتل کر دینے کی اجازت مانگی جاتی ہے لیکن اس موقعہ پر اس اقدام کی مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں گھر آئے ہوئے مہمان کو قتل کرنا درست نہیں۔ حالانکہ اس وقت ان کے ایک ادنیٰ اشارے پر ابنِ زیاد کا سر قلم ہو جاتا۔ ان کی عظمتِ کردار کے جوہر اس وقت بھی نمایاں نظر آتے ہیں کہ جب عبید اللہ ابنِ زیاد نے ان کو کہا کہ مسلم کو ہمارے حوالہ کر دو تو فرمایا اپنے مہمان کو دشمن کے حوالہ نہیں کروں گا ایسی صورت میں بھی ان کی جان بچ جانے کا امکان تھا لیکن ان کی شرافت وغیرت اپنے مہمان کو دشمن کے حوالہ کرنے کو گوارہ نہیں کرتی باوجودیکہ آپ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی معیت میں کربلا کے میدان میں شہید ہونے کی سعادت نہیں ملی۔ مگر انہوں نے کوفہ میں ہی جن دشوار گذار مرحلوں سے گزر کر موت کو مرحبا کہا اس بنا پر انہیں شہدائے کربلا میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ چنانچہ عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت ہانی کو قید کے کمرے سے نکالا اور حکم دیا کہ اس کی مشکیں باندھ دو جب مشکیں باندھ دی گئیں تو حکم دیا ان کو برسرِ بازار لے جا کر قتل کر دو تا کہ لوگ اس کا بھی حال دیکھ لیں۔ جب حضرت ہانی کو اس حالت میں کوفہ کے بازار میں لے جایا جا رہا تھا تو دیکھا کوئی ہمسر و یار و مددگار نہیں ہے تو اس وقت زبان سے کہہ رہے تھے۔ کہاں ہیں میرے قبیلہ مذحج والے آہا آج کوئی قبیلہ مذحج کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ہائے اتنے بڑے سردار کو ایسی حالتِ زار کے ساتھ قتل گاہ کی طرف لے جایا جا رہا ہے کہ کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔ عین اس جگہ پر جہاں گوسفندوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے حضرت ہانی بن عروہ کو مارنا چاہا تو اس وقت ان کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے اِلَی اللّٰہِ الْمِیْعَادُ اَللّٰھُمَّ اِلٰی رَحْمَتِكَ رِضْوَانِكَ وَاَنَّا لِلّٰہِ۔ وعدہ کے مطابق میں اپنے اللہ کی طرف جا رہا ہوں اور میرے اللہ یہ تیری رحمت ہے جو مجھ پر ہے میں اس تیری رحمت و خوشی کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ ابنِ زیاد کے ایک غلام رشید ترکی نامی نے حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کو تلوار کا نشانہ بناتے ہوئے اس زور سے تلوار ماری کہ آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ گویا کہ میزبانِ عظیم بھی اپنے مہمانِ جلیل کے پاس جا پہنچے اور اپنے مہمان پر جان قربان کر دی۔ کمالِ شان اور کمالِ محبت کی نشانی یہ بھی ہے کہ شہادت کے بعد حضرت ہانی کو بھی سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن کیا گیا۔

حضرت ہانی کی قبر امام مسلم کے ساتھ

جامع مسجد کوفہ المعروف مسجدِ انبیاء (علیہم السلام) اس مسجد کے صحن کی مشرقی دیوار کے ساتھ جہاں سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں ان کی قبرِ اطہر کے ساتھ اس کے متصل ہی حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزارِ اقدس ہے۔ صبح و شام لوگ آپ کی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

قبر پر حاضر ہوتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ (۱)

فرزندانِ امام مسلم رضی اللہ عنہ حضرت محمد اور حضرت ابراہیم کی کوفہ میں بیکسی اور شہادت

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دو شہزادے حضرت محمد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد معظم کے ہمراہ کوفہ تشریف لائے تھے جب کوفہ کے حالات سنگین صورتحال اختیار کر گئے اور حضرت ہانی کی گرفتاری پر آپ کو ان کی خاطر ان کے گھر سے باہر نکلنا پڑا تو اس وقت آپ نے حضرت ہانی کے گھر والوں کو فرمایا کہ میرے دونوں بچوں کو پاس ہی رکھیں اور اگر میں قتل ہو جاؤں تو ان کو کسی طریقہ سے کسی کے ہمراہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھیج دینا۔ جب خطرہ شدت اختیار کر گیا اور سیدنا امام مسلم دارِ فانی سے دارِ بقاء کو چلے گئے تو پھر یہ بچے یہاں سے کسی کے ذریعہ اپنی طرف سے بھجوا دیئے گئے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب حضرت امام مسلم اور حضرت ہانی کے قتل سے عبیداللہ ابن زیاد فارغ ہوا تو اس کو یہ خبر بھی پہنچی کہ امام مسلم کے دو شہزادے جو ان کے ہمراہ آئے تھے وہ یہاں کوفہ میں ہی ہیں یا کہیں چلے گئے ہیں۔ تو عبیداللہ ابن زیاد نے اعلان کرا دیا کہ جو ان کو بھی پناہ دے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا وہ بچے خود بخود ہمارے پاس پیش کر دے ہم اس کو انعام و اکرام دیں گے اور اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ ان حالات میں شام کے وقت ہانی کے گھر والوں نے مناسب جانا اور کہا کہ بچو! آپ کے باپ کو اور ہمارے عظیم سردار کو عبیداللہ ابن زیاد نے شہید کر ڈالا ہے اور اب ایسا نہ ہو کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ناروا سلوک ہو بہتر یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو کوفہ سے باہر چل پڑو اور راستہ مکہ و مدینہ اختیار کر لینا۔

شہزادوں نے جونہی اپنے پدرِ شفیق کی شہادت کی خبر سنی تو وہ یا ابتاہ یا ابتاہ کہنے لگ گئے ہائے ابا جان ہائے ابا جان۔ اور روتے رہے۔ لیکن اب وہ معظم شفیق کہاں سے آ کر ان کو دلاسے دے سکتے ہیں۔ ماں اور بہن بھائیوں سے چھوٹے اور دشمن کے نرغے میں آ گئے اب کون ہے جو ان روتے ہوئے شہزادوں کو تسکین دے سکے۔ جہاں موجود ہیں وہاں سے بھی ان کو جانے کو کہا جا رہا ہے اب شہزادے سوچتے ہیں اور اسی غم و یاس و بیکسی میں دونوں شہزادے نکل پڑے اور رات کی تاریکی میں کوفہ سے بچتے ہوئے باہر کی جانب آ گئے تو دیکھا کہ راستہ تاریکی میں نظر نہیں آتا اب کہاں جائیں اور کیا کریں چلتے چلتے ایک بڑھیا اپنے مکان کے باہر بیٹھی ہوئی دکھائی دی تو شہزادے کہنے لگے۔

يَا عَجُوْزُ اَنَا غُلَامَانِ صَغِيْرَانِ غَرِيْبَانِ حَدَثَانِ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ بِالطَّرِيْقِ. وَهٰذَا اللَّيْلُ قَدْ جِئْنَا اَصفينا سَواد لَيلتنا هٰذه الليل فَلَمَّا اَصْبَحْنَا الزَّمْنَا الطَّرِيْقَ.

اے ضعیفہ ہم دو صغیر السن بچے ہیں راستہ سے ناواقف ہیں رات کی تاریکی زیادہ ہو گئی ہے ہم کو آج کی رات اپنے پاس ٹھہرا لو۔ صبح ہوتے ہی اپنا راستہ پکڑ لیں گے۔

ضعیفہ نے ان بچوں کو پا کر اور ان کی بات سن کر کہا۔

اَنْتُمَا يَا حَبِيْبِيْ. فَقَدْ شَمَمْتُ الرَّوَائِحَ كُلَّهَا فَمَا شَمِمْتُ رَائِحَةً هِيَ اَطْيَبُ مِنْ رَائِحَتِكُمْ.

میرے پیارو! مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو میں نے دنیا کی خوشبوئیں دیکھی ہیں لیکن جو خوشبو تم سے آ رہی ہے وہ عجیب خوشبو ہے۔

شہزادوں نے فرمایا۔

يَا عَجُوْزُ نَحْنُ مِنْ عِتْرَةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ هَرَبْنَا مِنْ خَوْفِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ عَنِ الْقَتْلِ.

اے ضعیفہ ہم تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے ہیں بخوف قتل ابن زیاد تجھ سے تعاون مانگ رہے ہیں۔

(۱) تاریخ کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ضعیفہ نے جب یہ سنا تو اس نے شہزادوں کو سینے سے لگالیا اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں تمہیں اپنے گھر رکھ لیتی ہوں لیکن میرا ایک داماد ہے وہ لشکر ابنِ زیاد میں شامل ہے اور جو کچھ آپ کے باپ اور ہانی کے ساتھ ہوا وہ اس میں تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے پتہ چل جائے تو آپ کو یہاں پا کر کوئی تکلیف نہ دے۔ شہزادوں نے کہا رات اندھیری ہوگئی ہے صبح صادق ہوتے ہی ہم چلے جائیں گے۔ بڑھیا نے شہزادوں کو کھانا و پانی پیش کیا پھر ان کو بستر برائے آرام دیا دونوں شہزادے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر سو گئے۔ آدھی رات کے وقت دروازہ کھٹکا اور بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ تو وہی اس کا داماد تھا بڑھیا نے کہا کہ آدھی رات جہاں گزاری باقی رات بھی وہاں گزار لیتے اتنی دیر کیوں لگا کر آئے ہو؟ کہنے لگا پس سارا دن اب تک کئی گھروں میں پھر کر آ رہا ہوں اور تھک گیا ہوں اس نے کہا کیوں؟ کہنے لگا: ابنِ زیاد نے دو ہزار روپے کا اعلان کر دیا ہے کہ جو مسلم کے بچوں کو جہاں کہیں سے پکڑ کر ہمارے پاس لائے۔ تو میں ان کی تلاش میں رہا بڑھیا نے کہا تم ایسا نہ کرو اس لیے کہ اہلِ بیتِ اطہار پر ظلم اور پھر یتیم بچے۔ یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت کا خسارہ ہے کہنے لگا واہ دو ہزار روپیہ ملے گا اور کیا چاہیئے اور یہ اس وقت دو لاکھ کے برابر تھا۔ ظالم ملعون کہنے لگا تیری اس باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تو ان کی حمائت کرتی ہے تیرا بھی پھر وہی حشر ہوگا جو دوسروں کے ساتھ ابنِ زیاد نے کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا مجھے کیا کر سکتا ہے کہنے لگا اٹھو کہنے لگی کیوں میں اپنے گھر کوفہ کے بالکل باہر صحرا میں رہ رہی ہوں میں کیوں جاؤں اور میرا کیا سروکار ہے۔ پھر ظالم روٹی کھا پی کر اونٹ کی طرح بڑبڑاتے لیتا ہوا سو گیا جب اس کی آنکھ کھلی تو شہزادوں کی دھیمی دھیمی سانس کی آواز رات کی خاموشی میں اس کے کانوں تک پہنچی تو حیران ہوا یہ آواز کیسی ہے اٹھا اور دوسرے کمرہ میں جہاں شہزادے آرام فرما تھے اس کمرہ میں ہاتھ مارتا مارتا شہزادوں تک جا پہنچا اور ظالم پلید کا ہاتھ پاکانِ عترت کے جسمِ اطہر پر جا لگا۔ حیران ہوا یہ کون ہیں۔ (الحیات)

حضرت محمد کی آنکھ کھل گئی اور حضرت ابراہیم کو کہنے لگے۔

یَآاَخِی وَحَبِیْبِیْ وَاللّٰہِ وَقَعْنَا فِیْمَا کُنَّا نُحَاذِرُہٗ۔

پیارے بھائی اٹھو جس مصیبت سے ڈر کر یہاں آئے وہ مصیبت آگئی۔

ظالم ان شہزادوں سے کہنے لگا تم کون ہو؟ شہزادوں نے کہا۔

نَحْنُ مِنْ عِتْرَتِ نَبِیِّكَ وَاَبْنَاءِ الْمُسْلِمِ وَاَخَافُ مِنْ قَتْلِ عُبَیْدِاللّٰہِ ابْنِ زِیَادٍ۔

ہم تمہارے نبی کے خاندان سے ہیں اور قتل عبیداللہ ابنِ زیاد کے خوف سے یہاں آگئے ہیں۔

ظالم کہنے لگا سارا دن اور رات گئے تک میں تمہاری تلاش میں تھا کہ مجھے دو ہزار روپیہ انعام ملے گا اور تم یہاں پر موجود ہو میں تو اب اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ (الحیات)

ظالم ملعون نے دونوں شہزادوں کو صبح کے وقت کھینچا اور باہر لے آیا۔ بڑھیا بہت ہاتھ پیر مارتی رہی لیکن وہ ملعون باز نہ آیا۔

کھینچا اس طرح کہ پرزے ہوئے کرتے سارے
منہ کے بل گر گئے وہ برج شرف کے تارے

اور شہزادوں کو باندھ کر اپنے غلام سیاہ فام کو کہا کہ ان کو فرات کے کنارے لے جا کر قتل کر دو اور سر میرے پاس لے آؤ تا کہ ابنِ زیاد کو دے کر انعام لیا جائے وہ غلام شہزادوں کو لے کر دریائے فرات پر چلا گیا شہزادوں سے کہنے لگا مجھے آقا نے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ہے اس لیے اب تم کو قتل کردوں گا شہزادوں نے کہا۔ لَا يَا شَيْخُ وَبِعِتْرَتِ نَبِيِّكَ اے شخص ہم کو ایسا نہ کر کیا تو اپنے نبی ﷺ کی عترت کے ساتھ یہ ظلم کرنا چاہتا ہے۔ جب غلام نے یہ جملے سنے تو فوراً قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا۔ نَفْسِي نَفْسُكُمَا الْفِدَاءُ وَوَجْهِي بِوَجْهِكُمَا الْوِقَاءُ يَا عِتْرَتِ نَبِيِّ اللّٰهِ الْمُصْطَفٰى لَا يَكُوْنَ مُحَمَّدًا خَصْمِي فِي الْقِيٰمَةِ۔ میری جان آپ پر قربان ہو میں ہرگز اب ایسا نہیں کروں گا نبی اللہ مصطفیٰ کی عترت کو دکھ دے کر ان کو قیامت کے روز کیا جواب دوں گا۔ ملعون نے یہ منظر دیکھ کر اس سے کہا غلام ہو کر تم نے میرا ابھی تک یہ کام نہیں کیا غلام نے کہا خدا کی قسم میں خدا کی نافرمانی میں تمہاری فرماں روائی نہیں کرسکتا اور میں ہمیشہ کے لیے تم سے بیزار ہوں۔ پھر اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم ان کو قتل کرو یہ مال تمہارے لیے ہی ہوگا جو اس کے بدلہ میں انعام ملے گا۔ جب نوجوان لڑکے نے جرأت کی اور تلوار لے کر سامنے ہوا تو شہزادوں نے کہا يَا شَبَابُ مَا أَخْوَفَنِيْ عَلٰى شَبَابِكَ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ۔ اے نوجوان تمہاری جوانی کا یہ خطرہ ہے کہ یہ آتشِ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے۔ عترتِ رسول کے ساتھ ایسا نہ کر۔ لڑکے کے دل پر یہ اثر پڑا وہ بھی قدموں میں گر گیا اور تلوار پھینک دی۔

اب وہ ملعون آگ بگولہ ہو کر تلوار پکڑ کر جب شہزادوں کو قتل کرنے لگا تو شہزادوں کو یقین ہو گیا کہ اب یہ ہم کو نہیں چھوڑے گا۔ شہزادوں نے کہا۔

يَا رَجُلُ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلَى السُّوْقِ وَاسْتَمْتِعْ وَلَا تَكُوْنَ اَنْ يَكُوْنَ مُحَمَّدٌ خَصْمُكَ۔

اے شخص ہمیں بازار میں لے جا کر فروخت کر دے اور پیسے کما لے لیکن ہم کو قتل کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کو ناراض نہ کر۔

ملعون نے کہا ضرور قتل کردوں گا اور دو ہزار ابنِ زیاد سے انعام پاؤں گا۔

شہزادوں نے فرمایا:

يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ اَمَا تَحْفَظُ قَرَابَتَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَأْتِ بِنَا اِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ حَتّٰى يَحْكُمُ فِيْنَا بِاَمْرِهٖ۔

اے شخص تجھ کو ہماری قرابتِ رسول کا کچھ پاس نہیں ہے ہمیں زندہ عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لے جا تا کہ وہ ہمارے متعلق فیصلہ کرے۔

ملعون کہنے لگا ایسا بھی نہیں ہوگا تمہیں قتل کر کے ابنِ زیاد کے پاس سر لے کر جاؤں گا شہزادوں نے فرمایا۔ اَمَا تَرْحَمُ صِغَرِ سِنًّا کیا تجھ کو ہماری صغرسنی پر ترس نہیں آتا۔ ظالم نے کہا نہیں۔ شہزادوں نے جان لیا کہ اب یہ کتا ہماری جان نہیں چھوڑے گا۔ شہزادوں نے فرمایا ہمیں مہلت دے کہ آخری نفل نماز ادا کرلیں اس نے موقعہ دے دیا۔ چار رکعت نماز نفل شہزادوں نے ادا فرمائی اور اونچی آواز سے کہا يَا حَيُّ يَا حَلِيْمُ يَا اَحْكَمَ الْحَاكِمِيْنَ اُحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ بِالْحَقِّ۔ اے حی اے حلیم اے احکم الحاکمین تو ہمارے اور اس کے درمیان برحق فیصلہ فرما۔ اتنے کہنے کی دیر تھی کہ ظالم جھپکا اور تلوار اس قدر زور سے ماری کہ حضرت سیدنا محمد شہزادۂ مسلم کے لاڈلے کا سرِ انور تن سے جدا کر دیا۔ سیدنا ابراہیم چھوٹے بھائی کے تنِ اقدس سے خون کے فواروں پر جا گرے ظالم نے تلوار مار کر لپٹے ہوئے تڑپتے ہوئے شہزادے کے بھی سرِ انور کو تنِ اقدس سے جدا کر دیا شہزادوں کے تن اور سر تڑپتے رہے اور چند لمحوں کے بعد ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے اور اپنے آقا و مولا علیہ السلام کی آغوش میں جا پہنچے اور جنت میں والدِ معظم کے پاس سدھارے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (الحیات)

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ظالم کا انجام

دونوں سرہائے مقدسہ کو لے کر ظالم ملعون کتا جب عبیداللہ ابنِ زیاد کے پاس گیا۔ تو دیکھتے ہی وہ کرسی پر بیٹھا تین بار اٹھا اور کہنے لگا تونے ان بچوں کو کہاں سے پایا۔ کہنے لگا ایک بڑھیا کے ہاں شام کو آئے اور رات کو پاکر اب قتل کر کے ان کے سر لا رہا ہوں۔ ابنِ زیاد نے کہا تونے ان کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ خاموش ہوگیا۔ ابنِ زیاد نے کہا انہوں نے کچھ کہا تھا۔ کہنے لگا ہاں انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں قتل نہ کرو اور بازار میں فروخت کر کے ہماری قیمت وصول کرلو یا ابنِ زیاد کے پاس زندہ لے جاتا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے۔ میں نے کہا میں دو ہزار روپیہ انعام پاؤں گا اور تمہیں قتل کروں گا۔ اور پھر کہا ہماری قرابتِ رسول اور صغر سنی کا لحاظ کر میں نے کہا نہیں پھر انہوں نے نماز کا کہا وہ نماز چار رکعت نفل پڑھ چکے۔ ابنِ زیاد بولا: پھر انہوں نے کیا کہا؟ کہنے لگا پھر وہ ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا کر رہے تھے۔ اے حی اے حلیم اے احکم الحاکمین احکم بیننا وبینہ بالحق۔ یا حی وحلیم احکم الحاکمین ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کر۔ ابنِ زیاد نے کہا پھر انہوں نے تجھ سے کچھ کہا تھا؟ بنے لگے نہیں میں نے یہ الفاظ سنتے ہی ایک کو تلوار مار کر اس کا سر قلم کر دیا دوسرا بھائی لاش تڑپتی پر گرا تو میں نے دوسرے کا بھی اسی حالت میں سر قلم کر دیا۔ ابنِ زیاد نے کہا کتے کہیں کے۔ اب پھر تجھ کو فیصلہ ملتا ہے کرسی سے اٹھا اور کہنے لگا کون ہے تم میں جو اس کتے کو ابھی وہاں پر جا کر قتل کرے جہاں ان شہزادوں کو قتل کیا اور ان کے خون وجسم کے ساتھ اس کا خون وجسم نہ ملنے پائے۔ اور اس کو وہیں پانی میں پھینک دو اور شہزادوں کے تنِ اقدسوں کو اٹھا کر لے آؤ تا کہ رؤس مقدسہ کے ساتھ محفوظ کیا جاسکے۔ (الحیات)

ایک شامی نے اٹھ کر کہا اے جناب امیر آپ کے اس فیصلہ سے میں خوش ہوا خدا کی قسم اگر ساری دنیا کی بادشاہی مجھے دیدیتے تو اس سے زیادہ خوشی نہ ہوتی جو اس کتے کو مار دینے کے حکم سے ہوئی ہے چنانچہ آدمی ساتھ لیے اور اس کو پکڑ کر لے گئے۔ کوفہ کے بازاروں اور سڑکوں پر عورتیں اور مرد رو رہے تھے اور کئی بچوں نے کتے پر پتھر برسائے۔ ابنِ زیاد کے درباریوں نے کہا ہم اس کو قتل کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ (الحیات)

جب ظالم کو اس جگہ فرات کے کنارے قتل کر کے دریا میں پھینکا تو مردود کی لاش پانی میں جاتے ہی پانی میں اس زور کی لہریں اٹھیں کہ لاش باہر کنارہ پر آ گئی۔ اندازہ ہوا کہ اس کی لاش کو پانی نے قبول نہیں کیا۔ ابنِ زیاد کو پیغام دیا گیا کہ اب اس کی لاش کا کیا کرنا چاہیے۔ دریائے فرات نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا ہے۔ کہنے لگا گڑھا کھود کر اوپر مٹی ڈال دو جب گڑھا کھودا اور اس میں لاش رکھی تو مٹی اچھلی پھر لاش باہر۔ پھر پیغام بھجوایا کہ اب کیا کریں اس کو تو مٹی بھی قبول نہیں کرتی۔ کہنے لگا لکڑیاں رکھ کر آگ لگا دو۔ لکڑیوں کی آگ میں اس کی لاش جلا کر راکھ کر دی گئی۔ گویا کہ سیدنا محمد رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ پر ظلم وستم کرنے والے کو دنیا میں ہی نہ مٹی و پانی نے قبول کیا اور دنیا میں ہی آگ رسید ہوا اور ہمیشہ کے لیے واصلِ جہنم ہوا۔

فرزندانِ امام مسلم رضی اللہ عنہ سیدنا محمد رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مزاراتِ مقدسہ

کربلائے معلٰے اقدس کے قریب اسکندریہ ایک آبادی کا نام ہے اس کے تھوڑی دور مسیب ایک جگہ ہے۔ مسیب کے بائیں جانب ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جن کا نام ہے قریہ اولادِ مسلم۔ (تاریخ کربلا) یعنے اس آبادی کا نام ہی حضرت سیدنا امام

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

مسلم بن عقیل کی اولاد کے نام پر ہے۔اس بستی میں کافی لوگ آباد ہیں۔اس آبادی میں شہزادگان مسلم آرام فرما ہیں اوران کے مزاراتِ مقدسہ ہیں۔مزاراتِ مقدسہ کے بیرونی دروازہ سے داخل ہونا پڑتا ہےاور بیرونی دروازہ کے بعد ایک بہت بڑا صحن ہے جس کے بائیں جانب کمرے اور سامنے برآمدے ہیں اور برآمدے میں مزارات کا دروازہ ہے۔مزارات نہایت خوبصورت بنے ہوئے ہیں دونوں بھائیوں کی قبریں ساتھ ساتھ ہیں۔مزارات پر بہترین گنبد بنا ہوا ہےاور گنبد پر سبز رنگ ہے اوراس کے اوپر سونے کا عکس چڑھا ہوا ہے۔(تاریخ کربلا) صبح وشام لوگ فاتحہ خوانی کرنے اور فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لیے حاضری دیتے رہتے ہیں۔یادرہے کہ بعض لوگوں نے ان مزارات کے اندرونی حصہ میں تصویریں لگادی ہیں۔ایسا ہونا تونہیں چاہیے ان تصاویر میں دونوں شہزادوں کو دکھایا گیا ہےاور ظالم قاتل کو بھی ہاتھ میں خنجر لے کر ذبح کرتا دکھایا گیا ہے۔لیکن یہ سب اہانت ہےاور خلافِ حقیقت تصویر ہے۔جیسا کہ آج کل بعض لوگوں نے بعض شخصیتوں کی تصویریں بنا کر کیلنڈروں میں پیش کی ہیں نہ تو وہ اصل تصاویر ہیں اور نہ ہی اس طرح انسانی تصویریں پیش کرنا جائز ہے۔اس لیے بعض بناوٹی تصاویر کو اصل سمجھ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

یادرہے کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور فرزندانِ امام مسلم رضی اللہ عنہما کے متعلق ان کی شہادتوں پر بھی بعض مجموعات میں مختلف طریقوں سے ذکر کیا گیااور بعض نے تو فرزندانِ مسلم کے کوفہ میں شہید ہونے کا بھی انکار کیا۔لیکن میں پوری تحقیق کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا اس کے مطابق اصل حقائق ذکر کئے ہیں۔

ان شہداءکوفہ کا بیان جن کا واقعۂ کربلا کے ساتھ بالواسطہ گہرا ربط ہے

یہاں پر ان حضرات کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہے جو کربلا کے میدان میں تو شہید نہیں ہوئے لیکن کوفہ میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی حمائت پر شہید کئے گئے۔گویا کہ یہ شہدائے کوفہ ہیں جن کا واقعہ کربلا کے ساتھ بلاواسطہ یا بالواسطہ گہرا ربط وتعلق ہےاوراُن کی شہادتیں سانحہ کربلا کا ایک حصہ ہیں۔

سرفہرست توآپ جان چکے ہیں کہ حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے بعد ان کی حمائت میں حضرت ہانی بن عروہ قبیلہ مذحج شہید ہوئے اس کے بعد قیس بن مسہر صیدادی نمبر ۴۔عبداللہ بن عفیف نمبر ۵۔عبداللہ بن یقطر۔ان حضرات کو بھی امام حسین رضی اللہ عنہ اور امامِ مسلم رضی اللہ عنہ کی حمائت پر عبیداللہ ابن زیاد کے حکم سے شہید کیا گیا پھر سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دو شہزادے حضرت محمد رضی اللہ عنہ وحضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔عبدالاعلیٰ بن یزید العلیمی جو حافظ وقاری قرآن تھے۔ان کو ابنِ زیاد کے آدمی نے محض اس لیے گرفتار کرلیا کہ یہ بھی حضرت امام کی حمائت میں ہیں چنانچہ ان کو بھی کثیر بن شہاب نے کوفہ کے خبابہ سبیع میں لے جاکر شہید کرڈالا۔عبیداللہ بن عمرو الکندی کوفہ کے شجاعان میں سے تھے۔اور امام مسلم کی حمائت میں لوگوں کو حق وباطل کی تبلیغ کرتے تھے حصیر بن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے پاس پیش کیا تو اس کے حکم پر آپ شہید ہوئے۔ابوذر بن سلیمان جو حضرت امام کا خط مکہ معظمہ سے بصرہ لے کر آئے تھے انہیں بھی گرفتار کر کے شہید کردیا گیا۔عبیداللہ ابن الحارث جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے ہمرکاب رہتے تھےاور کوفہ میں لوگوں کو بیعتِ امام پر آمادہ کیا ان کو کثیر بن شہاب نے گرفتار کیااور ابن زیاد نے شہید کرواڈالا۔عمارہ بن صلخب الازدی کو کوفہ کے محلہ میں بحالت اسلحہ جب حالات سنگین صورت اختیار کر گئے تو عمارہ ہی کے محلہ میں چل رہے تھے کہ محمد ابن اشعث کو پتہ چلا اس نے آپ کو گرفتار کر کے عبیداللہ ابن زیاد کے پاس پیش کیا بالآخر پھر آپ کو بھی شہید کردیا گیا۔ان تمام شہدائے کوفہ پر اناللہ وانا الیہ راجعون کے ساتھ ہدیہ سلام ورحمت۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اب ان حضرات شہدائے کوفہ کے علیحدہ اسماء درج ہیں۔

۱ حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ۔

۲ حضرت سیدنا محمد ابن مسلم رضی اللہ عنہ

۳ حضرت ہانی ابن عروہ رضی اللہ عنہ

۴ حضرت قیس ابن مسہر صیداوی رضی اللہ عنہ

۵ حضرت عبید اللہ ابن عفیف رضی اللہ عنہ

۶ حضرت عبد اللہ ابن عفیف رضی اللہ عنہ

۷ حافظ حضرت عبد الاعلیٰ ابن یزید القاری رضی اللہ عنہ

۸ حضرت عبید اللہ ابن عمرو الکندی رضی اللہ عنہ

۹ حضرت ابوذر ابن الحارث رضی اللہ عنہ

۱۰ حضرت عبید اللہ ابن الحارث رضی اللہ عنہ

۱۱ حضرت عمارہ ابن صلخب الازدی رضی اللہ عنہ

سلام بر اصحاب سیدنا الامامین الجلیلین (۱)

(۱) حیات الحق ج ۲ ص ۱۳۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل ۲

جہاد و ہجرت قرآن کی روشنی میں

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۱)

اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہو کر ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے کسی طرح لوگ جانتے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۲)

وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ توبہ والے عبادت والے سراہنے والے روزے والے رکوع والے سجدہ والے بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔

آیات بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرنا اور ہجرت کرنا افضل ترین عمل ہے۔ اور پروردگار عالم دنیا و آخرت میں ان کو اس کا بہترین صلہ عنایت فرمائے گا۔ اور وہ مرتبہ بخشے گا جس کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ سے جان و مال کا سودا کر لیا ہے کہ وہ اس کی راہ میں قتل کریں گے اور خود بھی اس کی راہ میں شہید ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا بھی ان سے پختہ وعدہ ہے کہ انہیں کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے گا۔

(۱) پارہ ۱۴ النحل آیت ۴۱ (۲) سورۃ توبہ آیت ۲۰ (۳) سورۃ توبہ آیت ۱۱۰ تا ۱۱۱

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۱۷

سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ معظمہ سے رخصت کی حکمتیں

اب وہ وقت قریب آ گیا ہے جب کہ اطراف عالم اور اکناف عالم سے مسلمان فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ کا رخ کررہے تھے اور ابن رسول دلبندِ زہرا بتول سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ جن کے ذوقِ عبادت وشوقِ حج کا یہ عالم تھا کہ پچیس حج پیدل کرچکے تھے اور اب حج میں صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں اور آپ عمرہ تمتع کو عمرہ مفردہ کے ساتھ تبدیل کر کے مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔اس لیے کہ آپ کو سیدنا امام مسلم بن عقیل کا وہ خط جو انہوں نے ۱۲ ذیقعدہ کو عابس بن شبیب شاکری کے ہاتھ بھیجا تھا مل چکا تھا لیکن کوفہ کے اندرونی حالات کی بجائے ظاہری حالات کچھ مشکوک بھی نظر آتے تھے۔اب حج میں صرف دو تین دن باقی رہ گئے ہیں۔کیا سیدنا امام حسین جیسی شخصیت عظیم کا یہ غیر متوقع اقدام غیر معمولی حالات واسباب کے پیدا ہونے کی غمازی نہیں کرتا۔یہ شخصیت امام سے ناواقف آدمی تو کہہ سکتا ہے بلکہ کہا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اہلِ کوفہ کے پیہم اصرار اور ان کے دعویٰ خلوص ومحبت نے آپ کو تکمیلِ حج بھی نہ کرنے دیا اور سفرِ عراق پر روانہ ہوگئے۔مگر جو لوگ اہلِ بیتِ اطہار کے مقام کی کچھ بھی معرفت رکھتے ہیں وہ تو ہرگز ایسا گمان بھی نہیں کرسکتے لیکن ان سب کا تعلق ظاہری حالات کے مطابق ہے اور بغورِ نظر حقیقت کی تہہ تک پہنچا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ یزید پلید نے حاجیوں کے لباس میں کئی آدمی بھیجے ہوئے تھے کہ موقع پا کر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی شمع حیات کو گل کردیں۔چنانچہ کتب سیر وتواریخ سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔

وَكَانَ فِيْهِ خُرُوْجُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى بَعْدِ أَنْ طَافَ وَسَعٰى وَأَحَلَّ مِنْ اَحْرَامِهٖ وَجَعَلَ حَجَّهٗ عُمْرَةً مُفْرَدَةً لِاَنَّهٗ لَمْ تيمكن مِنْ اِتْمَامِ الْحَجِّ مُخَافَةَ اَن يبطش بِهٖ وَيَقَعُ الْفَسَادُ فِي الْمَوْسِمِ لِاَنَّ يَزِيْدَ اَرْسَلَ مَعَ الْحُجَّاجِ ثَلَاثِيْنَ رَجُلًا وَاَمَرَهُمْ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ. (الحیات)

اس تاریخ ۸ ذوالحجہ ۶۱ھ کو حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے طواف وسعی کے بعد اپنے حج کو عمرہ مفردہ کے ساتھ بدل کر عازم سفر ہوگئے تھے کیونکہ تکمیل حج نہ کرسکتے تھے اس لیے کہ یزید نے تیس آدمی حج کے بہانہ سے حاجیوں کے لباس میں بھیجے تھے اور ان کو حکم دیا کہ بہرحال موقعہ پا کر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کردیں۔

لہٰذا اگر آپ مکہ معظمہ سے تشریف نہ لے جاتے تو اس میں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ مکہ معظمہ کی اور بالخصوص بیت اللہ کی ہتک ہوتی۔جسے آپ ہرگز پسند نہیں کرسکتے تھے کہ میری وجہ سے حرم خدا کی اور مکہ معظمہ کی توہین ہو۔آپ نے خود بھی فرمایا تھا کہ اگر میں مکہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

معظمہ سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے پسند ہے لیکن مکہ معظمہ میری وجہ سے رنگین ہو تو میں اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔(۱)

دوسرے اس طرح دشمن بڑی آسانی کے ساتھ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر پردہ ڈالنے اور اپنی برأت کرنے میں کامیاب ہوجاتے۔ ممکن تھا کہ طواف کعبہ اور وقوف عرفات، قربانی منیٰ یا صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتے وقت آپ شہید کردیے جاتے اور اس ہنگامہ آرائی میں قاتل گم ہوجاتے تو پھر کون باور کرسکتا تھا کہ یزید کے آدمی قاتل ہیں یا کہ اور افراد۔ اس طرح یزید کا قاتل ہونا ثابت نہ ہوسکتا تھا اور اس پر خود یزید نے پردہ ڈالنے کی کوشش کرنی تھی لیکن حضرت سیدنا امام عالی مقام یزید پلید کے ان حالات سے مکمل طور پر واقف تھے۔ جب مدینہ طیبہ کا قیام بھی انہی وجوہات پر ترک کیا تو اب مکہ معظمہ میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوسکتا تھا۔ اس لیے مکہ معظمہ سے خروج کرنے کا مقصد بھی یہی تھا اس وقت جب کہ تمام اطراف عالم اور اکناف عالم کے مسلمان فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے وہاں جمع ہورہے ہیں۔ احرام حج کو توڑتے ہوئے سفر عراق پر روانہ ہو کر لوگوں کے جمود کو توڑ دیا اور ان کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ آخر کن حالات سے متاثر ہو کر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ اقدام کیا ہے۔ اہل وعیال سمیت نانا جان کا جوارِ مدینہ کیوں ترک کیا اور صرف دو دن باقی تھے کہ حرمِ خدا میں حج بھی نہ کرسکے اور یہاں پر رہنا بھی ان کے لیے مشکل ہوگیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کیوں اور کہاں جارہے ہیں۔ ہر آدمی کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ وہ غور کرے کہ وہ کون سے حالات تھے جنہوں نے حرمِ خدا میں بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو آرام وسکون کا سانس نہ لینے دیا اور یہ کہ ان حالات کا ذمہ دار کون ہے۔ یہ اقدامات حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صلح پسندانہ اور حکیمانہ طرزِ عمل پر بین ثبوت ہیں۔ ان کی وجہ سے یزید لعین کا ظلم وستم طشت از بام ہو کر رہ گیا۔(الحیات)

حضرت عبداللہ ابنِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ مکہ معظمہ کے احباب واصحاب نے آپ کے اس ارادہ پر آپ کو سفرِ عراق پر جانے سے منع کیا۔ حضرت عبداللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوفیوں کا کچھ اعتبار نہیں ان پر قطعاً اعتبار نہ کریں یہ وہی لوگ ہیں جن کا ہاتھ آپ کے باپ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور آپ کے بھائی سیدنا امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت میں تھا اس لیے آپ وہاں جانے کا ارادہ ترک کردیں۔ لیکن حضرت امام اس بات کو بھی سن کر اپنے ارادہ میں متزلزل نہ ہوئے۔(ایضاً)

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رشتہ سے سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے چچا تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ سے نانا تھے۔ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے عمر میں تقریباً نو سال بڑے تھے اور بزرگ بھی تھے۔ ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے بلایا اور آپ ان کے بلاوے پر وہاں جارہے ہیں تو آپ نے فوراً خود آکر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ راز مجھ سے تو بیان کرو آپ کوفہ جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں مصمم ارادہ کرچکا ہوں کیونکہ چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے مجھے خط لکھ دیا ہے اور کوفہ سے قاصدین کی جماعتیں اور درخواستیں آچکی ہے اور ان سے وعدہ کرچکا ہوں اب مجھے جانا چاہیے اور دوسرا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رضی اللہ عنہ خواب میں خاص حکم فرمایا ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ بِاَمْرٍ اَنَا مَاضٍ فِيْهِ- میں اس حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ اچھا تو میری ایک بات تو مان لو وہ یہ کہ اپنے ہمراہ بیوی بچوں اور خاندان کو نہ لے

(۱) الحیات، ج:۲، ص:۹۳

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جاؤ مجھے خطرہ ہے کہ آپ قتل نہ ہو جائیں اور جس طرح حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بیوی بچے ان کو دیکھتے ہی رہ گئے اور وہ ان کے سامنے شہید کر دیے گئے۔ یہ عظیم صدمہ خواتین اور بچے نہیں دیکھ سکیں گے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: زندگی کے آخری لمحات میں میں چاہتا ہوں کہ سب میرے ساتھ ہوں ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا جب تک میں شہید نہ ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی ہے کہ میرے بچے اور خاندان والے بھی اس ابتلا میں مبتلا ہوں اس گفتگو کو سیدہ زینب بھی سن رہی تھیں آپ نے فرمایا اے بزرگوار بے شک آپ درست فرما رہے ہیں اور قلبی احترام رکھتے ہیں۔ لیکن میں اپنے بھائی کو ایسے موقع پر اپنے سے جدا نہیں ہونے دوں گی اگر یہ جائیں گے تو زینب بھی ضرور جائے گی اس لیے کہ بھائی کو تنہا نہیں جانے دیا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا یہ تو ظاہر ہے کہ جب یہ اس سفر کو ترک نہیں کریں گے تو آپ کس طرح روک سکتے ہیں۔ (الحیات)

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جو حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ سے عمر میں تقریباً سولہ سال بڑے تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے بھی بڑی کوشش کی کہ آپ نہ جائیں۔ کوفی دغاباز ہیں لیکن ان کو بھی اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی۔ واقعۂ کربلا کے بعد ایک مرتبہ ایک عراقی نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا کہ حالتِ احرام میں مکھی کا مارنا جائز ہے یا کہ ناجائز۔ تو آپ نے فرمایا اے اہلِ عراق تمہیں مکھی کی جان کا تو خیال آیا مگر تم کو نواسۂ رسول اور اس کے خاندان کی جانوں کا خیال نہ آیا۔ تم وہی تو ہو آج مکھی پر مسئلہ چھیڑ رہے ہو۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ معظمہ میں آخری خطبہ

حضرت سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ میں اپنی روانگی سے قبل جو خطبہ حاضرین کے سامنے دیا اس کا مضمون یہ تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَامَاشَاءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَطَّ الْمَوْتُ عَلٰى وَلِدِ آدم كَخَطِّ القلاد عَلٰى جِيْدِ الْفَتَاةِ وَمَا اَرْطَعنَى اِلٰى اَسْلَافِي فِي اشتيَاق يَعْقُوْبَ اِلٰى يُوْسَفَ وَخَيْرَلِيْ مَصْرَ اِنَّا الا قبه كانى بِاَوْصَالِى شقطعها عسلان الفلواتِ بَيْنَ النواونس و گربلا فيملان مِنِي وَاجرَبة سَبَغَالا محيص عن يوم خَطِ بالقلم رضى اللّٰهَ رضانا اهبيه لَصبر عَلٰى بَلَائِهٖ ويوضِيَتِا اجر القابرين كن تشذ عن رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لحَمة وَهِى مجموعةٌ لَهٗ فِي خطرة القدس تقربهم عينهٗ وَيَجزِبُهِمِ وَعدهٗ مِن كَانَ بازلًا مُحبه ومَرطنا عَلٰى لقاعه اللّٰه نَفْسَهٗ فَلرِجّل مَعِنَا فَاِنِّى وَاَحُل وَمَصْبِحَا اِنْشَاءَ اللّٰهِ۔

موت فرزندان آدم (علیہ السلام) کے لیے اس طرح لازم اور باعث (زینت) ہے جس طرح نوجوان عورت کے گلو کے لیے قلادہ (ہار) مجھے اپنے بزرگوں کے دیدار کا اس قدر سخت اشتیاق ہے جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام دیدار یوسف علیہ السلام کے مشتاق تھے میرے لیے ایک مقتل تیار کیا گیا ہے جسے میں ضرور دیکھوں گا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگل کے بھیڑیے (فوج یزید کے بھیڑیے بصورتِ سپاہی) میرے جوڑوں کو جدا کر رہے ہیں۔ اور مجھ سے (اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کے) شکم پُر کر رہے ہیں۔ اس دن سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں جو قلمِ قضا سے لکھ دیا گیا ہے۔ ہم اہل بیت خدا کی رضامندی پر راضی ہیں ہم اس کی آزمائش مصیبت و بلا پر صبر کریں گے اور وہ ہمیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جدِ امجد سے ان کے پارہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سرشت میں وہ سب ان کے پاس جمع ہوں گے اور ان کی وجہ سے میرے نانا جان علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ خدا ان سے کئے ہوئے وعدے پورے فرمائے گا جو ہمارے بارے میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے اور ملاقاتِ حق کے لیے اپنے نفس کو آمادہ کر چکا ہے وہ ہمارے ہمراہ چلے میں کل انشاء اللہ روانہ ہو رہا ہوں۔

امام عالی مقام کے مذکورہ خطبہ جلیلہ سے یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ اور حادثۂ کرب و بلا کا خونی منظر سامنے آجاتا ہے۔

سیدنا امام عالیمقام رضی اللہ عنہ اسی روز اپنے اہلِ بیت کے علاوہ اور موالی و خدام اور احباب جن کی کل تعداد دو سو کے قریب تھی اپنے ہمراہ لے کر سفرِ عراق کو روانہ ہوئے مکہ معظمہ بیت الحرام سے اہلِ بیتِ رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے تو ان کی جدائی نے باشندگانِ مکہ کو مغموم و آبدیدہ کر دیا۔ مگر وہ جانبازوں کے امیرِ لشکر اور فداکاروں کے قافلہ کے سالارِ مردانہ ہمت کے ساتھ اہلِ مکہ اور حرمِ خدا کو الوداع الوداع کہتے ہوئے زبانِ اطہر سے قرآن کی یہ آیت پڑھتے ہیں:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰىنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (التوبہ)

تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔

جب مکہ معظمہ سے باہر نکلے تو مدینہ طیبہ یاد آ گیا اور مدینہ کی طرف منہ کر کے امیرِ قافلہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں۔ ”اے نانا جان آپ کا نواسہ اس قابل نہیں چھوڑا گیا کہ اب مکہ سے جاتے ہوئے روضۂ اطہر پر حاضری دے سکے اب میری طرف سے دور سے ہی آخری سلام ہو۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ معظمہ سے بجانب کوفہ روانگی

ہلالِ عید الاضحی نمودار ہو چکا تھا اور یوم عید میں صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں۔ دنیائے اسلام عید کی خوشیوں میں ہے اور حجاج کرام روزِ حج کی خوشی میں ہیں اور اسٹھ ہجری کی صبح صادق ۸ ذوالحجہ طلوع نہیں ہوئی کہ نواسۂ رسول راکبِ دوشِ رسول سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں خانہ خدا بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ دو نفل پڑھے اور سجدے میں گرے اور بآواز بلند عرض کیا اے معبودِ حقیقی۔ اس وقت جب کہ عید الاضحیٰ سر پر ہے اور مسلمانانِ اسلام حج کیلئے تیرے اس گھر کی طرف آ رہے ہیں اور تیرے محبوب کا نواسہ تیرے اس گھر سے جدا ہو رہا ہے۔ آج ان در و دیوار سے جن میں عمر کا ایک حصہ گزارا تھا بچھڑ رہا ہوں اور جہاں شب و روز تیری رحمت و برکات کے نزول تھے وہاں سے اوجھل ہو رہا ہوں۔ میں تیرے محبوب اپنے نانائے پاک کی اس پیشگوئی پر کہ مکہ میں خون بہایا جائے گا اور اس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ یہاں سے جا رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پیشگوئی مجھ پر صادق آجائے اور کعبۃ اللہ المقدسہ میری وجہ سے خون سے لبریز ہو جائے اور مسلمانانِ مکہ کا خون بے گناہ بہایا جائے۔ اے احکم الحاکمین تو مجھے معاف فرما تجھے علم ہے اور تو جانتا ہے کہ میرا جانا کسی حکومتِ وقت کا مقابلہ نہیں اور نہ کسی کے خلاف کوئی اقدام ہے اور نہ کوئی اقتدار کا لالچ ہے۔ میرا سفر تیرے گھر کا احترام ہے اور میں اس سخت سفر میں چھوٹے چھوٹے بچوں اور محرمات کی تکلیف اس لیے گوارا کر رہا ہوں کہ وہ پیشگوئی میرے واسطے پوری نہ ہو جائے۔ اے الٰہ العالمین تو مجھ پر رحم فرما تو جانتا ہے کہ میں نے فاسق و فاجر کی بیعت نہیں کی اور نہ کروں گا اس لیے کہ یہ تیرے اور

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تیرے محبوب کے حکم کی تعمیل ہے وہ ہاتھ جس کو تیرے محبوب نے بوسہ دیا وہ پلید کے ہاتھ میں نہ جائے گا اور وہ زبان جس کو تیرے محبوب نے چوسا اس سے خوار کو امیر تسلیم نہ کروں گا۔ تو میری خطاؤں کو معاف فرما اور دشمنوں کے مظالم میں صبر و رضا پر قائم رکھنا۔ صبر و رضا میرا شیوا ہے اور استقامت میرا راستہ ہے۔ کعبہ کے در و دیوار کو بوسہ دیتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے کعبہ کے تحفظ و آبرو کو لیے ہوئے نمازِ فجر کے بعد یہاں سے جدا ہوتے اپنے مقام پر آتے ہیں اور اب سفر کی تیاری میں خود بھی اور اپنے خاندانِ مقدسہ کے چھوٹے بڑے سب تیاری میں ہیں کہ آج حرمِ خدا سے جدا ہوتا ہے۔ (سوانح کربلا)

نقشہ راہ سفر

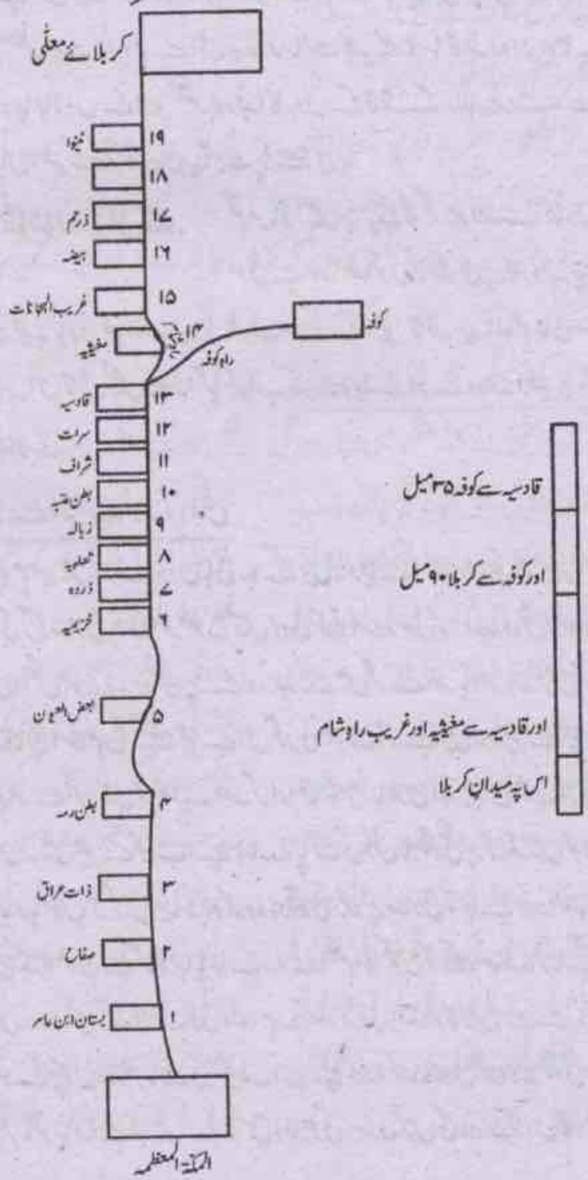

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

باب ۱۸

مکہ معظّمہ سے کربلا تک منازلِ سفر اور درمیان میں رونما ہونے والے واقعات کا بیان

اب مکہ معظمہ سے کربلا تک درمیانی منزلوں کی تفصیل اور تعداد اور اس کے درمیانی واقعات کو پیش کیا جاتا ہے۔ مکہ معظمہ سے کربلائے معلی تک کل منازل کی تعداد میں کچھ اختلاف اور اس کے درمیان ہونے والے واقعات میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی اصل تحقیق کی گئی اس کے مطابق ان منازل اور پیش آنے والے واقعات درج ذیل ہیں۔

پہلی منزل بستانِ ابنِ عامر

مکہ معظمہ سے پہلی منزل بستانِ ابنِ عامر ہے بعض نے تنعیم لکھی ہے لیکن یاد رہے کہ یہ منزل مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے آتی ہے۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ عسفان کے راستہ تنعیم منزل سمتِ مغرب ہے اور مکہ سے کوفہ شمال مشرق کی طرف پہلی منزل بستانِ ابنِ عامر ہے اس پہلی منزل پر جب قافلہ آلِ رسول علیہ السلام پہنچا تو یہاں پر حضرت عبداللہ ابن جعفر جو مدینہ طیبہ میں موجود تھے کو یہ خبر ملی کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بمعہ اہل وعیال اور دیگر اصحاب کوفہ کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا آپ نے ایک خط حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاللّٰهِ لِمَا انْصَرَفْتَ فَاِذَا تَقْرَأُ كِتَابِیْ هٰذَا فَاِنِّیْ مُشْفِقٌ عَلَیْكَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ اِنَّ یَكُوْنَ فِیْهِ هَلَاكُكَ وَاسْتِیْصَالِ اَهْلَبَیْتِ اِنْ اَهْلَكْتَ الْیَوْمَ طَغٰی نُوْرَ الْاَرْضِ فَاِنَّكَ عِلْمَ الْمُهْتَدِیْنَ وَرِجَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ فَلَا تعجل بِالْمَسِیْرِ فَاِنِّیْ فِیْ اٰثَرِ كِتَابِیْ۔

امابعد خدارا۔ جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو پڑھنے کے بعد اس سفر کو ترک کریں۔ کیونکہ مجھے اس سفر میں آپ کی اور آپ کے اہلِ خانہ کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اگر آپ کی موت واقع ہوگئی تو زمین کا نور بجھ جائے گا کیونکہ آپ ہی ہدایت کرنے والوں کے نشان راہ ہیں اور اہل مؤمنین کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ جلدی نہ کریں اور میرا مکتوب پڑھ کر غور کریں۔

یہ خط حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے دو بیٹے حضرت محمد اور حضرت عون کے بدست روانہ کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا کہ اگر تمہارے ماموں حضرت امام عالی مقام سفر کا ارادہ ترک کر دیں تو ان کے ساتھ واپس آ جانا اور اگر وہ اس سفرِ کوفہ کو ترک نہ کریں

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تو پھر میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم دونوں اپنے ماموں جان کے ساتھ چلے جانا اور اپنی امی سیّدہ زینب کا بھی خیال رکھنا تاکہ اس کو تمہارے ساتھ ہونے سے تسلی رہے اور اے میرے بیٹو! اگر وقت آنے پر حضرت امام کو ضرورت پڑے تو اپنی جان بھی ان پر نثار کر دینا میں اگر طاقت رکھتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتا۔ (الحیات)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے یہ دونوں بیٹے محمد، عون نوجوان تھے۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے اور مجموعوں میں یہ غیر معتبر بات لکھ دی ہے کہ یہ دونوں بیٹے بچے تھے۔ اس سلسلہ میں کافی تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ چھوٹی عمر کے شہزادے نہیں تھے۔ جیسا کہ اس کی پوری تفصیل مزید آگے بیان ہوگی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی اجازت سے تو پہلے ہی سے حضرت امام عالی مقام کے ہمراہ تھیں۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کو پڑھا اور غور فرمایا بالآخر فیصلہ یہی کیا کہ یہ سفر ملتوی نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد پھر مکہ معظمہ کے حاکم عمرو بن سعید نے ایک خط یحییٰ ابن سعید کے بدست بھی روانہ کیا اس خط کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ یُّصُوْنَكَ وَاَنْ یَّهْدِیَكَ لِمَا یُرْشِدُكَ بَلَغَنِیْ اِنَّكَ قَدْ تَوَجَّهْتَ اِلَی الْعِرَاقِ وَاِنِّیْ اُعِیْذُكَ بِاللّٰهِ مِنَ الشِّقَاقِ فَاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكَ فِیْهِ الْهَلَكَ فَاَقْبِلْ مَعَهَا فَاَنَّ لَكَ عِنْدَ الْاَمَانِ وَالصِّلَةُ وَالْبِرُّ وَحُسْنَ الْجِوَارِ لَكَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ شَهِیْدٌ وَّكَفِیْلٌ وَمُرَاعٍ وَّكِیْلٌ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ۔ (الحیات)

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور جو چیز بہتر ہو اس میں آپ کی رہبری فرمائے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ سفرِ عراق پر جا رہے ہیں اور میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں لیکن اس کے باوجود مجھے اس بات میں ہلاکت پوشیدہ معلوم ہوتی ہے۔ میں آپ کی طرف جس کو بھیج رہا ہوں آپ اس کے ساتھ واپس مکہ آ جائیں۔ میں آپ کو امان اور صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا یقین دلاتا ہوں اللہ تعالیٰ گواہ اور وکیل ہے اور کفیل فقط اور سلام ہو آپ پر۔

اس خط کو بھی حضرت امام عالی مقام نے پڑھا اور زبانی پیغام بھی لے لیا۔ آپ نے والیٔ مکہ اور حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی یحییٰ ابن سعید کے بدست یہ کہلا بھیجا کہ میں اس سفر کو ترک نہیں کر سکتا اس لیے کہ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ وَاَمَرَنِیْ بِمَا اَنَا مَاضٍ لَهٗ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے مجھے ایک حکم فرمایا ہے جس کی تعمیل پر اس کو ہر صورت پورا کروں گا۔ یحییٰ ابن سعید کو کہہ دیا کہ تم پیغام والیٔ مکہ کو دے کر کسی طریقہ سے مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچا دینا اور ساتھ یہ بھی کہہ دینا کہ آپ کے دونوں فرزند محمد و عون آپ کی اجازت کے مطابق میرے اور اپنی امی جان کے ہمراہ جا رہے ہیں۔

دوسری منزل صفاح

اس منزل صفاح پر جب قافلہ آلِ رسول پہنچا تو ایک مشہور شاعر فرزدق جو اپنی والدہ کے ہمراہ کوفہ سے آ رہا تھا اس کی یہاں امام عالی مقام سے ملاقات ہوئی آپ نے فرزدق سے کوفہ کے حالات دریافت فرمائے تو اس نے عرض کیا۔ قُلُوْبُ النَّاسِ مَعَكَ وَسُیُوْفُهُمْ عَلَیْكَ وَالْقَضَاءُ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَاللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔ لوگوں کے دل آپ کی طرف ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے برخلاف قضاء آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

صَدَقْتَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ وَكُلَّ يَوْمٍ رَبُّنَا فِيْ شَانٍ اَنْ نَزَلَ الْقَضَا بِمَا نُحِبُّ فَنَحْمَدَ اللّٰهَ عَلٰى نُعَمَائِهٖ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى اٰدَاءِ الشُّكْرِ وَاِنْ حَالَ الْقَضَاءُ دُوْنَ الرَّجَاءِ فَلَمْ يَعْقِدْ مَنْ كَانَ الْحَقُّ نِيَّتَهٗ وَالتَّقْوٰى سَرِيْرَتُهٗ۔ (الحیات)

تم نے سچ کہا بے شک تمام کام اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ واختیار میں ہیں اور ہمارا رب ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے اگر ہماری خواہش کے مطابق قضاء نازل ہوئی تو اس کے احسان پر شکر گزار ہیں اور اگر حالات ہماری منشاء کے خلاف ہوئے تو پھر جس کی نیت حق وتقویٰ کے ساتھ ہو اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں۔

اس کے بعد فرزدق اپنے سفر کو روانہ ہو گیا اور حضرت امام بمعہ اپنے قافلہ کے سفر پر چل پڑے۔

تیسری منزل ذاتِ عرق

اس منزل ذاتِ عرق پر قافلہ آلِ رسول ﷺ پہنچا تو کچھ دیر آرام فرمانے کی غرض سے خیمے نصب فرمالیے اور قیام فرما رہے تھے کہ ایک شخص بشیر ابن غالب نامی نے اس طرح بیابان میں خیموں کو لگا ہوا دیکھا تو وہ تعجب سے قریب گیا اور پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو جواب ملا کہ یہ اہلِ بیتِ نبی ﷺ کا قافلہ بغرضِ آرام قیام پذیر ہے اور یہ کوفہ کے سفر پر ہیں یہ سن کر اس نے سیدنا امام حسین سے جا کر ملاقات کا شرف حاصل کیا اور عرض کی حضور یا ابنِ رسول اللہ ﷺ۔ آپ کو کس چیز نے اس صحرا میں آنے پر مجبور کر دیا ہے تو سیدنا امام عالی مقام نے فرمایا۔

اِنَّ هٰؤُلَاءِ كُتُبُ اَلَيَّ وَهُمْ قَاتِلِيْ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰالِكَ لَمْ يَدَعُوْاللّٰهَ مُحَرَّمًا اِلَّا انْتَهَكُوْا بَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَقْتُلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا اَوَّلَ مِنْ قَوْمِ الذِّلَّةِ۔

یہ میرے پاس خرجی ہے ان خطوط کی جو اہل کوفہ کے ارسال کردہ ہیں۔ مجھے انہوں نے دعوت دی ہے وہاں آنے کی۔ پس اگر وہ ہمارے قتل میں شریک ہوئے تو یہ جرم اور اہانتِ حرمت ہو گی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شخص کا تسلط ہو گا جو ان کو قتل وغارت کر دے گا تو وہ ذلیل قوم ہوں گے۔

اس بیان میں دو چیزوں کی پیشگوئی ہے۔ ایک یہ کہ ان لوگوں کی دعوت پر کوفہ کو جا رہے ہیں پس اگر وہ مجھے قتل کریں (یقیناً اشارہ طرف ہے کربلا کے) تو پھر ایسا شخص مسلط ہو گا ان پر کہ یہ قتل وغارت و ذلیل ہوں گے۔ یعنی مختار بن عبید ثقفی جوان کو قتل کرے گا اور تا قیامت ذلت سے یاد کیے جائیں گے۔

چوتھی منزل بطنِ رمہ

اس منزل بطن رمہ کو دوسرے نام حاجز سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن مشہور یہی ہے یہاں پر آل رسول کے قافلہ نے کچھ دیر آرام فرمایا اور حضرت امام عالی مقام نے قیس بن مصہر صیداوی کے بدست ایک خط اہلِ کوفہ کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔مِنَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ اِخْوَانُهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔ حَمِدَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ كُتُبُ مُسْلِمِ ابْنِ

الحاصل اس خط کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم فرمانے والا۔ از طرف حسین ابن علی۔ سلام ہو تم پر اے مومنو! اور مسلمان بھائیو! سب تعریف اس ذات باری تعالیٰ کے

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

عَقِيلٍ جَائَنِي يُخْبِرُنِيهِ بِحُسْنٍ وَّاَنَّكُمْ اِجْتِمَاعَ مَلَائِكُمْ لِاَجْرٍ عَلٰى نَصْرِنَا وَالطَّلَبُ بِحَقِّنَا فَسَاَلْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُحْسِنَ لَنَا الصُّنْعَ وَاِنْ سَكَمَ عَلٰى ذٰلِكَ اَجْرٍ وَقَدْ شَخَصْتُ اِلَيْكُمْ مِنْ مَكَّةَ يَوْمَ الثَّلَا ثَالِثَمَانَ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ يَوْمِ وَيَحَةٍ فَاِذَاقَدِمَ عَلَيْكُمْ وَسرلِيْ فَاَمْكِشُوْا فِيْ اَمْرِكُمْ وَجَدُّوْا فَاِنِّيْ نَادِمٌ عَلَيْكُمْ فِيْ اَيَّامِيْ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔

لیے ہے وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی حقیقی الہٰ ہے بعد اس کے کہ مجھے مسلم بن عقیل اپنے چچازاد بھائی کا مکتوب ملا اور تمہارے حالات کی درستگی معلوم ہوئی تمہارے درمیان ہماری نصرت وحمایت اور طلب حق پر اتفاق پایا جاتا ہے ہماری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انجام بخیر کرے اور اس پر تم کو اجر ملے اگر تم اسی پر قائم رہے میں آٹھویں ذوالحجہ کو تمہاری طرف مکہ سے روانہ ہو چکا ہوں جس وقت تم کو قاصد میرا خط پہنچادے تو تم اپنی جگہ منتظر رہو میں اب بہت جلد انہی دنوں تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ فقط والسلام۔

یہ خط قیس بن مصہر صیداوی جب لے کر کوفہ روانہ ہوئے تو ان کو وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ عبیداللہ ابن زیاد والیٔ کوفہ نے حضرت امام کی آمد پر ہر طرف ناکہ بندی کی ہوئی ہے تاکہ ان کو یہاں پہنچتے ہی گرفتار کر لیا جائے جس کی بناء پر قیس کو پکڑ لیا گیا اور ان کو والیٔ کوفہ کے ہاں پیش کر دیا گیا وہ خط ان سے چھین لیا اور کہا کہ اگر تم اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا کہ جان دے دی جائے گی لیکن آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ بالآخر قیس بن مصہر صیداوی کے ہاتھ و پاؤں باندھ کر ان کو دارالامارت کوفہ لے جایا گیا اور عبدالملک بن عسمر نامی نے ان کے سر کو قلم کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ شہدائے کوفہ میں یہ بھی شامل ہیں۔

پانچویں منزل بعض العیون

یہ منزل بعض العیون کے نام سے مشہور ہے اور عربوں کا یہاں پر ایک چشمہ ہے اور اس چشمہ کی بناء پر اس جگہ کا نام بعض العیون پڑ گیا ہے۔ یہاں پر کچھ لوگوں نے امام عالی مقام سے ملاقات کی اور سفرِ کوفہ سے منع کیا لیکن آپ نے انکار فرمایا۔

چھٹی منزل خزیمیہ

اس منزل خزیمیہ پر حضرت امام عالی مقام نے خیمے نصب فرما لیے اور دن رات قیام فرمایا۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قافلہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رات گزارنے کے بعد فرمایا کہ میں نے رات ایک عجب بات سنی ہے وہ یہ کہ ہاتف غیب سے یہ آواز سنائی دی اور یہ کہا گیا۔

اَلَا يَا عَيْنُ فَاحْتَفِلِيْ بِجَهْدٍ وَمَنْ يَّبْكِيْ عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِيْ. عَلٰى قَوْمٍ تَسُوْقُهُمُ الْمَنَايَا بِمِقْدَارٍ عَلٰى اَنْجَازِ وَعْدِهٖ

اے آنکھ پوری کوشش سے آنسو بہا لے بھلا میرے بعد شہداء پر کون روئے گا اس کے بعد کون روئے گا اس گروہ پر جو ایفائے عہد کیلئے جا رہے ہیں۔

ان کلمات کو سن کر امام عالی مقام نے فرمایا:

يَا اُخْتَاهُ زَيْنَبُ ذٰلِكَ الَّذِيْ قَطٰى فَهُوَ كَائِنٌ۔

جو بات قضاء وقدر میں ہے وہ تو آخر ضرور ہو کر رہے گی۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

ساتویں منزل زرود

اس منزل پر جب قافلہ آلِ نبی ﷺ پہنچا تو مکہ معظمہ سے حج کی ادائیگی کے بعد ایک شخص جو کہ سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ذوالنورین خلیفۂ سوم کے خاص اقرباء میں سے تھے واپس آ رہے تھے ان کا نام زہیر بن القیس بجلی تھا۔ انہوں نے حضرت امام عالی مقام کو اس حال میں دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ میں بھی آپ کے ہمراہ ہی چلتا ہوں اس ارادہ سے سیدنا امام عالی مقام کو ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا اگر آپ چاہتے ہیں تو ضرور چلیں۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ ہوئے ان کی شہادت کربلا میں جس شان سے ہوئی اس کا ذکر ان کے باب میں تفصیل کے ساتھ آ رہا ہے۔

آٹھویں منزل ثعلبیہ

اس منزل ثعلبیہ پر آپ نے قیام فرمایا اور خیال ہوا کہ رات گزار لیں اور پھر صبح سفر جاری رکھا جائے خیمے نصب فرمائے۔ اسی اثناء میں عجب خبر یہ پیش آئی کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار کوفہ کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا۔ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کہ یہ جو سوار آ رہا ہے اس کو ٹھہرا کر دریافت کرتے ہیں ممکن ہے کہ اگر یہ کوفہ سے آ رہا ہوگا تو وہاں کے تازہ ترین حالات کی خبر پوچھیں گے۔ چنانچہ وہ سوار جب قریب آیا تو حضرت امام عالی مقام نے اس سے فرمایا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں کوفہ سے آ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہاں کے کیا حالات ہیں۔ سوار نے جب دیکھا کہ یہ نواسۂ رسول ہیں جن کے چہرہ پر رات کی تاریکی میں بھی نور چمک رہا ہے وہ بطورِ احترام گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ سلام عرض کیا اور پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں فرمایا کوفہ۔ اس لیے تم سے وہاں کے حالات پوچھ رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا یا ابن رسول اللہ ﷺ وہاں کے حالات بیان کرنے کے قابل نہیں والیٔ کوفہ عبید اللہ ابن زیاد نے یزید کی مخالفت کرنے والوں کو سخت تنگ کر دیا اور بالآخر سب لوگ اس کے ظلم کے خوف سے یزید کی حمایت میں ہو گئے۔ اور وہ شخصیتِ عظیمہ جو آپ کے چچا زاد بھائی سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تھے ان کو دار الامارت کوفہ کی بلندی پر لے جا کر برسرِ عام شہید کر دیا گیا ہے اور جن کے گھر مقیم تھے وہ ہانی بن عروہ رئیسِ کوفہ اور مذحج کے سردار تھے ان کو بھی شہید کر دیا گیا اور اس کے علاوہ جو بھی حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی حمائت میں تھے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ اس خبرِ دردناک نے سیدنا امام کی حالت بدل کر رکھ دی آپ نے فرمایا مسلم کے بچے ایک چھ سال اور ایک آٹھ سال ان کے ہمراہ گئے تھے وہ کہاں ہیں عرض کیا حضور ایک ظالم کوفی نے ان دونوں بھائیوں کو شہید کر کے ابن زیادہ کو سر مبارک دے دیے اور پھر اس قاتل کو بھی مروا دیا۔ اور دونوں بچوں اور ان کے باپ کو دفن کر دیا گیا ہے۔ (الحیات)

سیدنا امام عالی مقام روتے اور مسلم اور ان کے بچوں کو یاد فرماتے جب خیموں کی طرف بڑھے تو سب جمع ہو گئے اور عرض کیا حضور کیا ہوا؟ آپ نے جب یہ خبر سنائی کہ ظالموں نے میرے مسلم اور اس کے بچوں کو بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا ہے بس یہ خبر سننا تھا کہ آلِ رسول و احباب نے گریہ و زاری شروع کر دی۔ ارتج الموضع البکاء بِقَتْلِ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيْلٍ سَالَتِ الدُّمُوْعُ كُلَّ سَيْلٍ۔ کہ وہ زمین کا حصہ اہلِ بیت کے رونے سے کانپ رہا تھا اس قدر آہ و بکاء بلند ہوئی حضرت امام پھر خواتینِ اہلِ بیت کی طرف یہ دردناک خبر لے کر گئے جبکہ پہلے ہی سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کی زوجہ سیدہ رقیہ جو اپنے عظیم شوہر اور دل کے ٹکڑوں کو یاد کر کر کے رو رہی

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

تھیں اور سیدہ حمیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام مسلم کی بڑی نوجوان صاحبزادی اپنے شفیق باپ اور چھوٹے بھائیوں کو یاد کر کے رو رہی تھیں۔ آپ نے ان کو بڑے صبر و تحمل کی تلقین فرمائی اور فرمایا اللہ ان ظالموں سے بدلہ لے گا اور ظالم جہنم رسید ہوئے اور میرے مسلم تو رَحِمَ اللّٰہُ مُسْلِمًا فَلَقَدْ صَارَ عَا اِلٰی رُوْحِ اللّٰہِ وَرَیْحَانُہٗ وَجَنَّتُہٗ وَرِضْوَانُہٗ قَضٰی عَلَیْہِ وَبَقٰی مَا عَلَیْنَا۔ اللہ تعالیٰ میرے مسلم کے حال پر رحم فرمائے وہ اللہ کے ہاں اور اس کی جنت کے رضوان کو روانہ ہو گئے جو کچھ ان کے ذمے تھا وہ پورا کر چکے اور اب جو کچھ ہے وہ ہمارے ذمہ ہے۔ سب اہلِ بیت کے نوجوان میں ولولہ وجذبۂ شوقِ شہادت بھر آیا۔ امام مسلم کے دو نوجوان بیٹے بھی جو ہمراہ تھے انہوں نے بھی امی جان اور بہن کو تسلی دی۔ ان کی شہادت کا ذکر آگے آ رہا ہے گویا کہ اس دردناک خبر نے جو آلِ نبی ﷺ پر صدمہ کا پہاڑ ڈھایا اس کا کچھ اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کے برعکس صبر و رضا و تحمل بھی دیکھا جائے تو اس کی مثال بھی نہیں مل سکتی۔ صبر کا دامن لیے صابرین نے اپنا سفر پھر شروع کر دیا۔

بلوا کے حرم سے ہم کو خود رخصت ہو گئے
آخر بار تو کچھ کہہ دیتے یہ حسرت بھی ساتھ لے گئے

نویں منزل زبالہ

اس مقامِ زبالہ پر قافلۂ اہلِ بیتِ رسول ﷺ نے کچھ دیر آرام فرمایا اور لوگوں سے ملاقاتیں بھی ہوئیں اور کچھ لوگ نواسۂ رسول کے ہمراہ بھی ہوئے۔ (الحیات)

دسویں منزل بطنِ عقبہ

اس منزل بطنِ عقبہ پر ایک شخص عمرو بن لوزان سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تم مجھے کوفیوں کے حالات کی وجہ سے روکتے ہو کہ یہ سفر ترک کروں۔ لیکن وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر معاملہ میں امر غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے ہیں۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ کِلَابًا اِشْتَھَتْنِیْ اَشَدُّھَا عَلَیَّ کَلْبٌ اَبْقَعُ۔ میں ان کتوں کو دیکھ رہا ہوں جو کاٹ رہے ہیں ان میں ایک کتا سفید داغ ہے اس میں تمثیل ہے ظالموں کے کتوں کی مثل ہونے کی اور دوسری نشانی ہے سفید داغ شمر ذی الجوشن کی طرف اس جگہ یہ رات گزاری۔ (ایضاً)

گیارھویں منزل شراف

اس منزلِ شراف تک آپ پہنچے اور کچھ دیر ٹھہرے اور پانی وغیرہ اپنے مشکیزوں میں بھرا اور رات اسی جگہ پر قیام فرمایا اور دوپہر تک اسی جگہ رہے پھر سفر یہاں سے جاری فرمایا۔ شراف منزل قادسیہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔

بارہویں منزل سرات

اس منزل پر جب سیدنا امام عالی مقام کا قافلہ پہنچا تو اس سے پہلے ہی عبیداللہ ابن زیاد والئ کوفہ نے حرابن یزید ریاحی کو ایک ہزار کا لشکر دے کر روانہ کر دیا اس لیے کہ اسے یہ خبر ہو چکی تھی کہ قافلۂ آلِ رسول کوفہ کی طرف آ رہا ہے لہٰذا ان کو تم جہاں کہیں پاؤ اسی وقت گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ حر اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک ہزار کا لشکر لے کر آ رہے تھے کہ اس جگہ پر ایک عجیب واقعہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پیش آیا جو مندرجہ ذیل ہے۔

مقام سرات اور حر ابن یزید ریاحی

حر ایک ہزار کا دستہ فوج لے کر پہنچ گئے۔ مگر بغیر آب وگیاہ اس ریگستانی علاقہ میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے سدراہ ہونے پر حر اور ان کی فوج اور ان کی سواریوں کا برا حال ہو رہا تھا۔ ریگستانی علاقہ میں دھوپ اور شدید پیاس سے بے بس ہو رہے تھے۔ جب حضرت امام نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ ان کو پانی بھر کر پلاؤ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حر کی فوج کو پانی پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ تمام سوار اور سواریاں سیر ہو کر پانی پی چکے۔ علی بن طمعان حر کا ایک سپاہی بیان کرتا ہے کہ میں سب سے آخر میں تھا اور میں اور میری سواری شدت پیاس سے نڈھال تھے تو میری اور سواری کی خستہ حالت دیکھ کر سیدنا امام آگے بڑھے اور فرمایا میں نے راویہ کا مطلب مشکیزہ سمجھا یعنی اصل مطلب نہ سمجھ سکا۔ پھر امام نے فرمایا اونٹ کو بٹھاؤ میں نے اونٹ کو بٹھایا حضرت امام نے مشکیزہ پیش کیا اور فرمایا پانی پیو۔ مگر میری حالت یہ تھی کہ پانی پینے لگتا تو پانی بہہ جاتا یعنے اس قدر میری حالت خراب تھی سیدنا امام نے فرمایا دھانے کو اپنی طرف کرو میں پھر بھی ایسا نہ کر سکا۔ سیدنا امام نے پھر خود دھانے کو میرے منہ کے قریب کر کے مجھے پانی پلا دیا۔ (الحیات)

گویا کہ نواسۂ سید الابرار سرکار ابد قرار علیہ وعلیٰ جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام پر دشمن کی فوج کو پانی پلا کر ثابت کر دیا کہ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دشمن کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اپنا دفاع کرو تا کہ وہ جان جائے کہ میرا کیا ارادہ ہے اور اس کا میرے ساتھ اچھا سلوک ہے یہ ہے شان آل اطہار۔ اسی حال میں نماز ظہر کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے اپنے بیٹے سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کہو۔ جب اذان ہوگئی اور سب نماز کے لیے جمع ہو گئے اور سیدنا امام اپنے مخصوص لباس عربی جبہ پہنے ہوئے تشریف لائے۔ اس وقت حر ابن یزید ریاحی اور اس کی تمام فوج بھی وہاں پر موجود تھی تو سیدنا امام نے اس ریگستانی علاقہ میں خطبہ فرمایا۔

اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ لَمْ اٰتِکُمْ حَتّٰی اَتَیْنِیْ کِتَابُکُمْ وَقَدَّمْتُمْ رُسُلَکُمْ اَنْ اَقْدِمْ عَلَیْنَا فَاِنَّهٗ لَیْسَ عَلَیْنَا اِمَامٌ لَعَلَّ اللّٰهُ یَجْمَعُنَا بِكَ عَلَی الْهُدٰی وَالْحَقِّ فَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی ذٰلِكَ فَقَدْ جِئْتُکُمْ فَاعْطُوْنِیْ کُمْ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ کُنْتُمْ لَقَدْوَمِی کَارِهِیْنَ اِنْصَرَفْتُ عَنْکُمْ اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ جِئْتُ مِنْهُ اِلَیْکُمْ۔ (الحیات)

اے لوگو! میں اس وقت تک تمھاری طرف نہیں آیا۔ جب تک تم نے خطوط لکھ کر اور درخواستیں بذریعہ قاصد نہیں بھیجیں کہ یہاں آیئے ہمارا کوئی امام نہیں۔ شائد آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت دے دے اور حق پر آ جائیں۔ پس اگر تم عہد و پیمان پر قائم ہو تو میں آ گیا ہوں۔ اب مجھے اپنے ایفائے عہد کا یقین دلاؤ اور اگر تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔

آپ کے اس خطبہ کو سن کر کسی ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے حر سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ کے پیچھے تمام لشکر حر نے نماز پڑھی۔ نماز ظہر کی فراغت کے بعد سیدنا امام اپنے خیمہ میں چلے گئے اور حر اپنے خیمہ میں۔ باقی تمام لشکر حر ادھر ادھر اپنے اپنے سواروں کے ہمراہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ پھر اذان کہلوائی اور سب جمع ہو گئے نماز عصر بھی لشکر حر نے آپ کی اقتداء میں پڑھی اس کے بعد پھر آپ نے خطبہ دیا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

اَیُّهَا النَّاسُ فَاِنَّکُمْ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ وَتَعْرِفُوا الْحَقَّ لِاَهْلِهٖ تَکُنْ اَرْضٰی لِلّٰهِ عَنْکُمْ اَهْلُبَیْتِ مُحَمَّدٍ وَاَوْلٰی بِوَلَایَةِ هٰذَا الْاَمْرِ عَلَیْکُمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ وَکَانَ رَأْیُکُمْ اَلْاٰنَ غَیْرَ مَااتتنی به قَدِمْتُ بِهٖ عَلٰی رَسُوْلِکُمْ اِنْصَرَفْتُ عَنْکُمْ

مزید فرمایا: اے لوگو! اگر تم اللہ سے ڈرو اور حق دار کا حق پہچانو تو یہ بات اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوگی آل رسول اسلامی نظام کی بنا پر ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہے اور جو لوگ دعویٰ دار ہیں وہ غلط ہیں اور ظلم کر رہے ہیں لیکن اگر تم ہم کو ناپسند کرتے ہو اور ہم کو نہیں پہچانتے اور تمہاری رائے اس کے مخالف ہے جو تم نے اپنے خطوط اور قاصدوں کے ذریعہ ظاہر کیا تو پھر میں واپس چلا جاتا ہوں۔ (الحیات)

سیدنا امام کے اس خطبہ پر حر نے عرض کیا اَنَا وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مَا هٰذِهِ الْکُتُبُ وَالرُّسُلُ الَّتِیْ تَذْکُرُ۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں آپ یقین کریں مجھے ان خطوط یا قاصدوں کے متعلق کچھ علم نہیں جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں۔ سیدنا امام نے ایک شخص عقبہ ابن سمعان کو فرمایا کہ خیمہ سے خطوط والی خرجیاں لاؤ چنانچہ وہ دو تھیلے لائے جو اہل کوفہ و بصرہ کے خطوط سے بھرے ہوئے تھے۔ سیدنا امام نے نکال کر حر کے آگے پھیلا کر رکھ دیے تو حر نے کہا اِنَّا لَسْنَا هٰؤُلَاءِ الَّذِیْ کَتَبُوْا اِلَیْكَ ہم ان میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں ہم تو عبید اللہ ابن زیاد کے حکم پر آئے ہیں اس والئ کوفہ کا حکم ہے کہ اس قافلہ والوں کو پکڑ کر ہمارے سامنے پیش کرو لیکن ابھی تک ہم نے آپ کو کچھ نہیں کہا حر نے کہا یا تو آپ ہمارے ساتھ چلیں اور عبید اللہ ابن زیاد کے سامنے پیش ہو جائیں اور اگر ایسا نہیں تو آپ کسی اور راستہ کو اختیار کر لیں آپ نے پھر تمام قافلہ والوں کو فرمایا کہ یہ راستہ چھوڑ دو اور ہم دوسرے راستہ کی طرف نکل جاتے ہیں۔ یہ صورتحال دیکھ امام عالی مقام نے پھر ایک اور خطبہ دیا۔ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

فَاِنَّهٗ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْاَمْرِ قد ترونها اِنَّ الدُّنْیَا تَغَیَّرَتْ وَتَنَکَّرَتْ وَاَدْبَرَ مَعْرُوْفُهَا واستمر حَذَّاء فَلَمْ یَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ کَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ وَخَسِیْسُ عَیْشٍ کَالْمَرْعَی الْوَبِیْلِ اَلَا تَرَوْنَ اَنَّ الْحَقَّ لَا یُعْمَلُ وَبِهٖ اَنَّ الْبَاطِلَ لَا یَتَنَاهٰی سَرُاغِبَ الْمُؤْمِنُ فِیْ لِقَاءِ اللّٰهِ مُحِقًّا فَاِنِّیْ لَا اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً الشَّهَادَةِ وَلَا الْحَیٰوةُ مَعَ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا بَرَمًا۔

اے لوگو! جو مصیبت اور بلا نازل ہوئی ہے وہ آپ نے دیکھ لی ہے دنیا کی حالت بدل گئی اور لوگ منہ پھیر گئے اور اگر کوئی باقی ہے تو اس طرح جیسے پیالہ میں ایک قطرہ۔ اسی حالت میں زندگی گزارنا اس طرح مشکل ہے جیسے چراگاہ میں چرانا ناگوار ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حق پر کچھ عمل نہیں رہا اور باطل پر عمل ہو رہا ہے اس حال میں مردِ مومن اللہ وحدہٗ کے حضور حاضر ہونے کی تمنا کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان حالات میں مر جانا اور درجۂ شہادت کی سعادت حاصل کر لینا اس سے بہتر ہے کہ ظالموں کی جماعت میں رسوائی ہو۔

اس کے ساتھ ہی سیدنا امام کے ساتھیوں میں سے ایک شخص زہیر بن القیس کھڑے ہو گئے اور مخاطب ہو کر عرض کیا:

قَدْ سَمِعْنَا هَدَاكَ اللّٰهُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَقَالَتَكَ اِلَّا لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا لَنَا بَاقِیَةً وَلَنَا فِیْهَا مُخَلَّدِیْنَ اِلَّا اَنَّ خَرَاقِهَا فِیْ نَصْرِكَ مَرَافَقَتَكَ لَاٰثَرْنَا الْخُرُوْجَ مَعَكَ عَلَی الْاِقَامَةِ فِیْهَا۔

اے ابنِ رسول۔ ہم نے آپ کی بات سنی خدا کی قسم اگر یہ دنیا ہمیشہ کی زندگی ہوتی اور کبھی مرنا بھی نہ ہوتا تو بھی ہم آپ کی نصرت اور تائیدِ حق میں اس ہمیشہ کی زندگی کو آپ کے ساتھ مرنے پر ترجیح دیتے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

سیدنا امام عالی مقام نے ان کے حق میں یہ کلام سن کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد ایک ساتھی نافع نے کھڑے ہو کر کہا:

وَاللّٰهِ مَا كَرِهْنَا لِقَاءَ رَبِّنَا وَاَنَا عَلٰى نِيَاتِنَا وَبَصَائِرِنَا نُوَالِيْ مِنْ ذَالِكَ وَنُعَادِيْ مَنْ عَادَاكَ۔

خدا کی قسم ہم بارگاہ رب العزت میں ہونا پسند کرتے ہیں اور ہم اپنی دینی بصیرت اور صاف نیت پر قائم ہیں۔ ہماری دوستی ان سے ہے جو آپ کا ہے اور جو آپ کا دشمن ہوگا ہم اس کے دشمن ہوں گے۔

اس کے بعد پھر بریدبن خفیر نے کھڑے ہو کر کہا۔

وَاللّٰهِ يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ بِكَ عَلَيْنَا وَاَنْ نُقَاتِلَ بَيْنَ يَدَيْكَ فَيُقْطَعَ فِيْكَ اَعْضَائُنَا ثُمَّ يَكُوْنُ جَدُّكَ شَفِيْعُنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

اے ابن رسول خدا ﷺ کی قسم یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہم کو توفیق دی کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں اور دین اسلام کے دشمنوں سے جہاد کریں اور اس میں ہمارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پھر روز قیامت آپ کے نانا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے شفیع ہوں گے۔

پھر اس کے بعد سیدنا امام عالی مقام نے یہاں پر چلنے کا حکم دیا کہ اب ہم بجائے کوفہ جانے کے شام کا سفر اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ آلِ رسول ﷺ کا یہ قافلہ اور آپ کے رفقاء و احباب نے یہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسری جانب شمال مغرب کی طرف روانہ ہو گئے اور حر ابن یزید ریاحی نے کہا بالکل درست ہے اور عبید اللہ ابن زیاد والیٔ کوفہ کو میں سنبھال لوں گا۔ میں جانوں اور وہ جانے۔

کوفہ کی بجائے راہِ شام در حقیقت شام کربلا

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ معظمہ سے کوفہ کے سفر کو اگر بغور دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب آپ سراتْ کے مقام پر پہنچے جو کہ قادسیہ کے بالکل قریب ہے تو آپ کو حر ابن یزید ریاحی کی نگرانی میں جو یزیدی لشکر گرفتار کرنے کے لیے آیا تھا انہوں نے تو ایسا نہ کیا لیکن حضرت امام عالی مقام نے باہمی اتفاق پر کوفہ کا راستہ تبدیل فرما لیا قادسیہ سے کوفہ کم و بیش ۳۵ میل کے فاصلہ پر مشرق کی طرف ہے اس راستہ کو چھوڑ کر مغیثہ قصر بنی مقاتل، غریب الہجانات، نینوا کی راہ شمال مغرب کی طرف سیدنا امام عالی مقام کے قافلہ کا جانا ثابت کرتا ہے کہ جب کوفہ والوں کی غداری کا پورا پورا علم ہو چکا تو آپ نے کوفہ کا خیال اور اس طرف جانے کا ارادا ترک فرما دیا اور شام کی طرف روانہ ہو گئے اور کوفہ سے کربلا بطرف شام کا فاصلہ بعض نے صرف ۶۴ میل لکھ دیا ہے جو کہ بالکل غلط ہے، لیکن میں پوری تحقیق اور ذمہ داری سے لکھنا اور واضع کر دینا چاہتا ہوں کہ کوفہ سے کربلا ۱۵۰ کلومیٹر انگریزی اور ۹۰ میل فاصلہ پر ہے۔ (۱)

تعجب ہے کہ ان لوگوں نے نوے میل کو چوبیس میل اتنا فرق کیسے لکھ دیا ہے اور یہ ثابت ہوا کہ حضرت امام عالی مقام نے کوفہ کا سفر اور یہ راستہ ہی چھوڑ دیا اور جو راستہ ملکِ شام کی طرف جاتا تھا اس کی طرف روانہ ہو گئے لیکن ظالموں نے پھر آپ کا پیچھا کیا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

تیرہویں منزل قادسیہ اور چودہویں منزل مغیثہ

سے گزرتے ہوئے آپ نے اور قافلہ والوں نے پانی پیا اور پھر یہاں سے سفر جاری رکھتے ہوئے آگے روانہ ہوئے۔

(۱) تاریخ کربلا

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

پندرہویں منزل غریب الجانات

اس منزل سے بھی بغیر قیام سفر جاری رکھا۔

سولہویں منزل بیضہ

یہاں پر بھی کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔

سترہویں منزل زرحم

اس منزل سے بھی گزرتے ہوئے قصر بنی مقاتل کی منزل پر پہنچ گئے۔

اٹھارہویں منزل قصر بنی مقاتل

یہاں پر شام ہوگئی اور سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اور رفقاء نے رات گزاری اور پھر صبح یہاں سے روانہ ہوئے تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر پوچھا ابا جان کیا بات ہے فرمایا: بیٹا میں نے بحالتِ قیلولہ ابھی دیکھا ہے کہ عالمِ غنودگی میں گھوڑے پر بیٹھے ہوئے۔

اِنِّیْ خَفَقْتُ خَفْقَۃً فَعَنَّ لِیْ فَارِسٌ عَلٰی فَارِسٍ وَھُوَ یَقُوْلُ اَنَّھُمْ یَسِیْرُ وَالْمَنَایَا تَرٰی اِلَیْھِمْ فَعَلِمْتُ اِنَّھَا اَتَتْ اِلَیْنَا۔ ایک گھوڑے سوار کہہ رہے ہیں یہ لوگ تو چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے پس میں نے معلوم کر لیا ہے کہ ہمیں موت کی اطلاع دی گئی ہے۔

شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یَااَبَتِ لَا اَرَاکَ اللّٰہُ سُوْءً اَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ۔ اے پیارے ابا جان اللہ آپ کو کوئی دکھ نہ دے اور کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بَلٰی عَلَی الْحَقِّ۔ ہاں ہم حق پر ہیں۔ شہزادہ نے عرض کیا فَاِنَّنَا اذا لا نبالی اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ۔ پس اگر ہم حق پر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر موت سے کچھ ڈر نہیں۔ سیدنا امام نے شہزادے کی اس بات کو سن کر فرمایا۔ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا مَا جَزَی وَلَدًا عَنْ وَّالِدِہٖ۔ جو بہترین جزا کسی بیٹے کو اپنے باپ سے مل سکتی ہے وہ جزا اللہ تعالیٰ تم کو عطا فرمائے۔

ہولناک میدان میں حسینی قافلہ کا محاصرہ انیسویں منزل نینوا

نینوا کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزارِ اقدس بھی ہے اور دریائے فرات بھی نزدیک ہے۔ اس کے قریب غاخریہ اور شیفہ اس زمانہ میں چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی تھیں۔ یہاں پر سیدنا امام عالی مقام کو وہ منظر یاد آنے لگا جو اپنے والدِ بزرگوار سے سنا کرتے تھے کہ نینوا کے قریب دریائے فرات کے مغربی کنارے نشیب کی طرف مجھے حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے بچے خون میں تڑپتے نظر آ رہے ہیں۔ چنانچہ ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے فرمایا تھا کہ ایک ریگستانی میدان نظر آیا۔ ابھی یہ منظر قیامت آنکھوں میں منڈلا رہا تھا کہ حر بمع یزیدی لشکر جس کی تعداد ایک ہزار تھی پہنچ گیا اور حر نے آگے بڑھ کر سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کر کے کہا حضور میں اس لیے یہاں دوبارہ آیا ہوں کہ مجھے عبید اللہ ابن زیاد والئ کوفہ نے اور عمرو ابن سعد سپہ سالار فوجِ یزیدی نے یہ خط دے کر روانہ کیا ہے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے)

جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو حسین رضی اللہ عنہ کو وہیں روک لو اور ان کو بے آب و گیاہ جگہ پر اترنے پر مجبور کر دو میں نے اپنے قاصد کو کہہ

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

دیا ہے کہ یہ تمہارے ساتھ رہے یہاں تک کہ میرے حکم کی تعمیل کی مجھے اطلاع دے۔

یہاں پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ والیٔ کوفہ کو حر کے نرم رویہ کے متعلق اطلاع ہو چکی تھی اس لیے کہ مقام سرات پر بھی یہی آ کر ملے لیکن قافلۂ اہل بیت کے ساتھ کوئی کاروائی عمل میں نہ لائی گئی بلکہ اس راستہ سے ہٹا کر راہِ شام اختیار کرادی اور نہ ہی انہیں موجود پا کر گرفتار کیا گیا۔ ان تمام باتوں سے وہ بخوبی واقف تھا جبھی ایک جاسوس کو ان کے ہمراہ روانہ کیا گیا اور تاکید کی گئی کہ جہاں انہیں پاؤ روک لو۔

ورودِ کربلا دو محرم الحرام پنجشنبہ روز ۶۱ ہجری (بیسویں منزل کربلا)

اس چٹیل ریگستانی میدان میں قافلۂ اہل بیتِ نبوت اور ان کے اصحاب رکے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اچھا ہم یہاں ہی رک جاتے ہیں اتنا تو بتاؤ کہ اس ہولناک میدان کا کیا نام ہے۔ **مَا اِسْمُ هٰذِهِ الْاَرْضُ**. جواب دیا گیا **هٰذِهِ الْاَرْضُ كَرْبٌ وَبَلَا**۔ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ یعنی مصیبتوں اور تکلیفوں والا میدان یا جگہ۔ سیدنا امام عالی مقام نے فرمایا **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَرْبِ وَالْبَلَا**۔ اے میرے اللہ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس کرب و بلا سے۔ سیدنا امام عالی مقام نے یہ کہہ کر اپنے احباب اور خاندان کو فرمایا **هٰهُنَا مَحَطُّ رِحَالِنَا وَسَفْكُ دِمَائِنَا وَهٰهُنَا مَحَلُّ قُبُوْرِنَا بِهٰذَا حَدَّثَنِیْ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ** یہی وہ ہماری جگہ ہے جہاں ہم نے لنگر ڈالنے ہیں اور ہمارے خون بہائے جانے ہیں اور یہی ہماری قبروں کے محل ہیں اور یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق میرے جدِ تاجدار آقا سید الابرار سرکار سیدنا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دے دی ہے۔ (الحیات)

چنانچہ خیمے نصب کر لیے گئے اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے اور چھوٹوں نے اپنی قیام گاہ پسند کر لی اور رفقاء و احباب حسینی رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے ٹھکانے بنا لیے۔ یہ محرم الحرام کی ۶۱ ہجری بروز پنجشنبہ کا روز ہے کہ قافلۂ اہلِ بیتِ رسول نے کربلا کی اس زمین میں ورودِ مسعود فرمالیا۔ حر نے جب ان کو یہاں ٹھہرالیا اور آگے نہ جانے دیا تو پھر اس کی اطلاع عبید اللہ ابن زیاد اور سپہ سالار فوج عمرو ابن سعد کو کردی گئی کہ ہم نے نواسۂ رسول اور ان کے خاندان اور احباب کو اس جگہ پر گھیر لیا ہے انہوں نے کہا تھا کہ مجھے کچھ آگے چلنے دو لیکن ہم نے ان کو نہیں جانے دیا۔

ناظرین نے متذکرہ بالا بیان پر غور کیا ہے کہ نواسۂ رسول نے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن ابتلائے خداوندی و رضائے مصطفوی کس طریق اور کس رنگ میں آ پڑی اور اس جگہ جس کے متعلق کئی سال پہلے وقتِ پیدائشِ امام پر ہی شہرت ہو چکی تھی وہ کس طرح آج عمل میں آ چکی ہے یہ وہی کربلا ہے جس کی مٹی سیدہ امِ سلمہ ام المؤمنین سلام اللہ علیہا کو دی گئی۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ اور خاندان و رفقاء

محرم الحرام کی دوسری تاریخ ۶۱ ہجری کو سیدنا امام عالی مقام نے میدانِ کربلا میں خیمے نصب فرمانے کے بعد سب سے پہلے اپنے اہلِ بیت و رفقاء و احباب کو جو خطبہ اور نصیحتیں فرمائیں اس کا مضمون یہ تھا۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

جَمَعَ وَلَدِهٖ وَاِخْوَتِهٖ وَاَهْلَ بَيْتِهٖ وَنَظَرَ اِلَيْهِمْ سَاعَةً وَبَكٰى وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنَا عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُخْرِجْنَا عَنْ حَرَمِ جَدِّنَا وَتَعَدَّتْ عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ فَخُذْ لَنَا بِحَقِّنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَقَالَ اَكْثَرُ النَّاسِ عَبِيْدُ الدُّنْيَا وَالدِّيْنَ لَعِقٌ عَلٰى اَلْسِنَتِهِمْ يَحُوْطُوْنَهٗ مَا دَرَّتْ مَعَايِشُهُمْ فَاِذَا مُحِّصُوْا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّيَّانُوْنَ۔

آپ نے اپنی اولاد اور بھائیوں اور تمام اہلِ بیت کو جمع کیا اور ایک ساعت ان کی طرف دیکھتے رہے اور رو پڑے اور بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کیا اے اللہ ہم تیرے نبی کی عترت ہیں اور ہم کو زبردستی آقاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر اور حرم سے دور کیا گیا اور ہم پر ظلم وستم کیا گیا ہے تو ہمارے حق کو پورا فرما اور ظالموں پر فتح ونصرت عطا فرما۔ عام لوگ دنیا کے بندے ہیں اور انہوں نے دین کو ایک چاٹ بنایا ہوا ہے اور وہ دین میں ظاہری طور پر اس وقت تک رہتے ہیں جب تک ان کی مالی حالت بہتر رہتی ہے۔ لیکن جب کسی آزمائش کا وقت آتا ہے تو دیندار بہت کم لوگ ثابت قدم رہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا میں تجھ کو اس کی خاص نصیحت کرتا ہوں کہ جب ہم پر مصیبت اور تکلیف اور موتِ شہادت آئے تو۔

وَقَالَ اَصْبِرْنَ عَلٰى مَصَائِبِيْ وَ فِرَاقِيْ وَاِذَا اَنَا مِتُّ لَا تَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا تَخْمِشْنَ وَجْهًا وَلَا تَنْتِفْنَ شَعْرًا وَلَا تَسْوَدْنَ ثَوْبًا وَلَا تَدْعُوْنَ بِوَيْلٍ۔ (ایضاً)

میری مصیبت اور مفارقت پر صبر کرنا اور جب میں مارا جاؤں (یعنے شہید ہو جاؤں) تو خبردار اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارنا اور اپنے چہروں کو نہ نوچنا اور اپنے بالوں کو نہ نوچنا اور اپنے کپڑے نہ پھاڑنا اور واویلا کی صدائیں بلند نہ کرنا۔

وَيَا اُخْتِيْ زَيْنَبُ اَنْتِ بِنْتُ الْفَاطِمَةِ وَاصْبِرِيْ كَمَا صَبَرَتْ اِذَا فَارَقَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَ كَذٰلِكَ صَبَرْتِ عَلٰى مُصِيْبَتِيْ۔

اور اے میری بہن زینب تم فاطمہ زہرا کی شہزادی ہو اور جیسا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مفارقت پر صبر کیا تھا تم بھی اسی طرح صبر کرنا اور جیسا کہ صبر کیا میری مصیبت پر۔

سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کا مقصد یہی ہے کہ ہمارے مصائب اور موتِ شہادت کے بعد ماتم نہ کرنا۔ کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی صریحاً خلاف ورزی اور صبر کے منافی ہے۔ اور یاد رہے کہ اس ماتم کی ممانعت کے متعلق کے خطبہ ان لوگوں نے بھی اپنی کتب میں لکھا ہے لیکن افسوس کہ حب سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ واہل بیت کا دعویٰ۔ اور ان کے حکم کی خلاف ورزی بلکہ ان کے ساتھ سراسر دشمنی کی دلیل ہے۔

(فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) کے معنی ماتم نہیں

بعض جہلا ماتم کو شرعی حیثیت دیتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت فَصَكَّتْ وَجْهَهَا سے یہ مراد لیتے ہیں کہ ماتم جائز ہے حالانکہ اس آیت میں اس واقعہ کا بیان ہے جب حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ولادتِ فرزند کی بشارت دی گئی تو سیدہ سارہ نے اظہارِ تعجب کے طور پر اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیا جیسا کہ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے لیکن ان لوگوں نے اس کو ماتم کا ثبوت

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

بنالیا حالانکہ ان کی کتابوں میں بھی فَصَكَّتْ وَجْهَهَا کا یہی مفہوم واضح الفاظ میں مذکور ہے۔ ملاحظہ کریں۔

(فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) قِيلَ فَلَطَمَتْ أَطْرَافَ الْأَصَابِعِ عَلَى جَبْهَتِهَا فِعْلَ الْمُتَعَجِّبِ وَقَالَ الْقُمِّيُّ غَطَّتْهُ.[1]

''فَصَكَّتْ وَجْهَهَا'' کہا گیا ہے (اس کے معنی یہ ہیں) پس سارہ نے بطور تعجب اپنی انگلیوں کے پورے اپنے ماتھے پر مارے قمی نے کہا کہ حیا کرتے ہوئے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ (فِي جَمَاعَةٍ) الطبرسی عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جَمَاعَةٍ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا أَيْ غَطَّتْهُ لِمَا بَشَّرَهَا جِبْرَائِيلُ بِإِسْحٰقَ.[2]

حضرت صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عورت سارہ علیہا السلام جماعتہ میں آئی علی ابن ابراہیم نے کہا فَصَكَّتْ وَجْهَهَا یعنے جبرائیل علیہ السلام نے حضرت اسحق کو بیٹے کی خوش خبری دی تو سارہ نے اپنے منہ کو شرم سے ڈھانپ لیا۔

(فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) أَيْ جَمَعَتْ أَصَابِعَهَا فَغَوَّيَتْ جَبِينَهَا تَعَجُّبًا فَصَكَّتْ وَجْهَهَا.

یعنے اپنی انگلیوں کو جمع کر کے حضرت سارہ نے تعجب سے اپنی پیشانی پر مارا۔

جب یہ حوالہ دیا ہے تو پھر یہ بھی شبہ ڈالا جاسکتا ہے کہ بعض مفسرین نے فَصَكَّتْ کا ترجمہ لَطَمَتْ یعنے طمانچے بھی کیا ہے وہ تفاسیر ملاحظہ ہوں۔

لِأَنَّهَا وَجَدَتْ حَرَارَةَ الدَّمِ فَلَطَمَتْ وَجْهَهَا مِنَ الْحَيَاءِ.
(تفسیر جوامع الجوامع للطبرسی ص: ۴۴۷)

اس لیے کہ اسی وقت خونِ حیض کی گرمی حضرت سیدہ کو معلوم ہوئی تو حیاء سے انہوں نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

(فَصَكَّتْ) پس طمانچہ زد بسر انگشتان وَجْهَهَا بروئے خود مقاتل وکلبی گفتہ اند کہ انگشتان جمع کرد و بر ہر دو جبین خود زد ایں از عادت زناں است در وقلت تعجب و گویند ایں مژدہ کہ شنید حرارت دم حیض را بر خود یافت و طمانچہ بروئے خود زد۔[3]

ترجمہ: پھر انگلیوں کے پوروں سے اپنے منہ پر سارہ نے طمانچہ مارا مقاتل اور کلبی نے کہا کہ انگلیوں کو اٹھا کر کے اپنے ماتھے پر مارا اور یہ تعجب کے واسطے عورتوں کی عادت ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ خوشخبری جب حضرت سارہ نے سنی تو اسی وقت خون حیض کی گرمی حضرت سیدہ کو اپنی ذات پر محسوس ہوئی اور حیاء کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

عمر بن مقدام کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا جانتے ہو۔

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ قُلْتُ لَا قَالَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ إِذَا أَنَا مِتُّ لَا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تَرْخِي عَلَيَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِي بِالْوَيْلِ وَلَا تُقِيمِي عَلَيَّ نَائِحَةً قَالَ ثُمَّ قَالَ هٰذَا الْمَعْرُوفُ الَّذِي قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ۔[4]

عمر بن المقدام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تم جانتے ہو اللہ کے فرمان وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ کہ عورتیں نیکی میں اللہ کی نافرمانی نہ کریں میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے نہیں سنا۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

(۱) تفسیر صافی، ص: ۴۶۹ (۲) تفسیر برہان، ج: ۴، ص: ۲۳۵ (۳) تفسیر المنہج، ص: ۲۰۶ (۴) فروع کافی، ج: ۳، ص: ۲۲۸

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو جائے تو تم مجھ پر اپنے منہ کو نہ نوچنا اور مجھ پر اپنے بالوں کو نہ کھولنا اور مجھ پر واویلا کر کے نہ پکارنا اور مجھ پر نوحہ کرنے والی کھڑی نہ کرنا۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ کو فرمایا کہ یہ مطلب ہے معروف کا جو اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ۔

فَقَامَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا هٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ اَمَرَنَا اللهُ بِهٖ اَنْ لَّا نَعْصِيْكَ فِيْهِ فَقَالَ اَنْ لَّا تَخْمِشْنَ وَجْهًا وَلَا تَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا تَنْتِفْنَ شَعْرًا وَلَا تُمَزِّقْنَ جَيْبًا وَلَا تُسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَلَا تَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ وَلَا تُقِيْمَنَّ عِنْدَ قَبْرٍ فَبَايَعَهُنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ عَلٰى هٰذِهِ الشُّرُوْطِ۔ (۱)

ام حکیم بنت حارث بن عبدالمطلب کھڑی ہوئیں تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالی نے معروف کے متعلق یہ کیا حکم فرمایا ہے کہ ہم اس معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں تو مصطفے ﷺ نے فرمایا کہ خداوندی فرمان معروف کے متعلق یہ ہے کہ تم اپنے مونہوں کو نہ نوچو اور اپنے رخساروں کو طمانچے نہ مارو اور اپنے بالوں کو بھی نہ نوچو اور نہ اپنے کرتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرو اور اپنے کپڑے سیاہ نہ بناؤ اور واویلا و ہلاکت نہ پکارو۔ اور قبر کے پاس کھڑی نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ نے ان شروط پر بیعت فرمائی۔

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ عُنِيَ بِالْمَعْرُوْفِ اَلنَّهْيُ عَنِ النَّوْحِ وَتَمْلِيْقِ الثِّيَابِ وَجَزِّ الشَّعْرِ وَشَقِّ الْجُيُوْبِ وَخَمْشِ الْوَجْهِ وَالدُّعَاءِ بِالْوَيْلِ عَنِ الْمُقَاتِلِيْنَ۔

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ سے مراد یہ لیا گیا ہے کہ نوحہ سے رکنا کپڑے پھاڑنے سے باز رہنا بال اکھاڑنے سے منع رہنا، کرتے نہ پھاڑنا اور منہ نوچنے سے باز رہنا مقتولین پر واویلا کر کے نہ پکارنا۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے چھ امور پر عورتوں سے بیعت لی۔

لَا تَلْطِمْنَ خُدًّا۔	خبردار اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارنا۔
وَلَا تَخْمِشْنَ وَجْهًا۔	اور اپنے مونہوں کو نہ نوچنا۔
وَلَا تَنْقُضْنَ شَعْرًا۔	اور اپنے بالوں کو نہ نوچنا۔
وَلَا تُسَوِّدْنَ ثَوْبًا۔	اور اپنے کرتوں کو نہ پھاڑنا۔
وَلَا تَدْعِيْنَ بِوَيْلٍ۔	اور واویلا کر کے نہ پکارنا۔

تو معلوم یہ ہوا کہ امام نے اپنے اس خطبہ میں ماتم کی ممانعت اس لیے فرمائی کہ اس میں اللہ تعالی کی ناراضگی ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ص: ۳۳۵

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل ۳

صابرین کی فضیلت از روئے قرآن

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○
(الرعد: ۲۲ تا ۲۴)

اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں۔ انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔ بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہنے آئیں گے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا.

اور ان کو جنت کا سب سے اونچا بالاخانہ انعام بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں مجرے اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا.
(السجدۃ: ۲۴)

اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جبکہ انہوں نے صبر کیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی دنیا و آخرت میں شان بیان فرمائی ہے کہ ایمان والے صابرین کو امام ہدایت بنایا ہے اور جنت میں انہیں بلند مقام نصیب ہوگا۔ اور سلام کے ساتھ انہیں عزت بخشی جائے گی۔ اور انہیں بے حساب اجر حاصل ہوگا۔ الغرض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے صابرین کی تعریف فرمائی ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

فصل ۴

قرآن اور کرب وبلاء

یہاں پر صرف چند آیات پیش کی جاتی ہیں جن سے واضح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کس طرح کرب وبلا میں مبتلا کر کے ان کو جانچتا ہے اور پھر عظیم انعام سے نوازے جاتے ہیں تاکہ لوگ کسی غلط وہم وگمان کے شکار نہ ہو جائیں۔

(۱) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ (البقرۃ:۲۱۴)

کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روئیداد نہیں پہنچی کہ وہ سختی اور شدت سے ہلا ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کب آئے گی اللہ کی مدد؟ سن لو بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

(۲) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (آل عمران:۱۴۲)

کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں (یونہی) چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے نہ تمہارے مجاہدوں کا امتحان لیا اور نہ ہی صبر والوں کی آزمائش کی۔

(۳) الٓمّٓ ○ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ۔ (العنکبوت:۱تا۳)

کیا اس گمان میں ہیں کہ چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی اور بیشک ہم نے ان کے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۵۵تا۱۵۷)

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سناؤ ان صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت کی راہ پر ہیں۔

ان آیاتِ طیبات سے ثابت ہوا کہ پروردگارِ عالم اپنے بندوں کی آزمائش فرماتا ہے اور آزمایا بھی اپنوں کو ہی جاتا ہے۔ غیروں کو نہیں۔ اسی لیے جتنے بھی امتحان آئے نیکوں پر ہی آئے بروں پر نہیں اور سخت ترین امتحانات میں مبتلا فرما کر پھر ان کو ان انعامات و درجات سے نوازا جاتا ہے جن کا شمار نہیں۔ اسی لیے سابقہ اہل مؤمنین اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی سخت ترین امتحان آئے جن کا قرآن پاک میں ذکر موجود ہے اور حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور ان کے ایمان والے متبعین پر امتحانات آئے جیسا کہ احد، بدر، حنین لیکن تمام امتحانوں سے سخت ترین اور ایسا سخت امتحان جو صرف ایک یا دو کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ آخری مذکورہ آیت میں تو تمام امتحانات کو جان کر پتہ چلتا ہے کہ یہ امتحانات ایک ہی وقت میں میدانِ کربلا میں نواسۂ سید الابرار سرکار سید

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)

الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اعزاء واصحاب واحباب پر آئے اتنا سخت امتحان کہ بیویاں اور بچے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔خوف، بھوک پیاس، مال، اولاد جان پر تنگی مسلط ہے اور مصائب وآلام کے پہاڑ ایک وقت میں پر بن کر آ گئے تو نواسۂ سید الکونین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے صبر کے ساتھ برداشت فرمایا۔تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ بشارت فرمادی کہ ہماری طرف سے ایسے ہی حضرات پر برکتیں اور رحمتیں ہوئی ہیں اور یہی

ہدایت یافتہ ہیں۔گویا کہ ان امتحانات میں پاس ہونے والوں کو سند دے دی گئی اور بے شمار آیات ہیں۔

(نوٹ) یادر ہے کہ انبیاء مرسلین علیہم السلام پر یا ان کے متبعین پر جو مصائب آئے وہ ان کے درجات کی بلندی اور آزمائش ہے اور یہ اگر گنہگار پر آجائیں تو گناہوں کا کفارہ اور اصلاح آخرت ہے۔

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org)